التعليقات الرضوية
على
الفتاوى الهندية
حواشی فتاوی عالمگیری اردو، عربی
تصنیف
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ
مترجم
حامد علی علیمی، محمد کفیل رضا مدنی
www.jannatikaun.com

بفیض حضور مفتیٔ اعظم

حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ عنہ

التعليقات الرضوية على الفتاوى الهندية

(حواشی فتاوی عالمگیری)

محشی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ

مترجم

حامد علی علیمی (استاذ جامعہ علیمیہ کراچی)

محمد کفیل رضا مدنی (ریسرچ اسکالر فقہ حنفی)

فہرست

پیش لفظ

علم دین سیکھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر بقدرِ ضرورت فرض ہے یعنی اتنا علم سیکھنا ضروری ہے کہ جس کی طرف مسلمان اپنے دین میں محتاج ہے اور اس میں سب سے پہلے ''علم اصول عقائد'' ہے کہ جن کے اعتقاد سے مسلمان سنی المذہب ہوتا ہے اور انکار ومخالفت سے کافر یا بدعتی۔ سب سے پہلے مسلمان پر اس علم کا سیکھنا فرض ہے پھر اس کے بعد نماز کے مسائل پھر روزہ کے مسائل اگر صاحبِ استطاعت ہے تو حج وزکوٰۃ کے مسائل، کاروبار کرنا چاہے تو خرید وفروخت کے مسائل یونہی ملازمت پیشہ افراد کیلئے اجارہ کے مسائل، نکاح کرنا چاہے تو نکاح وطلاق کے مسائل اور اس کے متعلقات، کھیتی باڑی کرنے والوں کے لئے زراعت وعُشر کے مسائل وغیرہ وعلیٰ ھذا القیاس۔

ہر مسلمان پر اس کی موجودہ حالت کے مسائل سیکھنا فرض عین ہے اسی طرح مسائل حلال وحرام کہ ہر مسلمان کو اس کی حاجت ہے۔ اسی طرح مسائل علمِ قلب، تواضع، اخلاص، توکل اور محرمات باطنیہ حسد، تکبر، ریا، غیبت کے بارے میں، یونہی ان کے علاج کے طریقے اور سب سے اہم بات مسلمان کو یہ جاننی ضروری ہے کہ کون سے ایسے اقوال وافعال ہیں جن کے کہنے یا کرنے سے مسلمان اسلام کی روشن سرحدوں کو پار کرکے کفر کی تاریک سرحدوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

آج کل جہاں دیگر دینی علوم سے دوری ہے وہیں اس اہم علم سے بھی دُوری اور غفلت ہے اور لوگوں کی زبانیں اس معاملہ میں بالکل غیر محتاط ہیں، چنانچہ کوئی اللہ عزوجل پر اعتراض کرتا ہے تو کوئی اسکے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کا مذاق اڑاتا ہے، اور کوئی شعائرِ دین کو ایک کھیل سمجھ کر بطورِ توہین اسکو پامال کرتا نظر آرہا ہے اور اپنے ان اقوال وافعال کو غلط سمجھنے کو بھی تیار نہیں بلکہ ہر کوئی اپنے زعمِ باطل میں اپنے آپ کو درست سمجھ رہا ہے۔

ان وجوہات کی بنا پر اس بات کی طرف حاجت ہوئی کہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی جائے کہ صرف مسلمان کے گھر میں پیدا ہونا ہی کافی نہیں بلکہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہو کر ہمیں جو ایمان کی نعمت ملی ہے اسکی حفاظت کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے لہٰذا اس کے لئے علماء نے ان اقوال وافعال کے احکام کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا جن کے کہنے یا کرنے سے مسلمان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، انہی باتوں کا باب فقہِ حنفی کی مشہورِ زمانہ کتاب ''فتاوی عالمگیری''

میں بھی ہے اور اس پر اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حاشیہ بھی ہمیں ملا تو ہم نے اس باب اور امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حاشیہ دونوں کا اردو ترجمہ بھی کر دیا تاکہ علمائے کرام کے ساتھ ساتھ عوام بھی اس سے فائدہ اٹھائیں اور ان کفریہ اقوال وافعال سے بچ کر اپنے دین وایمان کی حفاظت کریں۔

البتہ عوام کو ایک اہم ہدایت یہ ہے کہ اس میں موجود کوئی کلمہ کسی سے سن کر اس پر فوراً کفر کا فتوی لگانے سے پہلے کسی معتمد مفتی سے اس جملہ کے بارے میں حکم شرعی معلوم کریں اور پھر احسن انداز میں اس شخص کو تجدیدِ ایمان اور شادی شدہ ہونے کی صورت تجدیدِ نکاح کی ترغیب بھی دلائیں۔

نیز مزید اس موضوع پر معلومات حاصل کرنے کیلئے میرے پیر ومرشد امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری ضیائی رضوی دامت برکاتہم العالیہ کا رسالہ ''**28 کلمات کفر**'' اور استاذ محترم مفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی کی کتاب ''**ایمان کی حفاظت**'' کا مطالعہ فرمائیں۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہمارا دین وایمان سلامت رکھے اور ہمیں دونوں جہاں کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

آمین! یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین

وعلی آلہ وصحبہ أجمعین ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین

أما بعد:

''فتاویٰ عالمگیری''

جب اسلام کا سورج سرزمین عرب کی کفر وشرک کی تاریک وادیوں میں طلوع ہوا تو اس کے نورِ ہدایت سے نہ صرف عرب بلکہ سارا جہاں روشن ہونا شروع ہوگیا، جوں جوں وقت گزرتا گیا اس کی کرنوں سے لوگوں کے دل منور ہونے لگے، پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کی نورانی کرنیں پاک وہند کی سرزمین کو فیض یاب نہ کریں، چنانچہ سرزمین پاک وہند میں اسلام کی کرنیں اس وقت پڑنا شروع ہوئیں جب محمد بن قاسم کی قیادت میں اسلامی لشکروں نے اس طرف رُخ کیا، اور سندھ میں اسلام کا نور جگمگانے لگا، پھر کیا تھا یہ نورِ ہدایت سندھ سے ہوتا ہوا ہند پہنچا اور یوں پاک وہند میں اسلامی حکومت قائم ہوئی۔

دیگر اسلامی ریاستوں کی طرح، پاک وہند میں بھی اسلام اور اسلامی حکومت کے خلاف مختلف فتنوں نے سر اٹھایا جن کا وقتاً فوقتاً قلع قمع کیا جاتا رہا، یہاں تک کہ ایک وہ وقت بھی آیا جب اکبر نامی بادشاہ نے پاک وہند میں ایک نئے باطل مذہب کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام ''دینِ الٰہی'' رکھا، یہ باطل مذہب، دو مذاہب، اسلام اور ہندومت کے امتزاج سے وجود میں لایا گیا، جب اس کا فتنہ شدید ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین متین کی تجدید کے لئے اس وقت ایک مردِ کامل ومردِ قلندر حضرت مجدّدِ الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرّہ النورانی کو پیدا فرمایا، جنہوں نے نہ صرف ہر سطح پر اس باطل مذہب کا ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ کو بھی بچایا۔

اکبر بادشاہ اور اس کے فتنہ ''دینِ الٰہی'' کے فنا ہونے کے بعد بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، اس وقت خصوصاً پاک وہند کے مسلمانوں کو ایک ایسی جامع کتاب کی ضرورت تھی جس میں اس وقت کے تمام مسائل کا شرعی حکم درج ہو اور عوام وخواص تمام لوگ اس سے استفادہ کرسکیں، یوں تو بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے سے قبل اسلامی دنیا میں فقہ کی کئی مستند کتابیں رائج تھیں، لیکن پاک وہند میں تو درکنار پوری اسلامی دنیا میں فقہ حنفی کی کوئی ایسی واحد کتاب موجود نہ تھی جس سے ایک عام مسلمان آسانی کے ساتھ کسی مفتیٰ بہا مسئلہ کو اخذ

کر سکے اور احکامِ شرعیہ سے بخوبی واقف ہو سکے۔ خود بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس امر کا خاص خیال تھا کہ مسلمان ان دینی مسائل پر عمل کریں جنہیں حنفی مذہب کے علماء واکابر نے واجب العمل قرار دیا، لیکن مشکل یہ تھی کہ علماء وفقہاء کے اختلاف رائے کے سبب یہ مسائل فقہی کتابوں اور فتاویٰ کے مجموعوں میں کچھ اس طرح مل جل گئے تھے کہ جب تک کسی شخص کو علم فقہ میں مہارتِ تامہ حاصل نہ ہو اور بہت سی مبسوط کتابیں اسے میسّر نہ ہوں، حق صریح اور مفتیٰ بہا مسائل، نیز حکم صحیح کا معلوم کرنا اس کے لئے ناممکن تھا۔ اس خیال کے پیشِ نظر بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے علمائے دہلی کے علاوہ سلطنت کے اطراف واکناف سے ایسے علماء جمع کیے جنہیں علمِ فقہ میں کامل دسترس تھی اور انہیں حکم دیا کہ مختلف کتابوں کی مدد سے ایسی مستند اور جامع کتاب تیار کریں جس میں نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ دیگر تمام مسائل جمع کیے جائیں تاکہ قاضی اور مفتی نیز دیگر تمام مسلمان، علمِ فقہ کی بہت سی کتابوں سے بے نیاز ہو جائیں۔

اس کی تدوین کے لئے تقریباً پچاس علمائے کرام پر مشتمل ایک مرکزی جماعت تشکیل ہوئی، جماعت کے صدر حضرت علامہ شیخ نظام الدین برہان پوری رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ مرکزی جماعت کے تحت کئی ذیلی جماعتیں بھی تھیں، جن میں شامل تمام علمائے کرام کی تعداد بروایتِ مختلفہ تقریباً ساڑھے تین سو سے پانچ سو تک پہنچتی ہے۔ زیادہ تر علمائے کرام ''بہار'' اور ''اودھ'' جو موجودہ زمانہ میں ہند میں شامل ہیں، سے تعلق رکھتے تھے، جبکہ کچھ علمائے کرام لاہور اور سندھ، جو موجودہ زمانہ میں پاکستان میں شامل ہیں، کے بھی تھے۔ اس جماعت علماء نے کم وبیش آٹھ سال کی مدت میں فتاویٰ کی ایک ضخیم کتاب تیار کی، جسے شہنشاہ کے نام کی مناسبت سے ''فتاویٰ عالمگیری'' کہا گیا۔ اس کتاب کی تالیف علماء وفقہاء کے وظائف، نیز دیگر اخراجات پر عالمگیری سکّے کے دو لاکھ روپے صرف ہوئے۔

وہ علمائے کرام کہ جنہوں نے ''فتاویٰ عالمگیری'' کی تدوین وتالیف میں حصہ لیا ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(1) ملا محمد جمیل جونپوری (2) قاضی محمد حسین جونپوری (3) ملا حامد جونپوری (4) شاہ عبدالرحیم دہلوی والدِ گرامی شاہ ولی اللہ دہلوی (5) شیخ رضی الدین بھاگلپوری (6) سید علی اکبر الٰہ آبادی (7) سعید اللہ خان (8) مولانا جلال الدین مچھلی شہری (9) شیخ نظام الدین ٹھٹھوی (10) مولانا محمد شفیع سرہندی (11) ملا وجیہ الرب (12) محمد فائق (13) سید محمد اکرم لاہوری (14) شیخ محمد غوث کاکوروی (15) سید محمد بن محمد (16) ملا غلام محمد (17) قاضی سید عنایت اللہ مونگیری وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

''فتاویٰ عالمگیری'' کی تالیف وتدوین میں اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے شاہی کتاب خانہ کی متعدد کتابوں سے مدد لی گئی تھی، ان کتابوں کا شمار 130 سے بھی زائد کیا گیا ہے۔اس میں سے بعض مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں:

(1)''ہدایہ'' (2)''قدوری''(3)''وقایہ'' (4)''عنایہ'' (5)''مبسوط''(6)''محیط برہانی''(7)''محیط السرخسی''

(8)''مختصر الطحاوی'' (9) ''الجامع الصغیر'' (10) ''الجامع الکبیر'' (11) ''فتح القدیر'' (12) ''بدائع الصنائع''

(13) ''بحرالرائق'' (14) ''غایۃ البیان'' (15) ''السراج الوھاج'' (16) ''درمختار'' (17) ''کافی''

(18)''قنیۃ المنیۃ''(19)''برجندی'' (20)''فتاوی قاضی خان'' (21)''فتاویٰ تاتارخانیہ'' (22)''فتاوی عتابیہ''

(23) ''التجنیس والمزید''وغیرہ۔

اہمیت وافادیت

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام عالمِ اسلام میں یہ کتاب مقبول اور رائج ہے اور فقہ حنفی میں امام برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی ''ہدایہ'' کے بعد اس کا درجہ مانا گیا ہے، اور آج بھی اس سے زیادہ مفصل، واضح اور مبسوط کتاب کوئی دوسری موجود نہیں۔اور حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب نے علماء وطلبہ کو تمام کتبِ فقہ سے بے نیاز کردیا ہے۔

''فتاویٰ عالمگیری'' کی تدوین میں بڑی دقّتِ نظری اور تبحرِ علمی سے کام لیا گیا ہے۔جملہ مسائل ''ہدایہ'' کی طرز پر جمع کئے گئے ہیں اور ان پر بحث وتمحیص اور تشریح وتوضیح میں کمالِ احتیاط اور ذہانت کا ثبوت دیا گیا ہے۔مسائل کی تکرار اور متن میں حشو وزوائد سے پرہیز کیا گیا ہے۔ایسے مسائل کو درج نہیں کیا گیا جن کا حل نادر اور شاذ مانا گیا ہے، لیکن جہاں کہیں ان شاذ فیصلوں کے اندراج کے بغیر چارہ نہ تھا انہیں درجِ کتاب کرنے میں تامل بھی نہیں کیا گیا۔''فتاویٰ عالمگیری'' کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے حوالے مستند کتابوں کی اصل عبارتوں پر مشتمل ہیں۔

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اس اسلوب کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاں کہیں ''عالمگیری'' میں یوں کہا گیا: "كذا في "الكافي" (یعنی اسی طرح ''کافی'' میں ہے) تو اس سے مراد یہ ہے کہ ''کافی'' کی بعینہ عبارت نقل کی گئی ہے، اور جہاں کہیں یوں کہا گیا: "هكذا في "الكافي" (یعنی: اس کے مثل ''کافی'' میں ہے) تو اس سے مراد یہ ہے کہ عبارت بعینہ نہیں بلکہ دیگر الفاظ کے ساتھ ''کافی'' میں ہے۔ (''فتاوی رضویہ'' جلد چہارم)

اسی طرح ایک اور مقام پر امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''ہندیہ'' کی عادت ہے کہ وہ ''قنیہ'' کی عبارت رموز کے بغیر ہی نقل کر دیتے ہیں، تو چند اقوال ایک ہی قول کے مانند ہو جاتے ہیں، اس پر میں نے اس کے بعض حواشی پر تنبیہ کی ہے۔ (''فتاوی رضویہ'' جلد دوم)

نیز اگر کسی مسئلہ کے دو یا دو سے زیادہ حل کسی معتبر کتاب میں درج کیے گئے ہیں تو مزید دلائل اور سیر حاصل بحث کے بعد صرف وہی حل درج کیا گیا ہے جسے دیگر فیصلوں پر ترجیح حاصل ہے۔

ابواب کی تقسیم اور مضامین کی تہذیب اس انداز پر کی گئی ہے کہ تلاش مسائل میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ جہاں تک انسانی معلومات اور مساعی کا تعلق ہے ''فتاویٰ عالمگیری'' غیر محتاط اور سرسری عبارات اور مندرجات سے یکسر پاک کہی جاسکتی ہے، اس کتاب کی یہی وہ خصوصیات ہیں جو اسے دیگر کتبِ فتاویٰ سے ممیز و ممتاز کرتی ہیں۔

''فتاوی عالمگیری'' کی تاریخ بادشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے تذکرہ کے بغیر نامکمل ہے لہٰذا ہم اس عظیم عادل بادشاہ کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں تاکہ عوام کے ذہنوں میں ایسے زبردست عالم بادشاہ کے متعلق جو غلط خیالات ہوں وہ ختم ہو جائیں، اور ایک طرح سے ہم انکا شکریہ ادا کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں جو انہوں نے مسلمانوں پر ''فتاوی عالمگیری'' کی تشکیل، اور بدعات کے خاتمہ کے ساتھ ایک عظیم احسان فرمایا۔

محی الدین اورنگ زیب عالمگیر علیہ رحمۃ اللہ القدیر

نام: ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔

پیدائش: آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ۱۵ ذوالقعدہ، ۱۰۲۸ھ بمطابق ۲۴ اکتوبر ۱۶۱۹ء میں شہزادہ خرم کے یہاں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تمام ابتدائی علومِ متداولہ اپنے وقت کے جید علمائے کرام و اساتذۂ کرام سے حاصل کئے۔ آپ نے جن اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(1) سعد اللہ خان (2) میر محمد ہاشم (3) ملا عبداللطیف سلطان پوری (4) ملا سید محمد قنوجی (5) ملا احمد جیون اور (6) محمد صالح وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی اجمعین خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اِصلاحات:

نظامِ سلطنت سنبھالتے ہی اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سلطنت میں رائج تمام قسم کے غیر شرعی و غیر اخلاقی رسوم ورواج کو ختم کرنے کی طرف توجہ دی جوان سے پہلے کے مغل بادشاہوں کی دین سے دوری وغفلت کے باعث مسلمانوں میں یہاں تک کہ بادشاہ کے دربار میں بھی رائج ہو چکی تھیں، چند اہم اصلاحات جواورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) اس وقت کے رائج الوقت سکوں پر کلمۂ طیبہ کندہ کیا جاتا تھا، لہٰذا کلمۂ طیبہ کے ادب واحترام میں اس کا کندہ کرنا بند کردیا اس لئے کہ یہ سکے پاک وناپاک ہر قسم کے ہاتھوں میں گردش کرتے تھے۔

(2) شمسی کیلنڈر کے بجائے قمری کلینڈر یعنی سنِ ہجری کو رواج دیا۔

(3) مغل دربار میں جشنِ نوروز بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا انہوں نے اسے فوراً بند کردیا۔ نیز بعد ازاں جشنِ نوروز کے موقع پر امراء بادشاہ کو نذرانے پیش کرتے تھے اس رسم کو بھی فوراً بند کردیا گیا۔

(4) بھنگ کی کاشت ممنوع قرار دے دی گئی۔

(5) مسلمانوں کے اخلاق واطوار کی اصلاح کے لئے محکمۂ احتساب قائم ہوا، ملک کے اندر تمام قصبوں اور شہروں میں محتسب مقرر کئے گئے، جولوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے اور بُرائی سے منع کرتے تھے۔

(6) غلاموں کی خرید وفروخت کو بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

(7) دربار میں ہاتھ اٹھا کر سلام کرنے کی رسم رائج تھی، اسے بھی ختم کردیا گیا، اوراس کی جگہ مسنون طریقہ نافذ کیا گیا۔

دِینی خدمات:

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں جہاں اور دیگر علمی کام سرانجام دیئے گئے اور تحریری وتالیفی کام ہوا وہاں تین اہم کتابیں بھی تالیف کی گئیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(1) ملاحسن نے ''ردّ شیعہ'' تحریر کی جس میں انہوں نے روافض کے اعتراضات کا مدلّل ومسکت جواب دیا۔

(2) ''نجم القرآن'' جسے مولانا محمد مصطفیٰ بن محمد سعید نے تالیف کیا، یہ کتاب قرآن مجید کا انڈیکس تھی، مصنف نے اسے اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب کیا۔

(3) تیسری مشہورِ زمانہ کتاب ''فتاویٰ عالمگیری'' ہے جسے ''فتاویٰ ہندیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینِ اسلام کے لئے ان ہی خدمات کی بدولت کئی علمائے کرام نے آپ کو ''سادس الخلفاء الراشدین''، یعنی: چھٹا خلیفہ راشد قرار دیا ہے، آپ نہ صرف عالم باعمل بلکہ اپنے وقت کے مجدد بھی تھے۔ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے، ٹوپیاں بُننے اور قرآن کریم کی کتابت سے جو آمدنی ہوتی تھی اس سے اپنا گزر بسر کیا کرتے تھے۔

بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے متعلق علماءِ اہلسنت رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال

(1) امامِ اہلسنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اپنے رسالہ ''الیاقوتۃ الواسطۃ في قلب عقد الرابطۃ'' میں آپ کے لئے کچھ اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں: سلطان اورنگزیب ''أنار اللہ برھانہ''۔

(''فتاوی رضویہ'' 21 جلد، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) ملک العلماء مفتی ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں تحریر فرماتے ہیں: اور مجدد مائۃ ثانی عشر (بارہویں صدی کے مجدد) سلطان دین پرور مالکِ بحر و بر، ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیری بادشاہ غازی متولد 1028ھ، متوفی 1117ھ تھے۔ (''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' جلد 3 صفحہ 131 مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(3) مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ ''مرآۃ شرح مشکوۃ'' میں فرماتے ہیں: اس امت کی یہ خصوصیت ہے کہ یوں تو اس میں ہمیشہ ہی علماء اور اولیاء ہوتے رہیں گے لیکن ہر صدی کے اول یا آخر میں خصوصی مصلحین پیدا ہوتے رہیں گے جو سنتوں کو پھیلائیں گے بدعتوں کو مٹائیں گے غلط تاویلوں کو دور کریں گے صحیح تبلیغ کریں گے۔ خیال رہے کہ اس حدیث کی بناء پر بہت لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق مجدد گنائے ہیں کہ پہلی صدی میں فلاں دوسری میں فلاں حق یہ ہے کہ اس سے نہ کوئی خاص شخص مراد ہے نہ کوئی خاص جماعت کبھی اسلامی بادشاہ کبھی محدثین کبھی فقہا کبھی صوفیاء کبھی اغنیاء کبھی بعض حکام دین کی تجدید کریں گے کبھی ایک کبھی ان کی جماعتیں جو دین کی یہ خصوصی خدمت کرے وہی مجدد ہے جیسے ایک زمانہ میں حضرت سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اسلام سے اکبری بدعات کو دور فرمایا اور جیسے قطب الوقت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ یا اس زمانہ میں عالم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ انھوں نے اپنی زبان اور قلم سے حق و باطل کو چھانٹ کر رکھدیا۔ (''مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح'')

(4) ''فتاوی فیض الرسول'' میں مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بادشاہ عالمگیر کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: حضرت محی الدین عالمگیر اورنگ زیب علیہ الرحمۃ والرضوان سلطانِ اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ قرآن عالم

دین عادل متقی پرہیز گار تھے جن کی نگرانی میں ''فتاوی عالمگیری'' جیسی عظیم وجلیل ضخیم کتاب مرتب ہوئی وہ عالم دین نہ ہوگا تو پھر عالم دین کون ہوگا۔

جہاں تک آپ کا دارا شکوہ کو قتل کرانا ہے وہ جائز تھا کیونکہ اگر کسی شرعی وجہ کے پیشِ نظر کسی مسلمان کو قتل کیا جائے تو قاتل پر کوئی شرعی مؤاخذہ نہیں جیسا کہ ڈاکو کو ڈاکہ یا زانی کو زنا کرتے وقت قتل کرنا، یا جو بغیر کسی حق شرعی کے بادشاہ اسلام سے بغاوت کر کے ساعیِ فساد ہو تو ایسے کو قتل کرنا ضروری ہے چنانچہ عالمگیر کا دارا شکوہ کو قتل کرنا اسی قبیل سے تھا کیونکہ دارا شکوہ بانیِ فتنہ وساعیِ فساد ہونے کے ساتھ ساتھ دشمن شعار دین ومروج الحاد وزندقہ تھا کیونکہ ''او بمصاحبت ہنود وجوگیاں بے ایماں شدہ بود'' (ہندوؤں اور پنڈتوں کی صحبت نے اسے بے ایمان کر دیا تھا۔) ملاحظہ ہو ''وقائع عالمگیری'' ص 27 مرتبہ شیخ احمد سنڈیلوی، لہٰذا دارا کا قتل بر بنائے وجہ شرعی ہے۔

رہا شاہجہاں مرحوم پر ظلم وستم کا افسانہ تو یہ من گھڑت کہانی ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ والرضوان شعائر اسلام کے پاسبان، مروج شریعت اسلامیہ، دین کے غازی، مجاہد اور مجدد تھے۔ آپ کے زہد وتقویٰ، حق پرستی عدل وانصاف، حمایتِ دین، نکایتِ مفسدین پر اگر شہادت درکار ہو تو ملاحظہ ہو ''تفسیراتِ احمدیہ''۔

حضرت مولانا احمد جیون علیہ الرحمۃ والرضوان مصنف ''نور الانوار'' حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ والرضوان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: (ناصر الشريعة القويمة سالک الطريقة المستقيمة باسط مهاد العدل والإنصاف هادم أساس الجور والاعتساف مروج الشريعة الغراء مؤسس الملة الحنفية البيضاء صاحب المفاخر صاحب جامع المراتب والمناقب بحر الدرر أبي الظفر مربي ذي الفضل الصغير الكبير محي الدين اورنگ زیب عالمگیر). (''التفسيراتِ الأحمدية'')

''فتاوی عالمگیری'' کے خطبہ میں اکابر علمائے اسلام کی متفقہ گواہی ملاحظہ ہو: (هو المطيم على العدل والشجاعة والندى والمفطور تقنه من الزهد والورع والتقوى أمير المؤمنين ورئيس المسلمين إمام الغزاة ورأس المجاهدين أبو الظفر محي الدين محمد أورنگ زيب عالمگير بادشاه غازى).

(''فتاوی فیض الرسول'' جلد 1 صفحہ 83-82، شبیر برادرز، لاہور)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

ہم یہاں مختصراً امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تعارف پیش کرتے ہیں، جن احباب کو تفصیلی حالات زندگی کا مطالعہ کرنا ہو وہ حضرت علامہ محمد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ''حیاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

ولادت:

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت بریلی شریف کے محلّہ جسولی میں 10 شوال المکرم 1272ھ، بروزِ ہفتہ بوقتِ ظہر مطابق 14 جون 1856ء، کو ہوئی۔ سنِ پیدائش کے اعتبار سے آپ کا تاریخی نام ''المختار'' (1272ھ) ہے۔ آپ کا نام ''محمد'' ہے، اور آپ کے دادا نے ''احمد رضا'' کہہ کر پکارا اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام مروجہ علوم کی تکمیل اپنے والدِ ماجد رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان علیہ الرحمۃ المنان سے کر کے سندِ فراغت حاصل کرلی۔ اسی دن آپ نے ایک سوال کے جواب میں پہلا فتوی تحریر فرمایا تھا۔ فتوی صحیح پا کر آپ کے والدِ ماجد نے مسندِ افتاء آپ کے سپرد کردی اور آخر وقت تک فتاوی تحریر فرماتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بے اندازہ علوم جلیلہ سے نوازا تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کم وبیش پچاس (50) سے زائد علوم میں قلم اٹھایا اور قابل قدر کتب تصنیف فرمائیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہر فن میں کافی دسترس تھی، علم توقیت میں اس قدر کمال حاصل تھا کہ دن کو سورج اور رات کو ستارے دیکھ کر گھڑی ملا لیتے، وقت بالکل صحیح ہوتا اور کبھی ایک منٹ کا بھی فرق نہ ہوتا، علم ریاضی میں آپ یگانہ روزگار تھے، چنانچہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاالدین جو کہ ریاضی میں غیر ملکی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کیے ہوئے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ریاضی کا ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے آئے ارشاد ہوا فرمایئے انہوں نے کہا کہ وہ ایسا مسئلہ نہیں جسے اتنی آسانی سے عرض کروں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کچھ تو فرمایئے وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کیا تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُسی وقت اس کا تشفی بخش جواب دیا انہوں نے انتہائی حیرت سے کہا کہ میں اس مسئلے کے لیے جرمنی جانا چاہتا تھا اتفاقاً ہمارے دینیات کے

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے میری راہنمائی فرمائی اور میں یہاں حاضر ہوگیا یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے ڈاکٹر صاحب بصد فرحت ومسرت واپس تشریف لے گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ داڑھی رکھ لی اور صوم وصلوۃ کے پابند ہوگئے۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم تکسیر، ہیئت، علم جفر وغیرہ میں بھی کافی مہارت رکھتے تھے۔

تصانیف:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کم وبیش مختلف عنوانات پر کم وبیش ایک ہزار کتابیں لکھی ہیں۔ یوں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے 1286ھ سے 1340 تک لاکھوں فتوے لکھے۔ لیکن افسوس کہ سب کو نقل نہ کیا جاسکا، جو نقل کرلئے گئے تھے ان کا نام، ''العطایا النبویہ فی الفتاوی رضویہ'' رکھا گیا۔ ''فتاویٰ رضویہ'' کی 30 جلدیں ہیں جن کے کل صفحات 21656، کل سوالات وجوابات 6847 اور کل رسائل 206 ہیں۔ ہر فتوے میں دلائل کا سمندر موجزن ہے۔ قرآن وحدیث، فقہ منطق اور کلام وغیرہ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وسعت نظری کا اندازہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ کے مطالعے سے ہی ہو سکتا ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چند دیگر کتب کے نام درج ذیل ہیں

(1) ''جد الممتار علی رد المحتار'' پانچ جلدوں میں۔

(2) ''حاشیۃ الطحطاوی علی الدر''

(3) ''سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح'' سچے خدا پر جھوٹ کا بہتان باندھنے والوں کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا جس نے مخالفین کے دم توڑ دیے اور قلم نچوڑ دیے۔

(4) ترجمہ قرآن شریف، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآن مجید کا ترجمہ کا اردو کے موجودہ تراجم میں سب پر فائق ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ترجمہ کا نام ''کنز الایمان'' ہے، جس پر آپ کے خلیفہ صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ لکھا ہے۔

وصال: 25 صفر المظفر 1340ھ مطابق 1921ء کو جمعہ مبارک کے دن ہندوستان کے وقت کے مطابق 2 بج کر 38 منٹ عین اذان کے وقت ادھر مؤذن نے حی الفلاح کہا اور ادھر امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار پر انوار بریلی شریف میں آج بھی زیارت گاہ خاص وعام بنا ہوا ہے۔

تعلیقات یا حاشیہ نگاری

تعلیقات یا تعلیقات نگاری سے مراد کسی متن کی ایسی صراحتیں ہیں جو تفصیل اور تصریح کے سلسلہ میں شرح کی تو محتاج نہیں کہ اس صورت میں اس متن کیلئے شرح کی ضرورت ہوتی اور تعلیقات سے مقصد پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ تعلیقات نگاری میں متن کے کسی نکتہ کے سلسلہ میں کوئی ایسی وضاحت مقصود ہوتی ہے جو صاحبِ متن نے ترک کردی تھی یا کسی ایسے مسئلہ کے سلسلہ میں جو صاحبِ متن نے بیان کیا ہے مزید دلائل و براہین پیش کرنے مقصود ہوتے ہیں یا متن سے کسی مسئلہ کا استخراج کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں تعلیقات نگار ذیلِ متن میں یا متن کے حاشیہ پر اسکو بیان کردیتا ہے یا کسی اختلافی دلیل کو ماتن کے مقابلہ میں پیش کرتا ہے اور ماتن کا تعقب کرتا ہے یا تعارض۔ تعلیقات عموماً متن کے ذیل میں نگارش کی جاتی ہیں البتہ حاشیہ پر اس وقت تعلیقات کو ترقیم کرتے ہیں جبکہ متن پر حواشی کی نگارش مقصود و مطلوب نہیں ہوتی۔

شرح اور تعلیق کا خاص فرق یہ ہے کہ شرح میں متن کی کسی سطر کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا تماموکمال متن کی تصریح وتوضیح کی جاتی ہے اور تعلیقات میں یہ ضروری نہیں۔ تعلیقات نگار متن کے جس جزو کی چاہتا ہے تعلیقات کے ذریعہ وضاحت کرتا اس پر یہ پابندی نہیں کہ شرح کی طرح تمام متن کی وضاحت کرے۔ تعلیقات نگار متن کے جس قدر حصہ پر چاہتا ہے تعلیقات لکھتا ہے اور پھر متن کے اسقدر حصہ کو تحریر کرنے کے بعد خط کھینچ دیتا ہے اور اس کے نیچے "تعلیقات" لکھتا ہے۔ تعلیقات نگاری میں بھی شرح کی مانند اسی دیدہ وری، تبحر علمی، ژرف نگہی، قوتِ استدلال اور موضوع متعلقہ پر کامل عبور درکار ہوتا ہے۔ تعلیقات نگاری، شرح نگاری یا حاشیہ نگاری کی طرح عام نہیں ہے۔

حواشی اور شروح، فقہ و اصولِ فقہ، حدیث و علم کلام، علم منطق اور علم حکمت پر جس قدر لکھے گئے ہیں انکا شمار و بیان مشکل ہے حواشی سے زیادہ شروح لکھی گئی ہیں تعلیقات ان دونوں سے بہت کم ہیں۔

محققِ دوراں، فقیہ زمان محمد بن احمد بن محمود نسفی (متوفی سنہ 414ھ) تعلیقات نگاری میں اولیت کا شرف رکھتے ہیں، آپ نے علم خلاف پر تعلیقات تحریر کی ہیں، علامہ محمد بن احمد بن محمد بن احمد محمود نسفی فقیہ، محدث و متکلم جو حنفی المذہب اور اشعری الاعتقاد تھے اور موصل میں مدتوں میں منصب قضاء پر آپ فائز رہے، فقہ کی بعض کتب پر آپ کی تعلیقات مشہور ہیں۔

علامہ ابن صائغ یعنی محمد بن عبدالرحمٰن بن علی المعروف بہ شمس الدین ابن صائغ کی تعلیقات "التعلیقة في مسائل الدقیقة" کے نام سے مشہور ہیں۔

حاشیہ اگر چہ شرح کی طرح لازمہ ہر سطر نہیں ہوتا لیکن شرح سے زیادہ وقتِ نظر کا طالب وخواہاں ہے محشی اپنے نقطۂ نظر سے جس جملہ، جس کلمہ یا جس لفظ کو تصریح وتوضیح کے لئے ضروری خیال کرتا ہے اسکو حاشیہ کے لئے منتخب کرتا ہے کہیں معنی کی وضاحت مقصود ہوتی ہے کہیں تصریح اور توضیح کی بجائے وہ ماتن سے اختلاف کرتا ہے اور اس اختلاف کو وہ ماتن کے معاصرین، دوسرے مصنفین، ماتن کے پیشروں کے بیان کے حوالوں سے مستدل ومبرہن کرتا کبھی خود ہی اختلاف پر دلیل پیش کرتا ہے۔ اس مراحل سے گزرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ محشی کی نگاہ ان تمام کتابوں تک پہنچتی ہو جس کو وہ اس تعقب میں بطور استدلال پیش کرسکتا ہو۔ کتب حدیث اور کتب فقہی پر حاشیہ نگاری اس اعتبار سے ایک بڑا مشکل مرحلہ ہے کہ ہر دو موضوعات پر ہزاروں کتابیں تصنیف وتالیف کی گئی ہیں۔

اصل متون کی صدہا شرحیں اور پھر ان شرحوں پر بے شمار اصحاب علم وفکر کے اقوال بطور تائید یا تعریض موجود ہیں۔ محشی کے مطالعہ سے جب تک یہ کتابیں نہ گزری ہوں نہ وہ حوالہ دے سکتا نہ اپنے قول یا اپنے اعتراض کے تائید میں کسی حوالہ کو پیش کرسکتا ہے نہ کسی کے قول کو دلیل بنا سکتا ہے۔ غرضیکہ محشی کیلئے وسعت مطالعہ، قوت استخراج واستدلال، جودت فکر وذہن، تبحر علمی اور کمال فن ایسے لوازم ضروری ہیں کہ انکے بغیر وہ حاشیہ نگاری کے مشکل راستہ پر قدم نہیں اٹھا سکتا اور ان لوازم کے ساتھ قوت تحفظ وتذکر بھی بہت ضروری ہے پھر بیان پر اسکو اس قدر قدرت حاصل ہو کہ وہ اپنے اعتراض کو اپنے تعقب کو جو اس نے دوسرے پر کیا ہے مختصر سے مختصر الفاظ میں پیش کرسکے کہ حاشیہ، تعلیقات یا شروح تو نہیں کہ تفصیل کا متحمل ہوسکے، اگر چہ متقدمین فضلاء وعلماء نے بعض ایسے حواشی بھی تحریر کیے ہیں جو اصل متن سے بڑھ گئے لیکن اس میں تشریحی رنگ پایا جاتا ہے۔ حاشیہ نگاری میں حاشیہ نگار کی نظر اس قدر وسیع ہوتی ہے کہ اکثر مقامات پر وہ ماتن کو راہِ صواب دکھاتا ہے اور اسکی غلطی سے آگاہ کرتا ہے۔ اس منزل پر محشی کا تبحر علمی ماتن سے بمراحل آگے بڑھ جاتا ہے۔ اسلاف پرستی یا شہرتِ بزرگی یا طنطنہ عظمت وسربلندی کو وہ اپنی راہ میں حائل نہیں ہونے دیتا۔

فقہ میں اس حاشیہ نگاری نے ہماری بڑی رہنمائی کی ہے، ہم امور دنیا میں جب ایسے مقام پر راہنمائی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جہاں ہمارے اسلاف کرام نے ہمارے لئے راستہ متعین نہیں کیا ہو تو مستند اور متبحر علمائے کرام کے یہ حواشی ہماری راہنمائی فرماتے ہیں اور شاید ہمارے بزرگوں اور علمائے سلف نے حاشیہ نگاری کو اسی غرض سے اپنایا تھا کہ مسائل یومیہ اور معاملات روزمرہ میں جہاں کہیں ہم کو کسی عقدہ لاینحل سے دوچار ہونا پڑے تو یہ حواشی ہماری عقدہ کشائی کریں۔

دیگر حاشیہ نگاروں سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف مجددِ دین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے حواشی اور تعلیقات کے مقام پر کچھ عرض کروں تا کہ آپ کے حواشی کا مقام اور مرتبہ معلوم ہو جائے، اور یہ جائزہ اس لئے پیش کیا جا رہا ہے کہ تا کہ ارباب علم وفضل کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت والا مرتبت کا پائگاہ علم کیا ہے اور انکے تبحر علمی کی وسعتوں اور پہنائیوں کا کیا عالم تھا؟ انکے فکر کی گہرائی کس منزل پر تھی ان کی فکر سا کن کن مناروں پر کمند ڈالتی تھی۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مقلد تھے آپ کا مسلک حنفی تھا لیکن آپ ایسے مقلد تھے جس کی تقلید کے دامن میں اجتہاد کی وسعتیں اپنی تمام تر گیرائیوں اور گہرائیوں کے ساتھ سمٹ کر آ گئی تھیں۔ وہ مجدد تھے لیکن ایسے مجدد کہ آپ کے تجدد نے علم وفکر کے ان گوشوں تک صاحبان طلب کو پہنچایا جو رہنمائی کی نایابی کے باعث مجبور ہو کر بیٹھ گئے تھے، اسلاف پرستی اور شخصی عظمتوں کے اعتبارات علم وفضل نے تحقیق وتجسس، تفحص وتفکر کے راستوں پر اعتماد ویقین کے ایسے دبیز پردے ڈال دیئے تھے کہ نئے راستے ہی نہیں بلکہ قدیم راستے بھی چھپ گئے تھے اور مدتوں سے قدم نا آشنا بن چکے تھے۔

حضرت قدس سرہ بھی عظیم المرتبت اسلاف وبزرگان دین وملت کے خوشہ چین، انکے فضل وکمال کے معترف، انکی عظمتوں کے مقر، انکی رفعتوں کے حاکی، انکے علو واعزاز کے قائل، انکے علمی تبحر کو اُجاگر کرنے والے، انکے فضل وکمال کی شہادت دینے والے اور ان کے کمالات کو سراہنے والے تھے۔ کیا زبان سے اور کیا اپنے بیان سے لیکن انکی بصیرت اس راہ میں انکی راہنمائی کو موجود رہتی تھی، اسلاف کے نقش قدم پر چلنے سے پہلے اس کی صحیح سمت کا اندازہ لگائے تب قدم تقلید میں اٹھاتے۔

آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متشدد متبع اور سچے مقلد تھے لیکن اس کے یہ معنی آپ کی نظر میں نہ تھے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اخلاف اور فقہائے متبعین ومقلدین کے سامنے بھی اس طرح سر جھکا دیا جائے جس طرح حضرت امام اعظم کی اصابت رائے اور اجتہاد فکر اور قیاس اور استحسان کے سامنے کہ آپ اس کو زر کامل عیار سمجھتے ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صاحبین کے بعد جب اجتہاد کے دروازے بند ہوئے اور تقلید کا دور شروع ہوا اور اس دور تقلید میں فقہائے حنفیہ نے اپنی تصنیفات سے احناف کے خزانوں کو معمور کر دیا اور ایسا معمور کر دیا کہ اس میں زیارت واضافہ کی بمشکل گنجائش چھوڑی اور ان کی عظمت وشہرت کے طنطنے سے گوشہ ہائے فکر وعمل گونجنے لگے تو اس وقت ایک طرف تو تقلید کا سر رشتہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا جا رہا تھا اور دوسری طرف جدل وخلاف کے طفلان شہ زور پیدا ہوئے اور رفتہ رفتہ نشو ونما پا کر منہ زور نوجوان بن گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شامل حال تھا کہ جدل وخلاف کی یہ زد منقولات سے زیادہ معقولات پر پڑی۔ ایک فرد کی تفحص وتلاش پر دوسرے فرد نے اعتراض کیا اس اعتراض کو کسی تیسرے نے رد کیا اور

اس تیسرے نے اپنے مستنبط اور مستخرج مسئلہ کو شدومد کے ساتھ پیش کر کے معترض کے لئے فرار کا راستہ بند کر دیا۔

اس اختلاف کا مبنی خدانکردہ اغراض نفسانی نہیں تھے بلکہ قرآن حکیم کے بعد حدیث نبوی کا ایک بحر ناپیدا کنار ٹھاٹھیں مار رہا تھا، صاحبان فکر ونظر نے اس میں غواصی کی کسی کے ساتھ موتی لگے کوئی خالی ہاتھ جب اُبھر کر آیا تو اس نے محض صدف ہی کو غنیمت سمجھا۔ چنانچہ حدیث نبوی کے دریائے شیریں سے چار نہریں جاری ہوگئیں یہ نہریں نکالنے والے حضرات اُمتِ مسلمہ کے عظیم ترین رجال تھے۔

تدوین حدیث کا کام تیزی سے جاری وساری تھا، جوامع، مسانید، موطات اور معاجم مرتب ہو رہی تھیں جو احکام فقہی کا ماخذ ومبنی بنتی جارہی تھیں، احادیث میں صحیح، حسن، ضعیف، شاذ ومعلل غرضیکہ ہر نوع کی احادیث موجود تھیں۔ مسائل کے استخراج واستنباط میں یہی ماخذ ومبنی تھیں نتیجہ ظاہر ہے کہ اختلاف آراء پیدا ہوا اور یہی ان اختلافات کا مستدلل ٹھہریں۔ غرضیکہ دوسری صدی ہجری سے تیرھویں صدی ہجری تک ان مسائل مختلفہ کے ضبط وجمع کا سلسلہ جاری ہوا اور ہزاروں تصانیف ان کی شروح، بے شمار حواشی اور تعلیقات فکر وقلم نے اپنی یادگاریں چھوڑیں۔

یہ حواشی، تعلیقات وشروح فکر وفہم کے ایسے آئینے ہیں جن میں آپ کو اسلاف کے پاکیزہ چہرے نظر آئیں گے، چودھویں صدی ہماری ژرف نگہی ودقتِ نظر کے انحطاط کا دور ہے یہی وجہ ہے کہ اس صدی میں آپ کو تفسیر وحدیث، فقہ واصول پر تصانیف وشروح اور حواشی بہت کم نظر آئیں گے۔

درس نظامی میں جو کتب شامل تھیں ان کا درس اب بھی دیا جاتا ہے لیکن وہ شعور وفکر وفہم اور جو ہر دقتِ نظر مفقود ہے جو ہمارے اسلاف کا گرانقدر سرمایہ تھا علم وفکر کا وہ دورِ ارتقاء ختم ہوگیا۔ ''ہدایہ''، ''قدوری''، ''بزدوی'' کے متعدد حاشیے اور شروح لکھی گئیں۔ ''تنویر الابصار'' کی شرح ''درمختار'' اور ''درمختار'' کی شرح ''ردالمحتار'' لکھی گئیں۔ علامہ محب اللہ الٰہ آبادی کی مسلم پر شروح اور حاشیہ کا گرانقدر سرمایہ مرتب ہوگیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلاف والا مرتبت جو علم وفن کی بلندیوں پر کمندیں ڈالتے تھے۔ ان سے معارضہ اور تعاقب کوئی آسان بات تو نہ تھی انکے اقوال کو پرکھنے کیلئے ان کے اقوال میں تعقب کیلئے قول مرجح کو پیش کرنے کیلئے ویسا ہی فضل وکمال درکار تھا جیسا کہ علمائے متقدمین کو حاصل تھا۔

میں اگر مثالیں پیش کروں تو اک سفینہ درکار ہوگا صرف یہ عرض کرنا مقصود تھا کہ کسی کتاب پر حاشیہ لکھنا یا تعلیقات پیش کرنا یا کسی کتاب کی شرح لکھنا خواہ اس کا موضوع کچھ ہو وہ حدیث کی کتاب ہو یا فقہ کی، اصول حدیث کی ہو یا اصول

فقہ کی، وہ تفسیر ہو یا کسی کتاب کی شرح اس پر حاشیہ نگاری اسی وقت ممکن ہے کہ محشی کم از کم اتنا ہی صاحب بصیرت ہو اور اسکی نگاہ اتنی ہی تیز رو اور دور رس ہو جو صاحب تصنیف کا وصف رہا ہے اور اگر حاشیہ میں صاحب متن کا حاشیہ نگار نے تعقب کیا ہے یا تخطیہ یا اسکی سہو و نسیان کی نشاندہی کی تو انصاف شرط ہے۔

آپ ہی بتائیں کہ محشی کی علمی حدود کیا ہونی چاہئیں؟ صاحب متن سے کم علم رکھنے والا کیا ماتن کے سہو و نسیان کی نشاندہی کر سکے گا یا اس کی غلطی یا سہو و نسیان سے اس کو آگاہ کر سکے گا؟ حاشیہ نگار حضرات میں ایسے ایسے صاحبان فضل و کمال ہیں کہ عقل و آگہی ان کے سامنے سرِ عقیدت جھکاتی ہے۔ تاریخ ان کی نشاندہی پر نازاں ہے اور علم و فضل کے طرہ ہائے شان ان کے سروں پر نازاں ہیں۔

ان سب حضرات نے اپنے اسلاف۔ رام کا بھرپور احترام کیا ہے اور ان بزرگوں کی عقیدت کشی پر نازاں ہیں لیکن جب حاشیہ نگاری کی ہے تو علم و کمال کے تقاضوں د بورا کیا اور ارادت و عقیدت کو ان تقاضوں کی ادائیگی کی راہ میں حائل نہ ہونے دیا، اسی طرح امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس راہ میں قدم رکھا تو باوجودیکہ ان اسلاف ذوی الاحترام کے لوازم اعزاز و احترام قدم قدم پر انہوں نے پورے کیے ہیں لیکن جہاں بات حق گوئی اور حق نگاری کی آپڑی ہے وہاں انہوں نے اس کے بیان کرنے میں کوئی جھجک پیدا نہیں ہونے دی اور جو کچھ کہا ہے اس میں ادب ملحوظ رکھا ہے اور اسی طرح کہا ہے کہ اپنے اختلاف کو فاضلین فن کے اقوال سے اور اس فن کی کتب کے حوالوں سے مبرہن کیا ہے عقلی و نقلی دلائل سے اپنے قول کا استدلال پیش کیا۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا قدس سرہ نے حاشیہ نگاری میں صرف اعتراضات کو اپنا نصب العین بنایا ہے، جی ایسا نہیں ہے آپ حاشیہ نگاری میں کہیں قول ماتن کی تصریح فرماتے ہیں جہاں قولِ ماتن کو شواہد و دلائل سے مستحکم و مبرہن کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو اس کے مطابق دلائل پیش کرتے ہیں تعقب صرف اسی جگہ فرماتے ہیں جہاں ماتن نے خطاء کی ہے اور آپ اس کی نشاندہی اکثر لفظ ''صواب'' سے فرماتے ہیں تا کہ ادب کی قدروں میں حرف نہ آئے۔

مختلف الموضوعات کتب پر ان گرانمایہ حواشی کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دنیائے علم و فضل کو معلوم ہو جائے کہ آفتاب علم و فضل حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ضیائیں کس درجہ عالم افروز ہیں اور آپ نے کیسے تاریک گوشوں کو روشن کیا ہے اور ذرہ ہائے فقہ اور اصول فقہ کو روشن فرمایا ہے اور آپ کے تبحر علمی نے کیسی کیسی نکتہ آفرینیاں علوم دینی میں فرمائی ہیں اور اکابر محدثین و فقہا کے متون کی کس طرح تنقیح اور توضیح کی ہے اور آپ کی فکر رسا نے کن

اچھوتے نکات کو منقح کیا ہے اور آپ کی نگاہ علمی نے کیسی کیسی گرانمایہ کتب کا جائزہ لیا ہے حدیث وفقہ، اصول حدیث، اصول فقہ، ان کی شروح اور ان کے حواشی تک آپ کی دسترس تھی۔ بارہ سو سال کی مدت میں جو کتب اسلامیہ پر تصنیف ہوئیں خواہ وہ علوم نقلیہ سے ہوں یا علوم عقلیہ سے وہ کتب تاریخ ہوں یا کتب طبقات، کتب جدل وخلاف ہوں یا کتب حکمت و منطق ہوں ہر ایک پر آپ کی نظر اس قدر گہری تھی کہ محسوس ہوتا ہے جیسے یہ کتاب آپ کے مطالعہ میں عرصہ تک رہی ہے۔ آپ اپنے حواشی میں جب تک ماتن کا تعقب کرتے ہیں یا راہ صواب دکھاتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے اور یہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کا تبحر علمی حقیقت میں ایک بحر ناپیدا کنار تھا۔ خدا کرے کہ ہم آپ کے علمی کمالات کے ان گوشوں کی رونمائی میں کامیاب ہوسکیں تاکہ حق رضویت ادا ہو سکے۔ (ملخص از مقدمہ "امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری"، علامہ شمس الحسن شمس بریلوی علیہ الرحمۃ)

تعلیقات رضا میں سے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی ایک تعلیق "فتاوی ہندیہ" پر بھی تھی جس میں سے ہمیں صرف کتاب السیر کے نویں باب "احکام المرتدین" پر ہی تعلیقاتِ رضا میسّر آئیں، جس کا اہتمام حضرت علامہ مولانا قاضی محمد عبدالرحیم بستوی مدظلہ العالی ودامت فیوضہ، نے اصل مسودے سے لکھ کر علیحدہ تحریر فرمایا۔ اس کتاب میں ان ہی گوہر پاروں کو حتی الامکان دور جدید کے تقاضوں کے مطابق پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے، اس پر کئے گئے کام کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(1) اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلا حصہ "عربی" میں جبکہ دوسرا "اردو" زبان میں ہے۔

(2) "فتاوی عالمگیری" سے کتاب السیر کے نویں باب "احکام المرتدین" کو مکمل لے کر اس پر تعلیقاتِ رضا کا اہتمام کیا گیا ہے، تاکہ قاری کی پڑھتے وقت دلچسپی برقرار رہے۔

(3) حتی الامکان عربی میں جدید رسم الخط کا اہتمام کیا گیا ہے، کتابوں کے نام انورٹڈ کوماس " " میں لئے گئے ہیں۔

(4) آیات قرآنیہ کے بعد ہی اس کی تخریج کی گئی ہے اور امتیاز کیلئے پھول دار بریکٹ ﴿ ﴾ کا اہتمام بھی کیا ہے۔

(5) احادیث کریمہ وآثار وغیرہ کو قوسین (ڈبل بریکٹ) (( )) میں لیا گیا ہے۔

(6) ضرورتاً بعض مقامات پر حوالہ جات کی تخریج، اور چند اصطلاحات کی تعریف بھی کردی گئی ہے۔

(7) جہاں کہیں اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے کسی عبارت پر کلام فرمایا تو ان مقامات کی مقولہ نمبرنگ کی گئی ہے۔

(8) اردو میں تقریباً ہر نئے مسئلہ کو نئی سطر سے شروع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(9) بعض مقامات پر موقع کی مناسبت کے لحاظ سے امامِ اہلسنت کے دونوں صاحبزادوں حجۃ الاسلام محمد حامد رضا خان اور مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری رحمہم اللہ تعالی اجمعین کے فتاوی بطورِ افادہ حاشیہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

عرض: تمام قارئین کرام خصوصاً علمائے اہلسنت کثرھم اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض ہے کہ اگر آپ اس کتاب میں کسی قسم کی شرعی غلطی پر مطلع ہوں تو براہِ کرم ہمیں تحریری طور پر آگاہ کر کے ہماری اصلاح فرمائیں۔

ہم اپنے اُن تمام احباب کا تہہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس ''کاوش'' میں ہمارے ساتھ تعاون فرمایا، خصوصاً مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب جنہوں نے فارسی عبارات کا ترجمہ فرمایا، نیز سید عمران عطاری اور سید منیر عطاری کے بھی شکرگزار ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان تمام احباب کو دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے، اور اسی طرح دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین! یا ربّ العلمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللّٰہ تعالی علیہ و آلہ وصحبہ وسلم.

دعاؤں کے طلبگار:

حامد علی علیمی و محمد کفیل رضا مدنی غفر لہما

باب نہم: مرتدین کے احکام کا بیان

مرتد کی تعریف: مرتد عرف میں اُس شخص کو کہتے ہیں جو دین اسلام سے پھر جائے، اسی طرح ''نہر الفائق'' میں ہے۔اور ارتداد کا رُکن، ایمان کے بعد زبان پر کلمۂ کفر جاری کرنا ہے۔ارتداد کے صحیح ہونے کی چند شرائط ہیں:

(1) **عقل:** لہٰذا مجنون اور نا سمجھ بچہ کا ارتداد درست نہیں، اور ایسا مجنون کہ کبھی صحیح ہو جاتا ہے اور کبھی مجنون، تو حالتِ جنون میں اس کا ارتداد درست نہیں، جبکہ حالتِ اِفاقہ میں درست ہوگا، اسی طرح نشہ میں چُور ایسا شخص جس کی عقل جاتی رہی، اس کا ارتداد بھی درست نہیں۔اور بالغ ہونا شرط نہیں، اسی طرح مذکر ہونا بھی شرط نہیں۔

(2) **طوع (مجبورِ شرعی نہ ہونا):** لہٰذا جو شخص مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا اس کا ارتداد صحیح نہیں، اسی طرح ''بحر الرائق'' میں ''بدائع'' سے نقل کیا گیا ہے۔اور سمجھ دار بچہ وہ ہے جو یہ جانتا ہو کہ دینِ اسلام نجات کا سبب ہے، اور حرام کو حلال سے، ناپاک کو پاک سے اور میٹھے کو کڑوے سے تمیز کر سکتا ہو، اسی طرح ''سراج الوہاج'' میں ہے۔اور ''فتاوی قاری الہدایہ'' میں ''سمجھداری'' کا تعین بچہ کے سات برس ہونے سے فرمایا ہے، اسی طرح ''نہر الفائق'' میں ہے۔

جس کو مرض برسام[1] لاحق ہوا یا کوئی ایسی چیز کھلادی گئی جس سے عقل جاتی رہی اور ہذیان (مغلظات) بکنے لگا اور مرتد ہو گیا، تو یہ ارتداد نہ ہوگا اور اسی طرح اگر معتوہ[2] ہو یا موسوس (وسوسہ والا) یا اور کسی وجہ سے اس کی عقل مغلوب ہو گئی (پھر اس حالت میں کفر بکا) تو اس کا بھی یہی حکم ہے، اسی طرح ''سراج الوہاج'' میں ہے۔

جب کوئی مسلمان معاذ اللہ اسلام سے پھر گیا تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا، اگر اسے کسی قسم کا شبہہ ہو جس کا وہ اظہار کرے، تو اس کی وضاحت کر کے اس شبہ کو دُور کیا جائے، مگر یہ اسلام کا پیش کرنا مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالی کے قول کے مطابق، واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، اسی طرح ''فتح القدیر'' میں ہے۔اور وہ تین روز تک قید خانہ میں رکھا جائے گا پس اگر اس میں مسلمان ہو گیا تو خیر، ورنہ قتل کر دیا جائے، اور یہ بھی اسی وقت ہے کہ اس نے کچھ مہلت مانگی ہو اور اگر مہلت طلب نہ کی ہو تو اسی وقت قتل کر دیا جائے گا، نیز اس حکم میں غلام و آزاد کے درمیان کچھ فرق نہیں، اسی طرح ''سراج الوہاج'' میں ہے۔

---

1 ذات الجنب کا مرض، یعنی: عرق النساء کا مرض۔ (''فیروز اللغات'')

2 **معتوہ کی تعریف:** عقل کے اندر ایسی خرابی، خلل یا فتور کا پیدا ہو جانا ہے جو آدمی کو کم سمجھ بنا دیتی ہے اور انسان کے کلام میں روانگی کم ہو جاتی ہے اور امور میں صلاحیتِ تدبیر وغور وفکر کالعدم ہو جاتی ہے۔ (''تبیین الحقائق'')

اور اس کے مسلمان ہونے کی صورت یہ ہے کہ کلمہ شہادت کی گواہی دے اور اسلام کے سوا باقی تمام ادیان سے بیزاری کا اظہار کرے اور اگر اسی مذہب سے جس کی طرف منتقل ہوا، بیزاری کا اظہار کیا جب بھی کافی ہے، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔ ناطفی نے امام حسن رحمہما اللہ تعالیٰ کی ''کتاب الارتداد'' سے ''اجناس'' میں نقل کیا کہ اگر مرتد نے توبہ کی اور اسلام کی طرف لوٹ آیا پھر کافر ہو گیا یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ ایسا ہی کیا اور ہر بار امام (یعنی: قاضیِ اسلام) سے مہلت مانگی تو امام اسے تین دن کی مہلت دے گا پھر اگر چوتھی بار بھی اس نے کفر کیا (پھر مہلت مانگی) تو امام اس کو مہلت نہ دیگا چنانچہ اگر مسلمان ہو گیا تو خیر، ورنہ اس کو قتل کردے گا۔

اور امام کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی ''مختصر'' میں فرمایا کہ اگر تیسری بار کے بعد بھی اسلام سے پھر گیا اور امام کے پاس لایا گیا تو امام اب بھی اس سے توبہ کرنے کو کہے گا۔ پس اگر اس نے توبہ نہ کی تو اسے قتل کردے گا اور اس کو مہلت نہ دے گا۔ اور اگر توبہ کی تو اس کو تکلیف دہ مار مارے گا مگر اس قدر نہ ہو گی کہ حدِ شرعی کے درجہ تک پہنچ جائے، پھر اس کو قید کردے گا اور قید خانہ سے نہیں نکالے گا یہاں تک کہ اس پر توبہ کے آثار ظاہر ہوں اور اس کے ظاہری حال سے ایسے شخص کا سا حال ظاہر ہو جو اخلاص سے توبہ کرتا ہے، پھر جب وہ ایسا کرے تو اسے رہا کردیا جائے گا، پھر اگر رہا ہونے کے بعد دوبارہ اس نے ارتداد اختیار کیا، تو ہمیشہ اس کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اسلام کی طرف رجوع کرے اور قتل نہ کیا جائے گا مگر یہ کہ اسلام لانے سے انکار کرے، اور شیخ ابو الحسن کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ ہمارے تمام اصحاب کا متفقہ قول ہے کہ مرتد سے ہمیشہ توبہ کرنے کو کہا جائے گا، اسی طرح ''غایۃ البیان'' میں ہے۔

اور اگر اس پر اسلام پیش کرنے سے پہلے کسی نے اس کو قتل کردیا یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے، اسی کی مثل ''فتح القدیر'' میں ہے۔

نیز قاتل یا قاطع پر کوئی تاوان بھی واجب نہ ہوگا، ہاں اگر اس نے امام کی اجازت کے بغیر ایسا کیا، تو اسے اس کے اس عمل پر تادیباً سزا دی جائے گی، اسی طرح ''غایۃ البیان'' میں ہے۔

اور اگر سمجھدار بچہ مرتد ہوا تو امام اعظم ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کا ارتداد معتبر ہے، اور اس پر اسلام لانے کے لئے جبر کیا جائے گا البتہ قتل نہیں کیا جائے گا، اسی طرح ''سراج الوہاج'' میں ہے۔

اور ایسے ہی اگر مراہق (قریب البلوغ) بچہ مرتد ہوا تو اس کا بھی یہی حکم ہے، اسی کی مثل ''محیط سرخسی'' میں ہے۔

اور مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ قید میں رکھا جائے گا یہاں تک کہ اسلام لے آئے، اور ہر تین دن میں ایک بار اسے مارا جائے گا تاکہ اسلام لے آئے، لیکن (توبہ سے پہلے) اگر کسی نے اُسے قتل کر دیا تو شبہہ کی وجہ سے، قاتل پر کچھ لازم نہ ہوگا۔

مرتدہ باندی پر (اسلام لانے کے لئے) اس کا آقا، جبر کرے گا کیونکہ اس میں دونوں حق جمع ہو جاتے ہیں وہ اس طرح کہ آقا کا مکان اس مرتدہ کے لئے قید خانہ کر دیا جائے گا اور آقا کو اس سے اپنی خدمت لینے کے ساتھ (اسلام لانے کے لئے اسے) تادیباً مارنے کا حق بھی سپرد کر دیا جائے گا۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''کتاب الاصل'' میں فرمایا: (ایک قول یہ ہے) کہ مرتدہ باندی کو اسکے آقا کے سپرد اس وقت کیا جائے گا جبکہ اسے (خدمت وغیرہ کی) ضرورت ہو۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ مرتدہ باندی کو اس کے سپرد کر دیا جائیگا چاہے اسے اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو، چاہے وہ اسے مانگے یا نہ مانگے، اسی طرح ''تبیین'' میں ہے۔ ہاں مگر اس کا آقا اس سے وطی نہیں کرے گا، اور سمجھدار بچی کا حکم بالغہ کی طرح ہے جبکہ خنثیٰ مشکل کا حکم عورت کی طرح، اسی کی مثل ''نہر الفائق'' میں ہے۔

اور آزاد مرتدہ جب تک دار الاسلام میں موجود ہے، اس وقت تک گرفتار کر کے باندی نہیں بنائی جائے گی، پس اگر وہ دار الحرب میں چلی گئی پھر گرفتار کر کے لائی گئی، تو اب باندی بنائی جائے گی، اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ''نوادر'' میں یہ روایت بھی منقول ہے: وہ دار الاسلام میں بھی باندی بنائی جائے گی، بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں اگر اس روایت کے موافق ایسی مرتدہ کے حق میں فتویٰ دیا جائے جس کا شوہر موجود ہے، اور چاہئے کہ اس کا شوہر اسے امام سے خرید لے، یا امام خود اُس مرتدہ کو اس کے شوہر کو ہبہ کر دے بشرطیکہ وہ مصرف ہو (بیت المال سے مال لینے کا مستحق ہو) تو وہ اس مرتدہ باندی کا مالک ہو جائے گا، اور ایسی صورت میں وہی اس کے قید کرنے اور اسلام لانے کے لئے مارنے کا مستحق ہوگا، اسی طرح ''فتح القدیر'' میں ہے۔

بشر بن ولید نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کیا: اگر مرتد نے ارتداد کا انکار کیا اور توحیدِ باری تعالیٰ، رسالتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دینِ اسلام کی حقانیت کا اقرار کیا تو یہ اس کی طرف سے توبہ قرار دی جائے گی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

مرتد کے ارتداد سے اس کی ملک اس کے مال سے وقتی طور پر زائل ہو جاتی ہے پس اگر وہ پھر مسلمان ہو گیا تو اسے ملکیتِ مال دوبارہ حاصل ہو جائے گی، اور اگر حالت ارتداد میں ہی مر گیا یا قتل کر دیا گیا تو جو کچھ حالتِ اسلام میں کمایا تھا اس

کا مسلمان وارث، اس میں سے اس کے قرض کی ادائیگی کے بعد جو اس نے حالتِ اسلام میں لیا، میراث پائے گا، اور جو کچھ اس نے حالتِ ارتداد میں کمایا ہے وہ اس کی احالتِ ارتداد کا قرضہ دینے کے بعد فئی ہوگا (یعنی: بیت المال میں چلا جائے گا)، یہ حکم امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتد کی اس کے مال سے ملکیت زائل نہیں ہوتی۔

مرتد کے وارث کے بارے میں امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مختلف روایات ہیں چنانچہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کیا کہ مرتد کی موت، اس کے قتل، یا اس کے دار الحرب میں جا ملنے کا حکم دیئے جانے کے وقت ان کا وارث ہونا معتبر ہوگا، اور یہی اصح ہے۔

اور اگر مرتد مر گیا یا قتل کر دیا گیا یا اس کے دار الحرب میں جا ملنے کا حکم دیا گیا، تو اس کی مسلمان بیوی جب تک عدت میں ہے، اس کی وارث ہوگی، اس لئے کہ وہ ارتداد کی وجہ سے وراثت سے بھاگنے والے کے حکم میں ہو گیا، کیونکہ ارتداد بمنزلۂ مرض کے ہے، اور مرتدہ کا شوہر اس کا وارث نہ ہوگا مگر یہ کہ عورت مریضہ ہو تو وہ وارث ہوگا اور اس عورت کے تمام اقارب بھی اس کے وارث ہونگے یہاں تک کہ اس مال کے بھی، جو اس نے حالتِ ارتداد میں کمایا، اسی طرح ''تبیین'' میں ہے۔

اور اگر کوئی دار الحرب میں مرتد ہو کر جا ملا، یا حاکم نے اس کے (دار الحرب میں) جا ملنے کا حکم دے دیا، تو اس کے تمام مملوک مدبر وام ولد سب آزاد ہو جائیں گے اور اس کے تمام قرضے جو میعادی تھے اسی وقت واجب الادا ہو جائیں گے، اور جو کچھ اس نے حالتِ اسلام میں کمایا تھا، تو وہ باتفاق ہمارے علمائے ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ، اس کے مسلمان وارثوں کو دیا جائے گا۔

اور حالتِ اسلام میں اس نے جو وصیت کی، اس کے بارے میں ''مبسوط'' وغیرہ میں بغیر کسی اختلاف کو ذکر کئے فرمایا: یہ وصیت مطلقاً باطل ہو جائے گی، چاہے وصیت نیک کام کی ہو یا نیک کام کی نہ ہو، اسی طرح ''فتح القدیر'' میں ہے۔

اور جب تک مرتد دار الاسلام میں اسلام و کفر کے مابین متردد (پریشان) ہو اس وقت تک قاضی ان مذکورہ احکام میں سے کسی کا حکم نہیں دے گا، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

مرتد کے تصرّفات کا حکم

مرتد کے حالتِ ارتداد میں تصرف کی چار صورتیں ہونگی:

اوّل: وہ تصرف جو آئمہ کے نزدیک بالاتفاق نافذ ہوگا، جیسے قبولِ ہبہ واستیلاد (ام ولد بنانا) چنانچہ اگر اس کی باندی کے بچہ پیدا ہوا اور اس نے اپنے نسب کا دعوی کیا تو بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا، نیز وہ بچہ اس کا دیگر وارثوں کے ساتھ وارث ہوگا، اور وہ باندی اس کی اُم ولد ہو جائے گی، اسی طرح تسلیم شفعہ، اور اپنے ماذون غلام کا اختیار سلب کرنا بھی نافذ ہوگا۔

دوم: وہ تصرف جو آئمہ کے نزدیک بالاتفاق باطل ہوگا جیسے نکاح کرنا، پس اس کا کسی مسلمان، مرتدہ، ذمی، آزاد، یا باندی عورت سے نکاح کرنا ناجائز ہے، اسی طرح اس کا ذبیحہ مردار اور اس کا شکار حرام ہوگا اگرچہ شکاری کتے، باز، یا تیر وغیرہ سے شکار کرے۔

سوم: وہ تصرف جو تمام آئمہ کے نزدیک موقوف ہوگا اور وہ (شرکتِ) مفاوضہ [1] ہے، تو اگر اس نے کسی مسلمان سے شرکتِ مفاوضہ کی، تو تمام آئمہ کے قول کے مطابق یہ موقوف ہوگی، پھر اگر وہ اسلام لے آئے تو مفاوضہ نافذ ہو جائے گا اور اگر حالت ارتداد پر مر گیا، قتل کر دیا گیا، یا دار الحرب سے جاملا نیز قاضی نے بھی اس کے دار الحرب سے جاملنے کا حکم دے دیا، تو صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مفاوضہ باطل ہو کر شرکۃ العنان ہو جائے گا، جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اُصلاً باطل ہو جائے گا۔

---

1. شرکت مفاوضہ کی تعریف: یہ وہ شرکت ہے کہ جس میں ہر ایک دوسرے کا وکیل وکفیل ہو یعنی: ہر ایک کا مطالبہ دوسرا وصول کر سکتا ہے اور ہر ایک پر جو مطالبہ ہوگا دوسرا اُسکی طرف سے ضامن ہے اور شرکتِ مفاوضہ میں یہ ضرور ہے کہ دونوں کے مال برابر ہوں اور نفع میں دونوں برابر کے شریک ہوں اور تصرف و دین میں بھی مساوات ہو لہٰذا آزاد و غلام میں اور نابالغ و بالغ میں اور مُسلمان و کافر میں اور عاقل و مجنون میں اور دو نابالغوں میں اور دو غلاموں میں شرکت مفاوضہ نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ: شرکت مفاوضہ کی صورت یہ ہے کہ دو شخص باہم یہ کہیں کہ ہم نے شرکت مفاوضہ کی اور ہم کو اختیار ہے کہ یکجائی خرید و فروخت کریں یا علیٰحدہ علیٰحدہ نقد بیچیں خریدیں یا اُدھار اور ہر ایک اپنی رائے سے عمل کریگا اور جو کچھ نفع نقصان ہوگا اس میں دونوں برابر کے شریک ہیں۔

(''فتاویٰ عالمگیری'')

چہارم: وہ تصرف جس کے موقوف ہونے میں آئمہ کا اختلاف ہے، جیسے بیع وشراء، اجارہ، آزاد کرنا، مدبر بنانا، مکاتبت کرنا، وصیت کرنا اور دیون پر قبضہ کرنا وغیرہ، پس امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ تصرفات موقوف ہیں، اگر اسلام لے آیا تو نافذ ہو جائیں گے، اور اگر حالتِ ارتداد میں مرگیا یا قتل کردیا گیا، یا اس کے دارالحرب میں جاملنے کا حکم دے دیا گیا، تو یہ تمام تصرفات باطل ہو جائیں گے۔ مکاتب کا حالتِ ارتداد میں تصرّف، تمام آئمہ کے نزدیک نافذ ہے، اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

اور اگر کسی نے اپنا مرتد غلام، یا مرتدہ باندی کو بیچا، تو یہ جائز ہے، اسی طرح ''مبسوط'' میں ہے۔ اگر مرتد توبہ کر کے دارالاسلام میں آگیا، پس اگر اس کا لوٹنا، قاضی کا اس کے لئے دارالحرب میں جاملنے کا حکم کرنے سے پہلے ہے، تو اس کے مال سے ارتداد کا حکم باطل ہو جائے گا، اور وہ شخص ایسا ہو جائے گا کہ گویا وہ مسلمان ہی تھا، اور اس کے مدبر غلام اور امہات الاولاد آزاد نہیں ہونگے، اور اگر یہ قاضی کا حکم دینے کے بعد لوٹا، تو جو کچھ (اس کا مال) اس کے وارثین کے پاس موجود ہے، ان سے لے لے گا، ہاں جو وارثوں نے تصرف کر کے اس کی ملکیت سے نکال دیا، چاہے کسی ایسے سبب سے کہ اسے حکمِ فسخ لاحق ہوتا ہے مثلاً خرید وفروخت اور ہبہ کرنا، یا کسی ایسے سبب سے کہ جسے حکمِ فسخ لاحق نہیں ہوتا، مثلاً آزاد کرنا، مدبر بنانا، استیلاد کرنا، تو یہ سب امور واقع ہو جائیں گے اور مرتد کو ان پر کوئی اختیار نہ ہوگا اور وارثین پر بھی کوئی تاوان نہ ہوگا، اسی طرح ''غایۃ البیان'' میں ہے۔

اگر مرتد نے کسی ایسی نصرانیہ باندی سے وطی کی، جو حالتِ اسلام میں اس کی ملک تھی، پس اس کے وقتِ ارتداد سے، چھ ماہ سے زائد عرصہ میں اس نے بچہ جنا، اور مرتد نے اس کا دعوی کیا، تو وہ باندی اس کی ام ولد ہوگی نیز وہ بچہ آزاد اور اس کا بیٹا ہوگا، اسی طرح ''ہدایہ'' میں ہے۔

پھر اگر وہ مرتد مرگیا یا قتل کردیا گیا تو اس کا بیٹا اس کا وارث نہ ہوگا، اور اگر باندی مسلمان ہے تو بیٹا اس کا وارث ہوگا چاہے وہ مرتد مرے یا دارالحرب سے جاملے۔

مرتد اپنا مال لے کر دارالحرب میں گیا، پھر اس مال پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا تو وہ فی ہوگا، اور اس کے ورثہ کو اس پر کوئی حق نہ ہوگا، اور اگر پہلے دارالحرب سے جاملا پھر واپس آیا اور اپنا مال لے کر دارالحرب میں چلا گیا، پھر اس مال پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا تو وہ اس کے ورثہ کو (مسلمانوں میں) تقسیم سے پہلے بغیر کسی عوض کے لوٹایا جائے گا، اور تقسیم کے بعد قیمت کے بدلہ لوٹایا جائے گا۔

مرتد دار الحرب سے جاملا، اس کا ایک غلام تھا جسے اس کے بیٹے کو دے دیا گیا تو بیٹے نے اس غلام سے مکاتبت کر لی، پھر وہ مرتد مسلمان ہو کر لوٹا، تو مکاتبت بہر حال اپنے حال پر باقی ہے، جبکہ مکاتبت اور ولایت اس کے لئے ہوگی جو مسلمان ہو کر آیا، اسی طرح ''کافی'' میں ہے، اس کے برخلاف اگر وہ مکاتب غلام کے آزاد ہونے کے بعد آیا تو ولایت بیٹے کو حاصل ہوگی، اسی طرح ''نہایہ'' میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''جامع صغیر'' میں فرمایا: مرتد نے کسی شخص کو غلطی سے قتل کر دیا اور دار الحرب سے جاملا اور وہاں مرگیا، یا مرتد ہی قتل کر دیا گیا، یا وہ دار الاسلام میں زندہ ہے تو دیت اس کے اس مال سے ادا کی جائے گی جو وارثوں کے پاس ہے، اور اگر اس کے پاس صرف وہی مال ہے جو حالت اسلام میں کمایا، یا حالت ارتداد میں کمایا تو اسی سے دیت کی ادائیگی کی جائے گی، اور اگر اس کے پاس حالت اسلام اور حالت ارتداد دونوں میں کمایا ہوا مال موجود ہے تو صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق دیت کی ادائیگی دونوں مالوں سے کی جائے گی، جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ادائیگی پہلے حالت اسلام والے مال سے کی جائے، اگر کچھ باقی رہ جائے تو حالت ارتداد والی کمائی سے پورا کیا جائے گا، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

یہ مذکورہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب اسے قتل کر دیا جائے یا وہ اسلام لانے سے پہلے مرجائے، اور اگر وہ مسلمان ہوا پھر مرا، یا مرا نہیں تو بالاتفاق دونوں مالوں سے ادائیگی کی جائے گی، اسی طرح ''تبیین'' میں ہے۔

جو کچھ مرتد نے کسی سے چھینا یا اسے ضائع کیا، تو اس کا تاوان مرتد کے اس تمام مال سے ادا کیا جائے گا جو ورثہ کے پاس ہے، اور یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ چھیننا اور ضائع کرنا گواہی سے ثابت ہو جائے، اور اگر یہ مرتد کے اقرار سے ثابت ہو تو صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک تاوان اس کے دونوں مالوں سے ادا کیا جائے گا، جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک صرف حالت ارتداد کے مال سے ادا کیا جائے گا، اسی کی مثل شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا ہے، یہ تمام مذکورہ احکام اس صورت میں ہیں جبکہ مرتد خود ہی مجرم ہو۔

ہاں اگر مرتد پر زیادتی کی گئی مثلاً ارتداد کے بعد اس کا ہاتھ یا پاؤں جان بوجھ کر کاٹ دیا گیا، تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''اصل'' میں ذکر فرمایا کہ مجرم پر تاوان لازم نہیں ہوگا چاہے مرتد اس کاٹنے کے سبب مرتد ہی مرا، یا مسلمان ہو کر، یہ اس صورت میں ہے جبکہ ارتداد کی حالت میں اس کا ہاتھ کاٹا گیا ہو، اور اگر مسلمان ہونے کی حالت میں اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور کاٹنے والا بھی مسلمان ہے اور جان بوجھ کر اس کا ہاتھ کاٹا ہے یا غلطی سے، پھر وہ ہاتھ کٹا ہوا شخص مرتد ہوا اور اسی کاٹنے کی

وجہ سے، ارتداد پر ہی مر گیا، تو مجرم پر ہاتھ کی دیت لازم ہوگی چاہے غلطی سے ہاتھ کاٹا ہو یا جان بوجھ کر، اور جان کا تاوان اس پر لازم نہ ہوگا، پس اگر جان بوجھ کر کاٹا ہے تو کاٹنے والے کے مال میں دیت واجب ہوگی، اور اگر غلطی سے کاٹا تو دیت اس کی عاقلہ (عصبہ رشتہ داروں) پر واجب ہوگی، یہ اس صورت میں ہے جب کہ اس کاٹنے کے سبب مرتد ہی مر جائے، لیکن اگر مسلمان ہوا اور وہ اس کاٹنے کے سبب مسلمان مرا، تو اگر دار الحرب سے جانہ ملا تھا یا جا ملا تھا مگر یہ کہ دار الحرب سے جا ملنے کا حکم دئے جانے سے پہلے ہی مسلمان ہو کر لوٹا، تو استحساناً جان کی پوری دیت واجب ہوگی چاہے جان بوجھ کر کاٹا ہو یا غلطی سے، مگر یہ کہ اگر غلطی سے کاٹا ہو تو دیت اس کے عاقلہ پر واجب ہوگی، جبکہ اگر جان بوجھ کر کاٹا ہو تو دیت اسی کے مال میں واجب ہوگی، اور جان بوجھ کر کاٹنے میں بھی قصاص واجب نہ ہوگا، اسی کو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالی نے اختیار کیا، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اگر دار الحرب سے جا ملا اور قاضی نے اس کا حکم بھی دے دیا، پھر وہ مسلمان ہو کر لوٹا اور اس کاٹنے کے سبب مر گیا، تو کاٹنے والے پر نصف دیت واجب ہوگی، اسی طرح ''غایۃ البیان'' میں ہے۔

اگر ہاتھ کاٹنے والا مرتد ہو گیا، اور جس کا ہاتھ کاٹا ہے وہ مسلمان باقی رہا اور ہاتھ کاٹنے والا ارتداد کی وجہ سے قتل کر دیا گیا، پھر جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے وہ بھی مر گیا تو ''اصل'' میں مذکور ہے کہ اگر اس نے جان بوجھ کر کاٹا ہو تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر غلطی سے کاٹا ہو، پس اگر اس زخم سے اچھا ہو گیا ہو تو اس کے عاقلہ (عصبہ رشتہ دار) پر ہاتھ کا تاوان واجب ہوگا، اور اگر مر گیا ہو تو اس کے عاقلہ (عصبہ رشتہ دار) پر جان کی پوری دیت واجب ہوگی۔

اور اگر مدبرہ باندی یا اُم ولد مرتد ہو گئی اور دار الحرب چلی گئی، اس کا مولی دار الاسلام میں مر گیا پھر وہ گرفتار کر لی گئی تو فئی ہوگی برخلاف اس کے کہ اگر وہ دار الحرب میں مولی کی ملکیت سے حربیوں کی قبضہ میں آ گئی ہو پھر وہ قیدی ہو کر دار الاسلام آئی تو مولی کو واپس کر دی جائے گی اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اگر مکاتب مرتد ہو گیا اور دار الحرب چلا گیا اور اس نے کچھ مال کمایا پھر وہ اپنے مال کے ساتھ گرفتار کیا گیا اور اس نے اسلام لانے سے انکار کیا پس قتل کر دیا گیا، تو اس کے مال سے اس کے مولی کو مالِ کتابت ادا کیا جائے گا اور جو باقی بچا تو وہ اس مکاتب کے ورثہ کا ہوگا، اسی طرح ''ہدایہ'' میں ہے۔

اور اگر ایسا ہوا کہ جو کچھ اس نے مال چھوڑا وہ اس کی کتابت کی ادائیگی کے لئے کافی نہیں ہے تو جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ اس کے مولی کا ہوگا اسی طرح ''کافی'' میں ہے۔

ایک غلام اپنے مولیٰ کے ساتھ مرتد ہوا اور دونوں دار الحرب چلے گئے، مولی وہیں مر گیا اور غلام قیدی بنالیا گیا تو وہ فئی ہوگا اور پھر اگر مسلمان نہ ہوا تو قتل کر دیا جائے گا۔

اور غلام مرتد ہوکر مولیٰ کا مال لےکر دار الحرب میں چلا گیا پھر اسی مال کے ساتھ گرفتار کر کے لایا گیا تو وہ فئی نہ ہوگا بلکہ اس کے مولی کو واپس کر دیا جائے گا۔

ایک قوم اسلام سے مرتد ہوکر مسلمانوں سے لڑی اور ان کے کسی ایسے شہر پر غالب ہوگئی جو دار الحرب میں ہے اور ان کے ساتھ ان کی عورتیں اور بچے بھی ہیں، پھر مسلمان اُن پر غالب آئے، تو اُن کے مرد قتل کر دئے جائیں گے، نیز عورتیں اور بچے قیدی بنا کر غلام بنا لئے جائیں گے، اسی طرح ''مبسوط'' میں ہے۔

اگر شوہر و بیوی دونوں مرتد ہوکر دار الحرب چلے گئے پس عورت وہاں حاملہ ہوئی اور اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور پھر اس لڑکے کے ہاں بھی لڑکا پیدا ہوا، پھر مسلمان اُن پر غالب ہوئے تو وہ دونوں لڑکے فئی ہوں گے، پہلے لڑکے پر اسلام لانے کے لئے جبر کیا جائے گا جبکہ اس لڑکے کے بیٹے پر اسلام لانے کے لئے جبر نہیں کیا جائے گا اور اگر مذکورہ عورت دار الاسلام میں حاملہ ہوگئی تھی تو بھی یہی حکم ہے، اسی طرح ''کافی'' میں ہے۔

''نوادر'' میں مذکور ہے کہ اگر وہ شوہر و بیوی دونوں مرتد ہوکر اپنے چھوٹے بچہ کے ساتھ دار الحرب چلے گئے، پس بالغ ہونے کے بعد اس لڑکے کے ہاں بھی لڑکا پیدا ہوا، پھر مسلمان اس لڑکے کے بیٹے پر غالب ہوئے، تو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس لڑکے پر اسلام لانے کے لئے جبر کیا جائے گا، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

جس شخص کا اسلام بہ تبعیت والدین قرار دیا گیا ہے اگر وہ مرتد بالغ ہوا تو قیاس کے مطابق اسے قتل کیا جائے گا جبکہ استحسانًا قتل نہیں کیا جائے گا۔ اگر بچپن میں مسلمان ہوا اور مرتد بالغ ہوا تو قیاسًا قتل کیا جائے گا جبکہ استحسانًا حالتِ ارتداد پر قتل نہیں کیا جائے گا۔

اور وہ شخص جو بالجبر مسلمان کیا گیا، اگر مرتد ہوگیا تو استحسانًا قتل نہیں کیا جائے گا مگر (اس کے علاوہ) مذکورہ صورتوں میں اسلام لانے کے لئے اس پر جبر کیا جائے گا، اور اگر اسلام لانے سے پہلے کسی نے اسے قتل کر دیا تو قاتل پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ جو بچہ دار الاسلام میں لقیط[1] پایا گیا تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم دیا جائے گا پھر اگر وہ کافر بالغ ہوا تو اس پر اسلام لانے کے لئے جبر کیا جائے گا لیکن قتل نہیں کیا جائے گا اسی طرح ''فتح القدیر'' میں ہے۔

---

1 لقیط کی تعریف: عرفِ شرع میں لقیط اس بچہ کا کہتے ہیں جس کو اُس کے گھر والے نے اپنی تنگدستی یا بدنامی کے خوف سے پھینک دیا ہو۔

مُوجباتِ کفر کی اقسام کا بیان

(1) اُن کلماتِ کفر کا بیان جن کا تعلق ایمان و اسلام سے ہے

چنانچہ اگر کسی نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ میرا ایمان صحیح ہے یا نہیں؟ تو یہ خطائے عظیم ہے لیکن اگر وہ اس کلام سے شک کی نفی کا ارادہ کرے تو کچھ نہیں۔ اور جس نے اپنے ایمان میں شک کیا اور کہا: میں مؤمن ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ، تو وہ کافر ہے لیکن اگر اس نے (اپنے قول کی) یہ تاویل کی کہ ''مجھے نہیں معلوم کہ میں دنیا سے ایمان کے ساتھ جاؤں گا'' تو ایسی صورت میں اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور جس نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے، تو وہ کافر ہے اور اسی طرح وہ بھی کافر ہے جس نے کہا کہ ایمان مخلوق ہے۔

اور جس نے عقیدہ رکھا کہ ایمان وکفر ایک ہے تو وہ کافر ہے اور جو ایمان سے راضی نہیں وہ بھی کافر ہے، اسی طرح ''ذخیرہ'' میں ہے۔

جو شخص اپنی ذات کے کفر پر راضی ہوا، وہ کافر ہے اور جو دوسرے شخص کے کفر پر راضی ہوا تو اس میں مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اختلاف فرمایا ہے اور ''کتاب التخییر'' میں کلماتِ کفر کے بیان میں ہے کہ جو کسی دوسرے کے کفر پر اس لئے راضی ہوا کہ اسے ہمیشہ عذاب دیا جائے، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گا اور اگر دوسرے کے کفر پر اس لئے راضی ہوا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں وہ بات کہے جو اس کی صفات کے لائق نہیں¹ تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اسی پر فتویٰ ہے[1]، اسی طرح ''تاتارخانیہ'' میں ہے۔

جس نے کہا: میں صفتِ اسلام نہیں جانتا، تو وہ کافر ہے، اور شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ مسئلہ بہت مبالغہ کے ساتھ ذکر کیا اور فرمایا: ایسے شخص کا نہ کچھ دین ہے، نہ نماز، نہ روزہ، نہ کوئی نیکی، نہ نکاح اور اس کی اولاد سب اولادِ زنا ہوگی۔

---

[1] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی: اس کا مقصود بالذات یہ ہو کہ فلاں شخص اللہ عزوجل کی ذات وصفات میں وہ کلام کرے جو اسکی شان کے لائق نہیں نہ کہ اس کا مقصد یہ ہو کہ اللہ عزوجل اس کلام پر شخص مذکور کو عذاب دے، کیونکہ پھر تو اس صورت میں اس کا حکم بالکل مذکورہ پہلی صورت کی طرح ہی ہوگا۔۱۲

---

¹ (قال الرضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) یہی درست ہے۔۱۲

اور ''جامع'' میں مذکور ہے کہ اگر کسی مسلمان نے نصرانیہ بچی سے نکاح کیا اور اس لڑکی کے والدین بھی نصرانی ہیں پھر وہ اس حال میں بالغ ہوئی کہ وہ کسی دین کو نہیں سمجھتی اور نہ اسے بیان کر سکتی ہے حالانکہ یہ عورت معتوہہ (کم عقل) بھی نہیں ہے، تو وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول ''کسی دین کو نہیں سمجھتی'' کا معنی یہ ہے کہ اپنے دل سے نہیں جانتی، اور ان کے اس قول کہ ''نہ اسے بیان کر سکتی ہے'' کا معنی یہ ہے کہ زبان سے اس (اسلام) کو بیان نہیں کر سکتی۔

اور اسی طرح اگر کسی نے مسلمان بچی سے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوئی تو وہ اسلام کو نہیں سمجھتی اور نہ اسے بیان کر سکتی ہے حالانکہ وہ معتوہہ بھی نہیں تو وہ بھی اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی۔

اور ''فتاوی نسفی'' میں ہے کہ شیخ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت سے کہا گیا: کیا تو حید کو جانتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اگر اس کی مراد یہ ہے کہ مجھے اس طرح یاد نہیں جس طرح بچے مدرسہ میں بیان کرتے ہیں، تو یہ اس کے حق میں مضر نہیں، اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو نہیں پہچانتی، تو ایسی عورت مومنہ نہیں اور اس کا نکاح صحیح نہیں۔

اور حماد بن ابی حنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جو شخص مر گیا اور یہ نہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے اور اللہ تعالیٰ نے سوائے اس دار کے کوئی اور دار رکھا ہے اور یہ کہ ظلم حرام ہے، تو وہ مسلمان نہیں مرا، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

ایک شخص گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ''اسلامی معاملات کو اعلانیہ کرنا چاہئے''، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا: میں مسلمان ہوں، تو اس نے کہا: ''تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت ہو''، تو ایسا کہنے والے کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے[2]۔

---

[2] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اگر اس نے یہ مراد لیا کہ ''تو فلاں فلاں کام کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے کام ہیں اور تو مسلمان ہے، تو تجھ پر اور تیرے (ایسے نام کے) اسلام پر لعنت ہے''، تو اس کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے۔ ۱۲

ایک نصرانی مسلمان ہوا پھر اس کا باپ مرگیا تو اس نے کہا: ''کاش! میں اس وقت تک مسلمان نہ ہوا ہوتا تاکہ باپ کا مال میراث میں پاتا''، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے[3]۔

ایک نصرانی کسی مسلمان کے پاس آیا اور کہا: مجھ پر اسلام پیش کروتاکہ میں تمہارے پاس مسلمان ہو جاؤں، تو اس نے کہا: فلاں عالم کے پاس جاؤ تاکہ وہ تم پر اسلام پیش کرے کہ تم اس کے پاس مسلمان ہو، تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور شیخ ابو جعفر رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: اس طرح دوسرے کے پاس بھیجنے والا، کافر نہ ہوگا (☆)، اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

---

[3] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

بے شک بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے روایت کیا گیا کہ انہوں نے کسی خطا وغیرہ کے سرزد ہونے کی وجہ سے تمنا کی کہ کاش! وہ اس وقت مسلمان نہ ہوتے (1)، پس اس میں غور کرنا چاہئے۔ ۱۲

---

1 ''سنن الترمذی'' وغیرہ کتبِ حدیث میں روایت کیا گیا ہے: ((ابو الیسر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک عورت کھجور خریدنے آئی، میں نے اس سے کہا: گھر میں اس سے عمدہ کھجوریں ہیں تو وہ میرے ساتھ گھر میں داخل ہوئی، پس مجھے اسکی خواہش ہوئی تو میں نے اسکا بوسہ لے لیا، اس کے بعد میں حضرت ابو بکر کے پاس آیا اور ان سے اس معاملہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: اس معاملہ کو اپنے تک ہی رکھو اور اللہ عزوجل سے سچی توبہ کرو اور کسی کو اس کی خبر نہ دو، آپ فرماتے ہیں مجھ سے رہا نہ گیا اور میں حضرت عمر کے پاس آیا اور ان سے اس معاملہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: اس معاملہ کو اپنے تک ہی رکھو اور اللہ عزوجل سے سچی توبہ کرو اور کسی کو اس کی خبر نہ دو، آپ فرماتے ہیں مجھ سے پھر بھی رہا نہ گیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور حضور کی بارگاہ میں اپنا معاملہ پیش کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے ایک غازی فی سبیل اللہ کے اہل میں اسکے پیٹھ پیچھے خیانت کی'' حتی آپ رضی اللہ تعالی عنہ تمنا کرنے لگے کہ کاش! وہ اس (گناہ) کے وقت مسلمان نہ ہوتے، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے آپ کو اہلِ نار میں سے گمان کیا۔۔۔الخ))۔

☆ ''فتاوی مصطفویہ'' میں اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ہم اسکا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک کافرہ کو جامع مسجد میں امام مسجد کی خدمت میں جو مولوی اور مفتی بھی ہیں مسلمان کرنے کی غرض سے لایا اور مسلمان کرنے کو کہا امام صاحب نے فرمایا بعد جمعہ مسلمان کروں گا، حالانکہ جمعہ کی نماز میں اتنی تاخیر تھی کہ امام صاحب نے کچھ دیر بیٹھ کر بعدہ سنتیں پڑھیں اور نصف گھنٹہ وعظ فرمایا پھر خطبہ پڑھا زید نے کہا کہ کافرہ کو نہلا کر لایا ہوں ابھی مسلمان کر دیجئے تو وہ جمعہ بھی پڑھ لے امام صاحب نے فرمایا اسلام لانے کے بعد غسل اس پر فرض ہے لہذا بعد جمعہ بہتر ہے۔

ایک کافر مسلمان ہوا تو اس سے کسی شخص نے کہا: "تجھے تیرے دین نے کیا نقصان پہنچایا جو تو نے اسلام قبول کر لیا"، تو کہنے والے کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح "خلاصہ" میں ہے۔

الجواب: زید اور اس مولوی پر توبہ اور تجدید اسلام وتجدید نکاح لازم، عورت نے زید سے جس وقت کہا تھا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں اسی وقت زید پر لازم تھا کہ وہ اسے مسلمان کرتا، تفصیل سے تلقین اسلام پر اگر وہ قادر نہ تھا تو "کلمۂ طیبہ" تو پڑھا سکتا تھا، اللہ عزوجل کی توحید اور حضور علیہ السلام کی رسالت کا اقرار تو لے سکتا تھا، یہ ایمان مجمل کی تلقین اس کے اسلام کو کافی تھی۔ اتنا کرنے کے بعد پھر عالم کے پاس لے جاتا کہ وہ مفصل تلقین کرتا۔

جتنی دیر اس نے اسے غسل کرایا پھر عالم کے پاس لے گیا اتنی دیر کا اس کے ذمہ "رضا ببقاء الکفر" کا الزام ہے، عالم کے پاس جب وہ پہنچی تھی عالم پر فرض تھا کہ فوراً اسے مسلمان کرتا زید نے تو ایک وجہ سے یہ تاخیر کی تھی مگر اس عالم نے بالکل بے وجہ تاخیر کی، اس پر زید سے زائد الزام ہے، زید پر تو حکم مختلف فیہ ہے مگر اس عالم پر حکم میں کوئی اختلاف نہیں معلوم ہوتا اور عقلاً بھی اس پر الزام بشدت ہے کہ جاہل کیلئے اگرچہ شرعاً عذر نہ ہو مگر عقلاً عذر ہو سکتا ہے۔ نماز اگر قائم ہوتی جب بھی قطع صلاۃ کی اس اہم کام کے لئے شرعاً اجازت تھی کافر غیر جنبی اگر اسلام لائے تو بعد اسلام اسے غسل مندوب ہے اس پر واجب نہیں اور اگر جنبی تھا اور اسلام لایا تو بعد اسلام اس پر وجوب غسل میں اختلاف روایت ہے ایک روایت میں واجب اور ایک میں واجب نہیں۔

اور یہاں تو وہ عورت نہا دھلا کر لائی گئی تھی اب اس کے بعد بھی اس پر غسل فرض بتانا عجیب ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ اس عالم پر کتنے ہی الزام ہیں سب سے توبہ ورجوع لازم، واللہ تعالی اعلم فقیر مصطفے رضا قادری غفرلہ

حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خان فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم

جواب حق وصواب ومجیب مصیب مثاب ہے بلاشبہ صورتِ مستفسرہ میں جب کہ زید سے صاف کہہ دیا تھا کہ عورت کو نہلا کر مسلمان کرانے لایا ہے کہ نماز جمعہ بھی ادا کر لے پھر کون وجہ اسے اسلام سے روکنے سے محروم رکھنے کی تھی۔

آہ! مفتی نے اتنی دیر اسے کفر پر رکھا اور کفر پر راضی رہا والعیاذ باللہ تعالیٰ موت کا وقت معلوم نہیں کوئی حادثہ ہالکہ پیش آجاتا اور عورت مرجاتی یا شیطان خناس کوئی وسواس اس کے دل میں پیدا کر دیتا تو عورت جہنمیہ ابدیہ ہو کر مرتی اور نعمتِ اسلام سے محروم ہو جاتی اور یہ کفر زید اور مفتی صاحب کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا۔

....

= ان مفت کے مفتی صاحب کو بفرض غلط اگر تلقین اسلام سے بھی کوئی اشد واہم کام تھا تو کلمہ توحید کے دو حرف پڑھاتے کیا چھپن پہر لگتے تھے؟ کسی کے خواہش اسلام کے وقت تو نماز جیسی افضل واہم عبادت کا توڑ دینا اور اسے مسلمان کرنا حسب تصریحات فقہائے کرام جائز ہے۔

پھر مسجد میں معطل بیٹھے رہنا اور سنتیں پڑھنا اور آدھ گھنٹہ خطبہ جمعہ سے پہلے وعظ گوئی میں گزارنا کون سا اہم فریضہ تھا کہ دو حرف کلمہ شہادت کے نہ پڑھائے گئے اور پھر عذر بھی کتنا معقول کہ اسلام لانے کے بعد غسل اس پر فرض ہے لہٰذا بعد جمعہ بہتر ہے سبحان اللہ اسلام بعد جمعہ بہتر ہے قبل جمعہ اچھا نہیں؟

أعوذ باللہ من ھمزات الشیاطین و أن یحضرون یہ عجیب منطق الطیر ہے۔

غسل بالفرض اگر فرض تھا تو نماز کیلئے نہ اسلام لانے کیلئے، بغیر غسل اتنا ہی تھا کہ نماز ترک ہوتی کیا کلمہ پڑھنا بھی بے غسل کفر وحرام تھا؟ اور بعد اسلام اگر اس پر غسل فرض بھی ہو جاتا تو وہ غسل فرض ادا کرتی یا نہ کرتی مفتی صاحب پر تو اس تاخیر تلقین اسلام سے کفر لازم نہ آتا اور نجاست کفر سے تو وہ پاک ہو جاتی پھر اتنا وقت بھی تھا کہ وہ فریضہ غسل بھی ادا کر لیتی!

لطف یہ کہ یہ مسئلہ ہی غلط کہ پاک ہو کر بھی کوئی اسلام لائے تو اس پر بھی غسل فرض، وہ عورت نہا کر پاک ہو کر قبول اسلام کے لئے بقصد نماز آئی تھی اس پر کون حدث حکمی باقی تھا جس پر فرضیت غسل کا جبروتی حکم جڑ دیا گیا۔

عامہ کتب فقہ میں تصریح ہے کہ اسلام لانے سے پہلے اگر نہا لیا اور پاک ہو کر اسلام قبول کر لیا تو دوبارہ نہانا ہرگز فرض نہیں صرف نظافت کے لئے نہالے تو اچھا محبوب ومندوب ہے فرض نہیں۔

طہارت تو اسے حاصل تھی پھر کیوں اسے کلمہ نہ پڑھا کر جھوٹے حیلہ بہانوں سے شریک عبادت نہ ہونے دیا گیا، بہ نیت اسلام جو غسل ہوا اس سے ازالہ حدث حکمی نہیں ہوتا، جنابت وحیض ونفاس سے پاک نہیں ہوتی نماز اس سے حرام؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.

بالجملہ ظاہرا قبول اسلام کے بعد ہرگز غسل فرض نہیں مفتی ومغطی امام مرتکب حرام اور مستحق آثام اس پر اور زید پر توبہ وتجدید نکاح وتجدید اسلام کا حکم ضرور صحیح وصواب بلاشک وبلا کلام واللہ الموفق المنعام واللہ تعالی أعلم.

فقیر محمد حامد رضا غفرلہ قادری نوری

(ملخص از "فتاوی حامدیہ")

(2) ان کلماتِ کفر کا بیان جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات وغیرہ سے متعلق ہیں

چنانچہ اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت سے موصوف کیا جو اس کی شان کے لائق نہیں، یا اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام یا کسی حکم کے ساتھ تمسخر کیا یا اسکی طرف سے ثواب کی بشارت یا عذاب کی وعید کا انکار کیا یا اس کا کوئی شریک ٹھہرایا یا اس کے لئے بیٹا یا بیوی ہونا ٹھہرایا، یا اللہ تعالیٰ کی طرف جہل، عجز یا نقص کو منسوب کیا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر کہا: ''ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا کام کرے جس میں کوئی حکمت نہ ہو''، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کفر سے راضی ہوتا ہے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''بحر الرائق'' میں ہے۔

اگر کسی نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ بھی مجھے اس کام کا حکم دے، تو میں نہیں کروں گا''، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''کافی'' میں ہے۔[4]

اور ''تخییر'' میں ہے: قرآن مجید میں جو (اللہ تعالیٰ کے لئے) ید اور وجہ کا اطلاق ہوا حالانکہ وہاں ہرگز ظاہری اعضاء مراد نہیں، آیا فارسی (یا اردو وغیرہ) میں اللہ تعالیٰ کے لئے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟ تو بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جائز ہے، بشرطیکہ اس نے اس لفظ سے عضو کے معنی نہ سمجھ لئے ہوں اور اکثر مشائخ نے فرمایا[5] کہ صحیح نہیں ہے اور اسی پر اعتماد ہے، اسی طرح ''تاتارخانیہ'' میں ہے۔

اگر کسی نے کہا: فلاں شخص میری نظر میں ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہودی، تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اسی پر جمہور مشائخ ہیں اور بعض نے فرمایا: اگر اس سے مراد اس شخص کے فعل کو بہت بُرا جاننا ہو، تو تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔[6]

---

[4] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اور اگر اس سے اسکی مراد یہ ہو اس کام کا کرنا مجھ پر اس قدر بھاری ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی یہ کام نازل کیا ہوا فرض ہوتا تو بھی میرا نفس مجھے اس کے کرنے سے ضرور منع کرتا، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ ۱۲

[5] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

اور اسی پر ''بزازیہ'' و ''جامع الفصولین'' میں جزم فرمایا۔ ۱۲

[6] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور یہی حق ہے۔ ۱۲

اور اگر کوئی آدمی مر گیا تو کسی نے کہا: خدا کو وہ چاہیے تھا تو اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔[7]
اور اگر یوں کہا: یہ کام ہے کہ خدا کو کرنا پڑے گا، تو تکفیر نہیں کی جائے گی لیکن یہ کلمہ شنیع ہے، اسی طرح ''خزانۃ المفتین'' میں ہے۔

اور اگر کسی نے اپنے ساتھ جھگڑنے والے سے کہا: ''میں تیرے ساتھ خدا کے حکم کے مطابق معاملہ کرتا ہوں''، تو اس نے کہا: میں خدا کے حکم کو نہیں جانتا[8]، یا کہا: یہاں حکم نہیں چلتا، یا کہا: یہاں کوئی حکم نہیں ہے، یا کہا: خدا حاکمیت کے قابل نہیں، یا کہا: یہاں شیطان ہے جو حکم کرتا ہے، تو یہ سب کلمات کفر ہیں۔
اور شیخ حاکم عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کہا کہ ''میں رسم پر عمل کرتا ہوں حکم پر نہیں''، کیا یہ کفر ہے؟ فرمایا: اگر اس کی مراد فسادِ خلق، شریعت کا ترک اور رسم کی اتباع ہے نہ کہ حکم کا رد، تو تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔
کسی شخص نے اپنے کپڑے ایک مقام پر رکھے اور کہا: ''میں نے ان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا''، تو اس پر دوسرے نے کہا: ''تو نے کپڑوں کو ایسے کے سپرد کیا کہ جب چور چوری کرے تو وہ اسے منع نہیں کرتا''، تو شیخ الاسلام امام ابو بکر محمد بن الفضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اس سے وہ کافر نہ ہوگا۔

کسی شخص نے کہا: اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو خدا بھی جھوٹ بولتا ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔[9]

---

[7] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اس میں تردد ہے۔۱۲

[8] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: یہ کلمہ جب مطلق کہا جائے اور اس سے مراد استخفاف وتوہینِ حکمِ خدا عزوجل ہو تو اس کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں، ہاں اگر اس نے اس کے حقیقی معنی مراد لئے جو کہ شریعت کو نہ جاننے کے ہیں، تو کفر نہیں، اور جب اس کی مراد معلوم نہیں تو تکفیر نہ کرنے میں ہی حفاظت ہے اگرچہ زیادہ ظاہر اس سے استخفاف ہی ہے۔۱۲

[9] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:
میں کہتا ہوں: اس کے دو محل اور دو محمل ہیں:
پہلا محل ومحمل: اپنے نفس کو جھوٹ سے بری کرنا اور اس کی نفی کو ایک محال بات پر معلق کرنا ہے، اور وہ (محال بات) =

ایک شخص نے اپنی بیوی سے غصہ میں کہا: ''وہ بدکار عورت ہے جس نے تجھے جنا اور وہ نامرد ہے جس نے تیرا بیج بویا اور وہ آقا و مولیٰ ہے جس نے تجھے پیدا کیا''، تو بعض نے فرمایا: یہ کفر ہوگا، اور شیخ ابونصر دبوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے چندروز تک اس میں غور و فکر فرمایا اور کچھ جواب نہ دیا، اور شیخ امام ابوبکر بن حامد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ظاہر یہ ہے کہ یہ کفر ہوگا، اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

اگر کسی شخص کے بارے میں کہا جو مریض نہیں ہوتا کہ ''یہ اللہ تعالیٰ کا بھولا ہوا ہے''، یا کہا: ''یہ ان میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ بھول گیا، تو بعض مشائخ کے نزدیک یہ کفر ہے، اور یہی اصح ہے۔[10]

اور اگر کہا: اللہ عزوجل تیری زبان کا مقابلہ نہیں کرسکتا تو میں کیسے کروں گا؟ تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔

= یہ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا جھوٹ بولنا، جس سے وہ پاک اور بہت بلند و بالا ہے، تو کفر نہیں ہوگا لیکن اس طرح کی مثالوں میں زبان کو غفلت سے بچانا لازم ہے۔

دوسرا محل و محمل: جھوٹ کا اقرار کرنا اور اس کی بُرائی کو (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا، تو یہ بلا شبہ کفر ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، نیز اس کلام کی مراد اس کے استعمالات کی معرفت سے متعین ہوگی، پس اگر یہ کلام اپنے جھوٹ کے مقابل صادر ہوا اور اس کی مراد جھوٹ کی نفی کرنا ہو تو یہ پہلے معنی پر ہے، اور اگر اپنے جھوٹ کے مقابلہ میں جھوٹ کا ارادہ کرتے ہوئے یہ کلام صادر ہوا کہ جھوٹ کوئی بری بات نہیں تو دوسرے معنی پر ہے، اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔۱۲

[10] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اور حق یہ ہے کہ یہ کفر نہیں، اس لئے کہ بھولنا اکثر چھوڑنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور یہ معنی قرآن کریم میں بھی آیا[1] اور وہی یہاں مراد ہے۔۱۲

---

1 جیسے سورۃ التوبۃ الآیۃ (۶۷) میں منافقین کے حق میں یہ فرمان: ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ''وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا''۔

اور سورۃ الاعراف الآیۃ (۵۱)، ﴿فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ''تو آج ہم انہیں چھوڑ دینگے جیسا انہوں نے اس دن کے ملنے کا خیال چھوڑا تھا''۔

نیز سورۃ طٰہٰ، الآیۃ (۱۲۶)، سورۃ الحشر، الآیۃ (۱۹) وغیرہ۔

اور اگر اپنی بیوی سے کہا: تو میرے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبوب ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔[11]

اور اگر کہا کہ فلاں کو بری قضا پہنچی تو یہ خطائے عظیم ہے، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔[12]

اور اگر کسی شخص سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تجھ سے بھلائی کی ہے پس تو بھی بھلائی کر جیسے اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ بھلائی کی، تو اس نے کہا: جا خدا سے جھگڑا کر کہ تو نے اس کو یہ دولت کیوں دی؟ تو اصح قول کے مطابق اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی[13]، اسی طرح ''خزانۃ المفتین'' میں ہے۔

دو مردوں کے درمیان لڑائی ہے پس ان میں سے ایک نے کہا: ''سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ اور خدا سے جھگڑا کر''، تو اکثر مشائخ نے فرمایا کہ یہ کفر نہیں ہوگا، اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔[14] صاحب ''جامع اصغر'' نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے اور ''خانیہ'' میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے، اسی طرح ''تاتارخانیہ'' میں ہے۔

اور اگر کہا: آسمان میں جا اور خدا سے جھگڑ، تو بعض نے فرمایا کہ یہ کفر ہوگا، اور اسی طرف شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مائل ہوئے۔

---

[11] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

اگر اس کی مراد طبعی محبت ہو، تو تکفیر نہیں کی جائے گی اور یہی حق ہے، اور جب اس کی مراد معلوم نہیں تو محض شک کی وجہ سے اس کے کفر کا حکم نہیں دیا جائے گا، اور یہی درست ہے۔ ۱۲.

[12] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اے اللہ! میں بُری قضا سے تیری پناہ میں آتا ہوں))(1)۔ ۱۲

[13] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور یہی صحیح ہے۔ ۱۲

[14] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: یہی صحیح ہے۔ ۱۲

---

1 "صحيح مسلم"، باب في التعوذ من سوء القضاء، "سنن النسائي"، باب الاستعاذة من سوء القضاء وغيره.

اور شیخ امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا[15] کہ تجدید نکاح کرنا احوط ہے[16]، اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔
اور اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی چنانچہ اگر کہا: خدا سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔[17]

اور اگر کہا: اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے، پس اگر اس قول سے یہ مراد لی کہ جو ظاہر اخبار (احادیث) میں وادر ہوا ہے، اس کی حکایت ہے تو تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اگر مراد مکان ثابت کرنا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اور اگر اس کی کچھ نیت نہیں تو اکثر مشائخ کے نزدیک اس کی تکفیر کی جائے گی اور یہی اصح ہے، اور اسی پر فتوی ہے۔[18]
اور اگر کہا: اللہ تعالیٰ انصاف کے لئے بیٹھا ہے یا کھڑا ہوا ہے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اوپر اور نیچے کی جہت سے موصوف کیا اسی طرح ''بحر الرائق'' میں ہے۔ اور اگر کہا: اللہ میرا آسمان پر خدا ہے اور زمین پر فلاں، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔[19]
اور اگر کہا: خدا آسمان سے دیکھ رہا ہے، یا کہا: ''عرش سے'' تو یہ اکثر کے نزدیک کفر ہے[20] حالانکہ اگر عربی میں ''یطلع'' کہے تو کفر نہیں ہے۔

---

[15] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: درست یہ ہے کہ کفر نہیں۔۱۲

[16] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:
اور یہ ہر اس مسئلہ کا حکم ہے جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہے۔۱۲

[17] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی۔۱۲

[18] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: (ایسا نہیں بلکہ) اس کے برخلاف کا قول ہی حق، درست، قابلِ اتباع اور واجب التعویل ہے۔۱۲

[19] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور درست یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، مگر یہ بہت بُری بات ہے۔۱۲

[20] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ یہ کفر نہیں، البتہ اسے زجر و توبیخ کی جائے گی اور سمجھایا جائے گا۔۱۲

اور اگر کہا: ''جو کچھ عرش کے اوپر ہے خدا اسے جانتا ہے'' تو یہ کفر نہیں ہے، اور اگر کہا: ''جو کچھ عرش کے نیچے ہے اسے خدا نہیں جانتا'' تو یہ کفر ہے۔ اور کہا: میں جنت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا، تو یہ کفر ہے[21] اور اگر کہا: ''جنت سے (دیکھوں گا)، تو کفر نہیں اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اور شیخ ابو حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کی، تو وہ کافر ہوا اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔ کسی شخص نے کہا: اے پروردگار! یہ ظلم پسند نہ کر، تو بعض نے فرمایا: تکفیر کی جائے گی، اور اصح یہ ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اور اگر کہا: خدا عزوجل بھی تجھ پر اتنا ہی ظلم کرے جتنا تو نے مجھ پر کیا، تو اصح یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔[22]

اور اگر کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن انصاف سے فیصلہ فرمایا تو میں تجھ سے انتقام لوں گا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی[23]، لیکن کلمۂ ''اگر'' کی جگہ اس نے لفظِ ''جب'' کہا، تو تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''ظہیریہ'' میں ہے۔

اور اگر کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن حق وانصاف سے فیصلہ فرمایا تو میں تجھ سے اپنا حق لوں گا، تو یہ کفر ہے اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔[24]

---

[21] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ یہ کفر نہیں، (اس لئے کہ) مکان کا ہونا دیکھنے والے کے لئے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے۔۱۲

[22] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اس لئے کہ یہ بابِ مُشاکلہ[1] سے ہے۔۱۲

[23] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور درست یہ ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ عوام الناس بہت کم ہی لفظِ ''لَو'' (اگر) اور لفظِ ''اِذا'' (جب) کے درمیان فرق کرتے ہیں، اور اُن کے کلمات کو عربی زبان کی باریکیوں پر نہیں پرکھا جائے گا۔۱۲

[24] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اس لئے کہ کلمۂ ''اِن'' (اگر) شک کے لئے استعمال ہوتا ہے، مگر حق یہ ہے کہ کفر نہیں، کیونکہ یہ بات گویا اسی طرح ہے کہ کوئی (کسی شخص سے) کہے: اگر تو آدمی ہے تو میں ہرگز تیرے قریب نہ آؤں گا۔۱۲

---

1 مشاکلہ کی تعریف: یعنی: ایک معنی کو ایسے دیگر لفظ کے ذریعہ ادا کیا جائے جو اس کے لئے وضع نہیں کیا گیا لیکن اس سے ملا ہوا ہے، جیسا کہ ''بحر الرائق'' ''فتح القدیر'' ''عنایہ'' اور ''رد المحتار'' وغیرہ کتبِ معتبرہ میں ہے۔

شیخ سے پوچھا گیا کہ کہا جاتا ہے: یہ جگہ ایسی ہے کہ یہاں نہ خدا ہے اور نہ رسول، تو فرمایا: اس محاورہ سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس جگہ حکمِ خدا و حکمِ رسول کے مطابق عمل نہیں کیا جاتا، پھر پوچھا گیا کہ اگر یہ ایسی جگہ کے لئے کہا گیا جہاں کے لوگ زاہد و متقی ہیں، تو فرمایا: اگر وہاں کے لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہیں، تو گویا اس شخص نے ان کاموں کے دین ہونے سے انکار کیا مثلاً پنجوقتہ نمازیں، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''یتیمہ'' میں ہے۔

اور جب ظالم نے ظلم کیا تو اگر اس وقت کہا: یارب! اس سے یہ ظلم پسند نہ کر، اور اگر تو پسند کرے گا تو میں پسند نہ کرونگا، تو یہ کفر ہے۔ اس لئے کہ گویا اس نے یوں کہا: اگر تو راضی ہوا تو میں راضی نہ ہوؤنگا، اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

کسی شخص نے کہا: اے خدا! مجھ پر رزق کشادہ کردے یا میری تجارت میں وسعت دے یا مجھ پر ظلم مت کر، تو شیخ ابونصر دبوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہوجائے گا، اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا: جھوٹ نہ بولو، اس نے کہا: جھوٹ ہے کس لئے؟ اسی لئے تو ہے کہ اسے بولیں تو وہ اسی وقت کافر ہوجائے گا۔[25]

اور اگر کسی سے کہا گیا: اللہ کی رضا طلب کر، تو اس نے کہا: مجھے نہیں چاہیے، یا کہا: اگر خدا نے مجھے جنت میں داخل کیا تو اسے تباہ کردوں گا، یا کسی سے کہا گیا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کر کہ تجھے جہنم میں داخل کرے گا، تو اس نے کہا کہ میں جہنم سے نہیں ڈرتا، یا اس سے کہا گیا کہ زیادہ نہیں کھایا کر، خدا تجھے دوست نہ رکھے گا، تو اس نے کہا: میں تو کھاؤں گا خواہ مجھے دوست رکھے یا دشمن، تو ان سب میں اس کی تکفیر کی جائے گی[26]۔

اور اسی طرح اگر اس سے کہا گیا: زیادہ نہ ہنسو، یا زیادہ نہ سوؤ، یا زیادہ نہ کھاؤ، تو اس نے کہا کہ اتنا کھاؤنگا اور اتنا سوؤں گا اور اتنا ہنسوں گا جتنا میرا جی چاہے، تو اس کی تکفیر کی جائیگی۔[27]

---

[25] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اس لئے کہ یہ شریعتِ مطہرہ کے ساتھ استہزاء ہے، لیکن اس (کے کفر ہونے) میں تردد ہے، اور اشبہ یہ ہے کہ کفر نہیں۔۱۲

[26] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور اس کی بعض باتوں (کے کفر ہونے میں) میں کلام ہے۔۱۲

[27] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی۔۱۲

ایک شخص نے دوسرے سے کہا: گناہ نہ کر، خدا کا عذاب سخت ہے، تو اس نے کہا: میں عذاب کو ایک ہاتھ سے اٹھا لوں گا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر اس سے کہا گیا: ماں باپ کو تکلیف نہ پہنچا، تو اس نے کہا کہ ان دونوں کا مجھ پر کچھ حق نہیں، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، لیکن گناہگار ہوگا، کسی شخص نے شیطان سے کہا: اے شیطان! میرا کام کر دے، تاکہ جو تو کہے میں وہ کروں، ماں باپ کو تکلیف پہنچاؤں گا اور جو کچھ تو نہ کہے گا میں نہیں کروں گا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''تخییر'' سے ''تاتارخانیہ'' میں منقول ہے۔

اور اگر کسی نے (دوسرے شخص سے) کہا: اگر تو دونوں جہاں کا خدا ہو جائے گا تو بھی میں تجھ سے اپنا حق لے لوں گا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

ایک شخص نے جھوٹ بولا، کسی نے سن کر کہا: میرا خدا تیرے اس جھوٹ کو سچ کر دے، یا کہا: خدا تیرے اس جھوٹ میں برکت دے، تو بعض نے فرمایا: یہ قریب بہ کفر ہے۔

اور ''مصباح الدین'' میں ہے کہ ایک شخص نے جھوٹ بولا، تو دوسرے نے کہا: اللہ تعالیٰ تیرے جھوٹ میں برکت دے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔[28]

اور شیخ نجم الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کہا: فلاں تیرے ساتھ سیدھا نہیں چلتا، تو اس نے کہا: اسکے ساتھ تو اللہ بھی سیدھا نہیں چلتا، تو شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں اس کی تکفیر کی جائے گی۔[29]

اور ''تخییر'' میں ہے کہ میں نے صدر الاسلام جمال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا، جس نے کہا: خدا مال کو دوست رکھتا ہے کہ مجھے نہ دیا، تو فرمایا: اگر اس کلام سے اس کا مقصد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف بخل کی نسبت کرے، تو تکفیر کی جائے گی، مگر صرف اس کے اس قول ''مال کو دوست رکھتا ہے'' کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''تاتارخانیہ'' میں ہے۔

---

[28] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی۔۱۲

[29] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ کبھی باب مشاکلہ میں کسی ایسی چیز کا اطلاق درست ہوتا ہے جو اس کے غیر میں نہیں ہوتا۔۱۲

اور اگر کہا: ان شاء اللہ تو یہ کام کرے گا، تو اس نے کہا: میں بغیر ان شاء اللہ کے یہ کام کروں گا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''خزانۃ المفتین'' میں ہے۔

(ظالم نے کسی پر ظلم کیا) تو مظلوم نے کہا: یہ بتقدیر الٰہی ہے، تو ظالم بولا: میں بغیر تقدیر الٰہی کرتا ہوں، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

اور اگر کہا: اے خدا! مجھ پر رحم کرنے میں بخل سے کام نہ لے، تو یہ الفاظِ کفر میں سے ہے[30] اسی طرح ''سراجیہ'' میں ہے۔

اور جب میاں بیوی کے درمیان آپس میں جھگڑا طویل ہوا، تو شوہر نے بیوی سے کہا: خدا سے ڈر، اور اپنے آپ کو اس کی نافرمانی سے بچا، پس بیوی نے جواب دیا: میں اس سے نہیں ڈرتی، (تو اس کے بارے میں) شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اگر شوہر نے اس کو ظاہری گناہ پر ملامت کی اور اسے اللہ تعالیٰ سے خوف دلایا اور اس نے یہ جواب دیا، تو مرتدہ ہو جائے گی اور اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی، اور شوہر نے اس کو ایسے امر پر ملامت کی جس میں خدا کی طرف سے خوف کا مقام نہیں، تو کافرہ نہ ہوگی، لیکن اگر اس نے اپنے اس کلام سے استخفاف کا ارادہ کیا ہے تو اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی۔[31]

---

[30] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: جو حکم (مجھ پر) ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ اس میں عوام کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے، (کیونکہ) وہ گفتگو کرتے وقت اپنے کلمات کی برائیوں کو نہیں جانتے اور نہ ہی ان کا برائی کا ارادہ ہوتا ہے اور نہ ہی ان کا ذہن اس کی طرف جاتا ہے، اور بالفرض اگر انہیں اس (برائی) کی خبر ہو جائے تو وہ ضرور اس سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔۱۲

[31] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: (بیوی کے اس قول) ''میں اس سے نہیں ڈرتی'' کے دو معنی ہیں:

پہلا معنی: غرور و تکبر کی وجہ سے خوف سے انکار کرنا، تو یہ کفر ہے۔

دوسرا معنی: جس طرح اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ہے، اس طرح ڈرنے کی اپنے آپ سے نفی کرنا، اور یہ حق و ثابت ہے۔۱۲

ایک شخص نے دوسرے کو مارنا چاہا تو وہ بولا: کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ تو اس نے کہا: نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا: اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ تقوی اسی میں ہے جو میں کرتا ہوں۔ اور اگر کوئی شخص گناہ کرتا ہوا دیکھا گیا، پس کسی دوسرے نے اس سے کہا: کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ تو اس نے کہا: نہیں، تو کافر ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کی تاویل ممکن نہیں ہے۔[32]

اور اسی طرح جب کسی شخص سے کہا گیا: کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ پس اس نے غصے میں کہا: نہیں، تو کافر ہو جائے گا[33] اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

اور اگر کسی نے کہا: جب تک ہم بُرے ہیں رب بھی بُرا ہے اور جب تک ہم نیک ہیں رب بھی نیکی فرمانے والا ہے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

اور ''عتابیہ'' میں ہے کہ اگر کوئی کہے: مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم پسند نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت پسند نہیں تو یہ کفر ہے، مثلاً کسی سے کہا گیا کہ خدا نے چار عورتیں حلال کی ہیں، پس اس نے کہا: میں اس حکم کو پسند نہیں کرتا، تو یہ کفر ہے، اسی طرح ''تاتارخانیہ'' میں ہے۔

اور اگر عورت نے بیٹے سے کہا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ تو بیٹے نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے نہیں کیا، پس عورت نے غصے میں کہا: خدا کی قسم تو نے کیا ہے، تو مشائخ نے اس عورت کے کفر میں اختلاف کیا ہے، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

---

[32] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور اس چیز کو یاد رکھو جو ہم نے ابھی ذکر کی ہے، نیز مراد، بندوں کے چہروں کے آثار سے متعین ہوتی ہے، غرور و تکبر اور غصہ پہلی صورت (یعنی: غرور و تکبر کی وجہ سے خوف سے انکار کرنا) میں، زیادہ ہوتا ہے، نیز غم، حسرت اور اپنے آپ کو کم تر جاننا دوسری صورت (یعنی: جس طرح اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ہے اس طرح ڈرنے کی اپنے آپ سے نفی کرنے) میں کم ہوتا ہے۔ ۱۲

[33] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: ''حالتِ غصہ'' کی قید لگانا اُس تفصیل کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو ہم نے عظمت و شان والے بادشاہ جل جلالہ کے کرم سے بیان کی۔ ۱۲

اور جس نے کہا: خدا عزوجل باقی رہے گا اور کچھ باقی نہ ہوگا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''ظہیریہ'' میں ہے۔[34]

اور اگر کسی نے کہا کہ خدا عزوجل نے میرے حق میں سب بھلائی فرمائی اور برائی تو میری طرف سے ہے، تو اس نے کفر کیا، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔[35]

ایک شخص سے کہا گیا: کسی عورت پر مجھے زور نہیں، دوسرے نے کہا: اللہ تعالیٰ کو عورتوں پر جب کچھ زور نہیں تو تجھے کیسے ہوگا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''غیاثیہ'' میں ہے۔

اور اگر کسی نے کہا: میں اسے اللہ کی طرف سے اور تمھاری طرف سے دیکھ رہا ہوں یا میں اللہ سے اور تم سے اُمید کرتا ہوں تو اس طرح کہنا قبیح ہے۔

---

[34] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی طرح ذکر فرمایا ہے، لیکن اشبہ یہ ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ تمام چیزوں پر فنا کا طاری ہونا ثابت ہے، اگرچہ ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز پر یہاں تک کہ جنت اور اس کی نعمتوں پر فنا کا طاری ہونا اس وعدہ کی تصدیق کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔۱۲

[35] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: اور حق یہ ہے کہ کفر نہیں، اور یہ تو ایک براءتِ عظیمہ ہے، اور بے شک اس طرح کا معنی احادیث میں بلکہ خود قرآن کریم میں بھی وارد ہوا[1]، ولا حول ولا قوۃ إلاّ باللّٰہ العليّ العظیم، نیز معنی کے ظاہر ہونے کے بعد کس چیز کی وجہ سے تکفیر کی جائے گی؟۔۱۲

---

1 جیسا کہ سورۃ النساء الآیۃ: ۷۸۔۷۹ میں ارشاد ہوا، ترجمۂ کنز الایمان: ''اور انہیں کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور انہیں کوئی بُرائی پہنچے تو کہیں یہ حضور کی طرف سے آئی، تم فرمادو سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔ اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو بُرائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے، اور اے محبوب! ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا۔''

اور سورۃ الشوریٰ الآیۃ: ۴۸، ترجمۂ کنز الایمان: ''اور جب ہم آدمی کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ دیتے ہیں اور اس پر خوش ہو جاتا ہے، اور اگر انہیں کوئی بُرائی پہنچے بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، تو انسان بڑا ناشکرا ہے۔'' وغیرہ آیات۔

اور اگر یوں کہا: میں اسے اللہ کی طرف سے دیکھ رہا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ سبب تم ہو تو یہ اچھا ہے، اسی طرح ''خزانۃ المفتین'' میں ہے۔[36]

اور اگر اپنے مخالف سے جھگڑے میں قسم طلب کی، پس اس نے کہا: میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں، تو اس طالب نے کہا: میں اللہ کی قسم نہیں چاہتا، بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ تو طلاق یا عتاق کی قسم اٹھائے، تو ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک اسکی تکفیر کی جائے گی، اور عام مشائخ کے نزدیک تکفیر نہیں کی جائے گی، اور ''تجنیس ناصری'' میں ہے کہ یہی اصح ہے۔[37]

اور اگر کسی سے کہا: تیری قسم گدھے کے گوز مارنے کی طرح ہے یعنی دونوں یکساں ہیں، تو اس نے کفر کیا۔[38]

اور اگر کسی سے کہا کہ میرا خدا جانتا ہے کہ میں تجھکو ہمیشہ دعا میں یاد رکھتا ہوں، تو مشائخ نے اس کے کفر میں اختلاف کیا ہے۔[39]

اور اگر کسی از راہِ مزاح: ''من خدآیم'' (یعنی: یہ میں نے خود کیا ہے)، کو ''من خدایم'' (یعنی: ''میں خدا ہوں'') کہا، تو اس نے کفر کیا، اسی طرح ''تاتارخانیہ'' ہے۔

---

[36] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: بے شک امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ((اور سر کے بال نہیں اگائے مگر اللہ تعالیٰ نے اور تم لوگوں نے))، اور ایک روایت میں اس طرح ہے[1]: ((پھر تم لوگوں نے))، اور یہ پہلی سے زیادہ اچھی ہے۔۱۲

[37] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور یہی حق ہے، اور معنی یہ ہوگا: لوگ اللہ کی قسم اٹھانے میں سستی وغفلت کرتے ہیں اور طلاق اور عتاق کی قسم اٹھانے کو مشکل جانتے ہیں۔۱۲

[38] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ کفر نہیں، کیونکہ قسم اٹھانے میں لاپرواہی کی وجہ سے، شناعت قسم اٹھانے والے کی طرف لوٹے گی نہ کہ خود قسم کی طرف۔۱۲

[39] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور اظہر یہ ہے کہ کفر نہیں۔۱۲

---

1 جیسا کہ ان روایات کو ''کنز العمال'' اور ''علل دار قطنی'' میں نقل کیا گیا ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: کیا تجھے حق ہمسایہ نہیں چاہئے؟ اس نے کہا: نہیں، پھر کہا: کیا تجھے حق شوہر نہیں چاہئے؟ اس نے کہا: نہیں، پھر کہا: کیا تجھے حق خدا نہیں چاہئے؟ اس نے کہا: نہیں، تو اس عورت کی تکفیر کی جائے گی۔

کسی شخص نے اپنی بیماری اور تنگدستی میں کہا: مجھے معلوم تو ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کیوں پیدا کیا جبکہ میرے لئے دنیا کی لذتوں میں سے کچھ بھی نہیں، تو بعض مشائخ نے فرمایا: اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، لیکن ایسا کلام کرنا خطائے عظیم ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے تیرے گناہوں پر عذاب دے گا، تو اس دوسرے نے کہا: تو نے خدا کو بٹھا دیا ہے تاکہ جو تو کہے وہی خدا کرے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔[40]

اور ''تخییر'' میں ہے کہ کسی نے کہا: خدا دوزخ میں ڈالنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہے، تو اس نے کفر کیا، اور اسی کی مثل یہ ہے کہ کسی نے ایک حیوان قبیح کو دیکھ کر کہا: اے خدا! کوئی اور کام نہیں رہ گیا تھا جو تو نے اس کو پیدا کر دیا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

ایک فقیر نے اپنی محتاجی کی تکلیف میں کہا: اے خدا! فلاں بھی تیرا بندہ ہے کہ اس قدر نعمت کے ساتھ ہے، اور میں بھی تیرا بندہ ہوں کہ اپنے رنج و مشقت میں گرفتار ہوں بھلا یہ بھی کوئی عدل ہے؟، تو اس نے کفر کیا۔

کسی شخص نے دوسرے سے کہا: خدا سے ڈر، اس نے کہا: خدا کہاں ہے؟ تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اور اسی طرح اگر کہا: نبی قبر میں نہیں، یا کہا: خدا کا علم قدیم نہیں، یا کہا: جو معدوم ہے وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''تتارخانیہ'' میں ہے۔

اور اگر عبد اللہ نامی کسی آدمی کو پکارنے میں لفظ ''اللہ'' کے آخر میں کافِ تصغیر کا اضافہ کیا، تو اگر یہ پکارنے والا عالم ہو تو اصح قول کے مطابق اس کی تکفیر کی جائے گی۔[41] اور عمداً خالق کی تصغیر کی (یعنی ''خویلق'' کہا،) پس وہ بھی اگر عالم ہے تو تکفیر کی جائے گی، اس کی مثل ''بحر الرائق'' میں ہے۔

---

[40] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور اس میں تردد ہے جبکہ اُس کا ارادہ شانِ الٰہی عزوجل میں استخفاف کا نہ ہو۔۱۲

[41] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور درست بات یہ ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ پکارنے والے کا تصغیر سے مقصود وہ ہے جسے پکارا۔۱۲

اور اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا: خدا تیرے دل پر رحمت کرے میرے دل پر نہیں، پس اگر اس نے رحمت سے بے پروائی کا قصد کیا، تو تکفیر کی جائے گی، اور اگر یہ قصد کیا کہ میرا دل اِثباتِ الٰہی سے ثابت ہے اس میں کوئی اضطراب نہیں، تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔

ایک بچہ اپنے باپ کو پکار رہا ہے حالانکہ وہ نماز پڑھ رہا ہے، پس ایک شخص نے اس بچے سے کہا: ٹھہر جا! تیرا باپ اللہ اللہ کر رہا ہے، تو یہ کفر نہیں[42]، اس لئے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کرتا ہے، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

ایک شخص نے کسی اندھے یا مریض کو دیکھ کر کہا: خدا نے تجھے دیکھا اور مجھے دیکھا اور تجھ کو ایسا پیدا کیا (صحیح سلامت) پھر میرا کیا گناہ ہے، تو صحیح یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔[43]

اور اگر کہا: خدا کی قسم اور تیرے پاؤں کی خاک کی قسم! (میں ایسا کروں گا) تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر کہا کہ خدا کی قسم اور تیری جان وسر کی قسم، تو اس میں مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے، اسی طرح ''ذخیرہ'' میں ہے۔

---

[42] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

اور ہمارے ملک میں کہتے ہیں: ''اللہ اللہ کرتا ہے''، اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہے''، نیز ہمارا لفظ، مسئلہ میں مذکور لفظ سے زیادہ ظاہر ہے۔۱۲

[43] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور حق بات یہ ہے کہ اس میں تکفیر کا کوئی معنی ہی نہیں۔۱۲

(3) ان الفاظِ کفر کا بیان جو انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے متعلق ہیں

جس نے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام میں سے کسی نبی کا انکار کیا، یا سننِ مرسلین میں سے کسی سنت کو ناپسند کیا، تو وہ کافر ہوا۔ اور ابن مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے حضرت خضر علیہ السلام یا حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی نبوت کا اِنکار کیا (تو اس کا کیا حکم ہے؟)، تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جس کے نبی ہونے کی تمام امت بالاتفاق قائل نہیں ہے ان کی نبوت سے انکار کرنے والے کو نقصان نہ ہوگا۔

اور اگر کہا: اگر فلاں نبی ہوتا تو میں اس پر ایمان نہ لاتا، تو اس نے کفر کیا، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اور شیخ جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ جس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان لایا، پر میں یہ نہیں جانتا کہ آدم علیہ السلام نبی تھے یا نہیں؟ (تو فرمایا:) اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''عتابیہ'' میں ہے۔

اور شیخ رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ جو شخص فواحش مثل زنا کا قصد کرنے وغیرہ کی نسبت انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف کرتا ہے کہ جیسے ''حشویہ فرقہ'' کے لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت بکتے ہیں، تو فرمایا: ایسے شخص کی تکفیر کی جائے گی، اس لئے کہ ایسا قول ان حضرات علیہم السلام کی نسبت ان کے حق میں گالی اور استخفاف ہے۔

اور حضرت ابو ذر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جو ہر گناہ کے کفر ہونے کا قائل ہے اور اس کے باوجود یہ کہتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے گناہ کیا، تو وہ کافر ہے اس لئے کہ وہ گستاخ ہے۔ اور اگر اس نے کہا کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے گناہ نہیں کئے نہ اعلان نبوت کے بعد اور نہ اس سے پہلے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، کیونکہ یہ نصوص قرآنی کا رد ہے۔[44]

---

[44] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی، اور تکفیر کس طرح ہو؟ جبکہ یہ اہلسنت و جماعت کے اکابر علماء و محققین کا مذہب ہے، جیسا کہ ''شفا شریف'' اور اس کی شرح، ''مواہب لدنیہ'' اور اس کی شرح، اور ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ''زواجر'' اور ''افضل القریٰ'' وغیرہ کتب کی طرف مراجعت سے معلوم ہوتا ہے، اور اس میں زیادہ ظاہر وہ ہے جو علامہ حموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ ممکن ہے یہ: ''لم یعصموا'' (یعنی: انبیاء کبھی معصوم نہ تھے) عصمت سے ہو، پس کاتبوں کے قلم سے ''میم'' ساقط ہو گیا، اور بعد والے اسے پرکھے بغیر یونہی نقل کرتے رہے ہوں، اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ ۱۲

اور میں نے بعض مشائخ سے سنا: کہ اگر کوئی شخص یہ نہ جانے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں، تو وہ مسلمان نہیں ہے اسی طرح "یتیمہ" میں ہے۔

شیخ ابو حفص کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جس کسی نے بھی اگر اپنے دل میں کسی نبی سے بغض رکھا، تو وہ کافر ہے اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ اگر فلاں شخص نبی ہوتا تو میں اس سے راضی نہ ہوتا (تو یہ بھی کفر ہے)۔

اور اگر کہا کہ اگر فلاں شخص پیغمبر ہوتا تو میں اس پر ایمان نہ لاتا پس اگر اس کی مراد یہ ہے کہ فلاں شخص اگر اللہ تعالیٰ کا رسول ہوتا تو میں اس کی تصدیق نہ کرتا، تو اس صورت میں اس کی تکفیر کی جائے گی یہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی کام کا حکم دیتا تو میں نہ کرتا۔

اور "جامع اصغر" میں ہے کہ اگر کسی شخص اور اس کے سُسرالیوں کے درمیان (کسی معاملہ میں) اختلاف ہوا، تو داماد نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مجھے بشارت دیں گے تو ان کے حکم کی پابندی نہیں کروں گا، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اور اگر کسی نے کہا کہ جو انبیائے کرام علیہم السلام نے ارشاد فرمایا، اگر درست اور عدل ہو تو ہم نے نجات پائی، تو وہ کافر ہوا۔

اور اسی طرح اگر کہا: انا رسول اللہ، یا فارسی میں کہا: من پیغمبرم (یعنی: میں پیغمبر ہوں)[1] اور مراد یہ ہے کہ میں پیغام لے جاتا ہوں، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اور اگر ایسا ہوا کہ جس وقت اس نے یہ کلام کیا اس وقت ایک دوسرے شخص نے اس سے معجزہ طلب کیا، تو بعض کے نزدیک اس کی تکفیر کی جائے گی، جبکہ متاخرین مشائخ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا: اگر دوسرے شخص کی غرض معجزہ طلب کر کے سے اس کو عاجز و رسوا کرنا ہے تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور اگر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو بلفظ تصغیر کہا، مثلاً: عربی میں "شُعَیر" کہا، تو بعض کے نزدیک مطلقاً تکفیر کی جائے گی، اور بعض دیگر کے نزدیک نہیں، ہاں مگر جب اس کی نیت میں اہانت ہو (تو تکفیر کی جائے گی)۔ اور اگر

---

1 مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ہماری زبان میں بے اضافت مثلاً اگر کوئی یوں کہے کہ میں رسول ہوں یا وہ رسول ہے تو "عمادیہ" وغیرہ کی عبارت کی طرف دیکھئے "أو قال بالفارسیة: من پیغمبرم" (یعنی: کفر ہوگا) ہاں غیر مولیٰ تعالیٰ کی طرف اس لفظ کی جب اضافت ہوتی ہے تو وہاں اس لفظ کے لغوی معنی ہی مراد ہوتے ہیں اور یوں بھی اس کا استعمال شائع ہے خود احادیث میں بھی موجود ہے اردو میں بھی اگر کوئی یوں کہے کہ میں فلاں شخص کا رسول ہوں اور قاصد کا ارادہ کرے تو اس میں کوئی محذور نہ ہوگا۔ ("فتاوی مصطفویہ"، صفحہ 33، شبیر برادرز لاہور)

کسی نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انسان تھے یا جن، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

اور اگر کہا: اگر فلاں شخص پیغمبر ہے تو بھی اس سے اپنا حق لوں گا، تو یہ کفر نہیں، اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

اور اگر کہا: محمد حقیر درویش تھے، یا کہا: پیغمبر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا کپڑا پیپ بھرا تھا، یا کہا: ان کے ناخن بڑے بڑے تھے، تو بعض مشائخ نے فرمایا: مطلقاً اس کی تکفیر کی جائے گی، جبکہ بعض نے فرمایا: اگر اس نے بطریق اہانت کہا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے کہا: اس آدمی نے اس اس طرح کہا ہے، تو بعض کے نزدیک اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر کسی ایسے شخص کو بُرا بھلا کہا جس کا نام ''محمد'' یا ''احمد'' ہے یا اس کی کنیت ''ابو القاسم'' ، اور اسے کہا: اے زانیہ کے بچے! اللہ کے اس نام یا اس کنیت کا ہر بندہ، بعض مقامات پر ذکر کیا گیا کہ اگر اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ذکر کرتے یا یاد کرتے وقت یہ کہا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اور اگر کسی نے کہا کہ ہر معصیت، گناہِ کبیرہ ہے سوائے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے معاصی کے کہ ان کے معاصی سب صغیرہ ہیں، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور جس نے کہا کہ جو گناہ عمداً ہو وہ کبیرہ ہے اور اس کا کرنے والا فاسق ہے اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہا: انبیائے کرام علیہم السلام کے معاصی عمداً تھے تو اس نے کفر کیا، اس لئے کہ یہ گالی دینا ہے، اور اگر کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے معاصی عمداً نہ تھے، تو یہ کفر نہ ہوگا، اسی طرح ''یتیمہ'' میں ہے۔

رافضی: اگر شیخین (حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما) کو معاذ اللہ بُرا بھلا کہتا اور اُن حضرات پر لعن طعن کرتا ہو، تو وہ کافر ہے، اور اگر حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ پر فضیلت دیتا ہو تو وہ کافر نہ ہوگا البتہ بدعتی (گمراہ) ہے۔ اور معتزلی بدعتی (گمراہ) ہے مگر جب وہ دیدارِ الٰہی کے محال ہونے کا قائل ہو تو اب کافر ہوگا اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

اور اگر حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا پر معاذ اللہ تہمتِ زنا لگائی تو وہ کافر ہوگا، اور اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی باقی دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن کو ایسی ناپاک تہمت لگائی نعوذ باللہ من ذلک، تو تکفیر نہیں کی جائے گی، البتہ سخت لعنت کا مستحق ہوگا۔ اور اگر کہا کہ حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالی عنہم اصحاب نہ تھے تو اس کی تکفیر نہیں جائے گی، لیکن سخت لعنت کا مستحق ہوگا، اسی طرح ''خزانۃ الفقہ'' میں ہے۔

اور جس نے خلافتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار کیا تو وہ کافر ہے اور بعض نے فرمایا: بدعتی (گمراہ) ہے کافر نہیں، اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے،[45] اور اسی طرح جس نے خلافتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار کیا وہ بھی اصح قول کے مطابق کافر ہے، اسی طرح ''ظہیریہ'' میں ہے۔

اور جو لوگ حضرت عثمان وعلی وطلحہ وزبیر وعائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں، اُن کی تکفیر کرنا واجب ہے۔[46]

اور سب زیدیوں کی تکفیر کرنا واجب ہے ان کے اس اعتقاد کی وجہ سے کہ وہ عجم میں سے ایک نبی کے ظہور کا انتظار کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ ان کے اس ناپاک عقیدے کے مطابق وہ شخص ہمارے پیارے نبی مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دینِ پاک کو منسوخ کرے گا، اسی طرح ''وجیز کردری'' میں ہے۔

روافض کی تکفیر کی وجوہات......

اور (مندرجہ ذیل وجوہات کی بناپر) روافض کو کافر کہنا واجب ہے:

(1) ان کے اس قول کی وجہ سے کہ مردے لوٹ کر دنیا میں آئیں گے اور ارواح میں تناسخ ہوتا ہے (یعنی: آواگون ہوتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کی روح اماموں میں منتقل ہوئی۔

(2) نیز ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ایک امام پوشیدہ ہوگئے ہیں وہ آخر میں نکلیں گے۔[47]

(3) اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ شرعی اوامر ونواہی معطل ہیں جب تک وہ پوشیدہ امام نہ نکلے۔

(4) اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ جبریل امین علیہ السلام نے غلطی سے وحیِ الٰہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

---

[45] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر نہیں۔۱۲

[46] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: بلکہ ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔۱۲

[47] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: صرف یہ عقیدہ رکھنا کفر نہیں ہے جیسا کہ ان کا تعطیل اوامر ونواہی کے عقیدہ کو جدا بیان کرنا اس پر دلالت کرتا ہے، جو یقیناً کفر ہے۔۱۲

(مزید فرماتے ہیں:) پھر میں نے ''طریقہ محمدیہ'' میں اس مسئلہ کو ''تاتارخانیہ'' کے حوالہ سے ان الفاظ سے دیکھا: ''اور ان کے ایک پوشیدہ امام اور شرعی اوامر ونواہی معطل ہونے والے قول کی وجہ سے (ان کی تکفیر کی جائے گی)۔۔۔الخ''، اور یہی درست ہے، اور اس وقت انکے کفر میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔۱۲

پہنچائی نہ کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ اور ایسے سب لوگ ملتِ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام وہی ہیں جو مرتدوں کے احکام ہیں، اسی طرح ''ظہیریہ'' میں ہے۔

اور ''الاصل'' کی کتاب الاکراہ میں ہے کہ اگر کسی پر اکراہ کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرے، تو اس کی تین صورتیں ہوں گی:

پہلی صورت یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرے دل میں کچھ نہیں گزرا، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی جیسا اکراہ کرنے والوں نے مجھ سے کہا تھا حالانکہ میں اس پر راضی نہ تھا، تو ایسی صورت میں اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور یہ گویا یوں ہوگا جیسے کوئی شخص کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا پس اس نے کہا حالانکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے (تو وہ کافر نہ ہوگا)۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میری نیت اس وقت ایک نصرانی شخص جس کا نام محمد ہے، کی تھی پس میں نے اس کو برا بھلا کہنے کا ارادہ کیا، تو اس صورت میں بھی اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور **تیسری صورت** یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا ارادہ اس وقت ایک نصرانی شخص جس کا نام محمد ہے، کا تھا پس میں نے اس کو برا بھلا نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہا، تو اس صورت میں قضاءً اور دیانۃً اس کی تکفیر کی جائے گی۔[48]

اور جس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجنون ہو گئے تھے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیہوشی طاری ہو گئی تھی تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اور اگر کسی شخص نے کہا: کاش! آدم علیہ السلام گیہوں نہ کھاتے تو ہم بدبخت نہ ہوتے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

اور جس نے خبرِ متواتر [1] کا انکار کیا تو وہ کافر ہوا۔

---

[48] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: **اور یہی واضح حق ہے۔۱۲**

---

1 **خبرِ متواتر کی تعریف**: وہ حدیث مبارک ہے جسے ہر طبقہ میں ایسی جماعتِ کثیرہ روایت کرے جن کا قصداً یا سہواً جھوٹ پر متفق ہونا عادۃً محال (ناممکن) ہو۔

اور جو شخص خبرِ مشہور [1] کا انکار کرے بعض کے نزدیک اس کی بھی تکفیر کی جائے گی، اور عیسیٰ بن ابان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اسے گمراہ کہا جائے گا اور تکفیر نہیں کی جائے گی، اور یہی صحیح ہے۔

اور جس نے خبرِ واحد [2] کا انکار کیا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی مگر ایسا شخص اس کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا، اسی کی مثل ''ظہیریہ'' میں ہے۔

اور اگر کسی شخص نے کسی نبی کی نسبت یہ تمنا کی کہ کاش یہ نبی نہ ہوتا، تو مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر اس کی مراد یہ ہے کہ اگر وہ مبعوث نہ ہوتا تو حکمت سے خارج نہ تھا، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور اگر اس نے اس نبی کی نسبت دل میں استخفاف وعداوت رکھی، تو وہ کافر ہے، اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

اور اگر کسی نے کہا کہ اگر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مجھے کہیں: ''اے چھوٹے مرد!'' تو بھی ہرگز نہیں کروں گا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اگر کہا کہ میں بھی کہوں گا، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اسی طرح ''ظہیریہ'' میں ہے۔[49]

اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس چیز کو پسند فرماتے تھے، مثلاً: کدو شریف پسند فرماتے تھے، پس اس دوسرے نے کہا: میں اس کو پسند نہیں کرتا، تو یہ کفر ہے، اور اسی کے مثل امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

[49] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: مجھ پر اس کے کفر سے نجات کی وجہ ظاہر نہ ہوئی، کیونکہ بے شک اس لفظ سے اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے کا عزم کیا، اور (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو) گالی دینا کفر ہے، نیز کفر کا عزم کرنا بھی یقیناً کفر ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ (یہاں) عبارت ''اس کی تکفیر کی جائے گی'' بغیر ''نہیں'' کے ہے، شاید اسی وجہ سے اس صورت کو مذکورہ صورتِ اوّل سے جدا ذکر فرمایا۔ ۱۲

---

1 خبرِ مشہور کی تعریف: وہ حدیث مبارک جس کے راوی ہر زمانہ میں تین یا تین سے زائد ہوں، جبکہ یہ تعداد حدِ تواتر کو نہ پہنچے۔

2 خبرِ واحد کی تعریف: وہ حدیث مبارک جس میں متواتر کی شرائط جمع نہ ہوں، خواہ ان میں سے ایک ہی شرط مفقود ہو، خبرِ واحد کہلاتی ہے۔

سے بھی مروی ہے، اور بعض متاخرین نے فرمایا: اگراس نے یہ بات بطورِ اہانت کہی تو کفر ہے اور بغیر اہانت کے کہی، تو کفر نہیں۔[50] ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کپڑا بُنا ہے پس ہم سب جولا ہے کی اولاد ہوئے، تو یہ کفر ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی مبارک انگلیاں چاٹتے تھے، پس دوسرے نے کہا: یہ تو بے ادبی ہے، تو یہ کفر ہے۔

اگر کہا: کسانوں کی کیا اچھی رسم ہے کہ کھانا کھاتے ہیں اور ہاتھ نہیں دھوتے، تو شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اگر یہ قول سنت کی اِہانت کے طور پر کہا گیا ہے، تو اس شخص کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر کسی نے کہا: یہ کیا رسم ہے کہ مونچھیں پست کرنا یا مونڈوانا، اور عمامہ زیرِ گلو لانا، پس اگر اس نے یہ بات سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں طعن کرنے کے لئے کی ہے، تو اس نے کفر کیا، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اگر عاشوراء کے روز کسی سے کہا گیا کہ اس روز سرمہ لگانا سنت ہے، تو اس نے کہا کہ یہ عورتوں اور مخنثوں کا کام ہے، تو کافر ہو جائے گا۔[51]

اور ''تخییر'' میں ہے کہ ایک شخص نے کوئی بات کہی، تو دوسرے نے کہا: جھوٹ کہتا ہے اگرچہ وہ نبی ہو، تو اس پر کفر لازم ہوگا۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ اس کی بات کو سچا نہ جانوں اگرچہ وہ پیغمبر ہو، تو بھی یہی حکم ہے، اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا: وہ بد خلق ہے اگرچہ پیغمبر ہو، یا کہا: بدخلق ہے اگرچہ مقرب فرشتہ یا نبی مرسل ہو، تو اسی وقت کافر ہو جائے گا۔

ایک شخص نے اپنے غلام کو مارنا چاہا، تو دوسرے نے اس سے کہا: اسے مت مارو پس اس نے جواب دیا: اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی فرمائیں کہ مت مارو، جب بھی نہ چھوڑوں گا، یا کہا: اگر آسمان سے آواز آئے کہ مت مارو، تو بھی ماروں گا، تو اس پر کفر لازم ہوگا۔[52]

---

[50] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: یہی صحیح ہے۔١٢

[51] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: (یہ حکم اس صورت میں ہے) اگر اس نے سرمہ لگانا سنت تسلیم کرتے ہوئے یہ کہا، لیکن اگر اس کی مراد اس کے سنت ہونے کا انکار ہو، تو یہ حکم نہیں۔١٢

[52] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور صحیح یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی مگر جب وہ استخفاف کا ارادہ کرے۔١٢

اور شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں نے صدر الاسلام جمال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا کہ جس نے احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے کوئی حدیث پڑھی، تو کہا: وہ روز آنہ کھٹکنے والی باتیں پڑھتا ہے، تو شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اگر کہنے والے نے اس کی اضافت پڑھنے والے کی طرف کی نہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف، تو دیکھا جائے گا کہ اگر ایسی حدیث ہے جو دین یا احکامِ شرعیہ سے متعلق ہے تو اس کی تکفیر جائے گی اور اگر ایسی حدیث ہے جو ان سے متعلق نہیں تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اس کی بات اس امر پر محمول کی جائے گی کہ اس کی مراد یہ ہے کہ اس کے سوا دوسری چیز کا پڑھنا بہتر ہے۔

کسی شخص نے کہا: تیرے عربی جوان یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کے سبب، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

کسی شخص نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک ایسا وقت ہوتا تھا جس میں وہ نبی ہوتے تھے اور ایک ایسا وقت ہوتا تھا جس میں وہ نبی نہیں ہوتے تھے، یا کہا: میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں مومن ہیں یا کافر، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور ''غرر المعانی'' میں ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی سے کہا: جھوٹ مت کہو، اس نے کہا کہ انبیاء نے جھوٹ کہا ہے، تو شیخ نے فرمایا کہ یہ کلمۂ کفر ہے، چاہئے کہ عورت توبہ کرے اور تجدید نکاح کرے، اسی طرح ''تتارخانیہ'' میں ہے۔

اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا: مجھے تیرا دیکھنا ایسا ہے جیسے ملک الموت کو دیکھنا، تو یہ خطائے عظیم ہے اور کیا اس قائل کی تکفیر کی جائے گی؟ اس میں مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا: اس کی تکفیر کی جائے گی، اور اکثر نے فرمایا: تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔[53]

اور ''خانیہ'' میں ہے: بعض نے فرمایا کہ اگر اس نے یہ قول ملک الموت سے عداوت کی وجہ سے کہا ہے، تو کافر ہو جائے گا، اور اگر اس نے یہ لفظ موت سے ناپسندیدگی کی وجہ سے کہا ہے تو کافر نہ ہوگا۔[54]

---

[53] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور یہی حق ہے۔۱۲

[54] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور یہی درست ہونے میں واضح ہے۔۱۲

اور اگر کہا: مجھے فلاں کو دیکھنا ملک الموت کو دیکھنے کی طرح ناپسند ہے، تو اکثر مشائخ کے نزدیک اُس کی تکفیر کی جائے گی۔ [55]

اور ''تخییر'' میں ہے: اگر کسی نے کہا: میں فلاں کی گواہی کی سماعت نہیں کروں گا اگرچہ وہ جبریل ومیکائیل ہو، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

کسی شخص نے فرشتوں میں سے کسی فرشتہ کو عیب لگایا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

ایک شخص نے کہا کہ مجھے ایک ہزار درہم دو تا کہ میں ملک الموت کو بھیجوں کہ وہ فلاں کی روح کو قبض کر کے اسے قتل کریں، آیا ایسے قائل کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں؟ تو شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ابوذر نے فرمایا: فرشتے کے ساتھ استخفاف کفر ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا: میں تیرا فرشتہ ہوں فلاں مقام میں تیرے کام میں مدد کرونگا، تو بعض نے فرمایا: اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اسی طرح اگر مطلقاً کہا کہ میں فرشتہ ہوں تو بھی یہی حکم ہے بخلاف اس کے کہ اگر کہا: میں نبی ہوں (تو اس کی تکفیر کی جائے گی) اسی طرح ''تتارخانیہ'' میں ہے۔

ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور گواہ حاضر نہ تھے، پس اس نے کہا: میں نے خدا اور رسول کو گواہ کیا [1]،

---

[55] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور راجح یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔۱۲

---

(1) مصطفیٰ رضا خان صاحب مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اصل یہ ہے کہ غیر خدا کے لئے مطلقاً انکار یہ عقیدہ باطلہ بعض معتزلہ ہے مگر معتزلی اپنے کو حنفی کہا کرتے تھے اور فقہ حنفی میں اپنے مذہب کی رعایت کرتے ہوئے بعض مسائل کو ٹھونستے تھے، تو یہ مسئلہ بھی انہی مسائل میں سے ایک ہے پھر ان سے بعض مشائخ نے اخذ کیا اور ان کے ساتھ حسن ظن یہی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس سے علم ذاتی مراد لیا ہو۔

پھر ان حضرات سے صاحب ''بحر'' وغیرہ نے بھی یہی سمجھتے ہوئے اپنی تصانیف میں نقل کیا اور یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض جامع اقوال ہر گونہ نقل کرتا ہے پھر اس سے اور نقل کرتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے۔ تو بعض کا نقل کردہ قول جب کہ اس میں مطلقاً انکار علم غیب مراد ہو جو معتزلہ کے عقیدہ باطلہ کے موافق ہے یا اس کا اپنا سہی جبکہ وہ حنفی ہو معتزلی نہ ہو اس سے ذاتی مراد لیا ہو اسے دیکھ کر ان دیکھا کرنا کس درجہ حیاداری ہے؟ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم نیز اس سے بھی وہابی کا نظر چرانا بلکہ بعض خبثاء وہابیہ کا اس اشعار ذاتی کو بھی مطلقاً انکار کی سند ٹھہرانا کس قدر ڈھٹائی ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

یا کہا: خدا کو اور فرشتوں کو میں نے گواہ کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔[56] اور اگر کہا: میں نے اپنے سیدھے اور الٹے ہاتھ کے فرشتوں کو گواہ بنایا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

---

[56] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

اور حق یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ حدیث مبارک میں وارد ہوا (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا): ((اے اللہ! میں نے صبح کی تجھے گواہ بناتے ہوئے، تیرا عرش عظیم اٹھانے والے فرشتوں، تیرے دیگر فرشتوں اور تیری مخلوق کو گواہ بناتے ہوئے))(1)۔۱۲

= مسئلہ تو صرف اتنا تھا کہ اگر کوئی شخص شہادت خدا اور رسول سے نکاح کرے تو یہ نکاح منعقد نہ ہوگا کہ شرط انعقاد نکاح گواہوں کا رہنا ہے حدیث میں ہے: ((لا نکاح إلا بشهود)) مسلمان کے نکاح میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کا حضور شرط ہے جو عاقل بالغ ہوں اور یہ سمجھیں کہ نکاح ہو رہا ہے وہ کون سا نکاح ہے جو خدا سے غائب ہے اگر محض خدا کی شہادت سے نکاح کرتا یا فرشتوں مثلاً کراماً کاتبین کی شہادت سے کرتا جب بھی باطل ہوتا کہ شرط صحت نکاح نہ پائی گئی اس میں بعض مجاہیل نے اتنا اور اضافہ کیا کہ وہ مسلمان شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ وہ معتقد علم غیب برائے رسول ہوا ظاہر تو یہ ہے کہ یہ بعض مجاہیل معتزلی ہوگا اس نے اپنے مذہب کا پیوند اس میں جوڑ دیا پھر یہ بتاویل علم ذاتی بعض حنفیہ نے بھی اپنی تصانیف میں نقل کر لیا مگر اسکی مرجوحیت کو ظاہر کرتے ہوئے کہ علم ذاتی ہی نہیں ہوتا۔ دوسری قسم علم عطائی بھی ہے تو جب یہ احتمال ہے تو کافر نہیں کہہ سکتے اس احتمال کے ہوتے ہوئے تکفیر صحیح نہیں۔

(ملخص از ''فتاوی مصطفویہ'')

مزید تفصیل جاننے کیلئے ''فتاوی مصطفویہ'' کا پہلا فتوی ملاحظہ فرمائیں۔

(1) "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح، و"سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، باب ما جآء في عقدة التسبيح.

(4) اُن کلماتِ کفر کا بیان جو قرآن کریم سے متعلق ہیں

جو شخص قرآن کریم کے مخلوق ہونے کا قائل ہے وہ کافر ہے[57]، اسی طرح ''فصولِ عمادیہ'' میں ہے۔

جس نے کسی آیت قرآنی کا انکار کیا یا قرآن کی کسی آیت سے تمسخر کیا، اور ''خزانہ'' میں یہ بھی ہے: یا (کسی آیت کو) عیب لگایا، تو تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''تتار خانیہ'' میں ہے۔

اور اگر کسی شخص نے معوذتین (یعنی: سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) کے قرآن سے ہونے سے انکار کیا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور بعض متاخرین نے فرمایا: تکفیر کی جائے گی؛ کیونکہ صدرِ اوّل کے بعد اس پر اجماع ہو گیا تھا کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کریم سے ہیں، اور پہلا قول ہی صحیح ہے اس لئے کہ متاخرین کے اجماع سے متقدمین کے اختلاف کو رفع نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح ''ظہیریہ'' میں ہے۔[58]

اگر دف بجانے پر یا بانسری بجانے پر قرآن کو پڑھا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

ایک شخص نے قرآن پڑھا تو کسی دوسرے نے کہا: یہ کیا طوفان کی آواز ہے، تو یہ کفر ہے اسی طرح ''محیط'' میں

---

[57] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں۔۱۲

[58] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور اس میں تیسرا قول بھی ہے اور وہ یہ کہ اگر وہ شخص عالم ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اگر ایسا جاہل ہے کہ جسے اس میں اختلاف کی کچھ خبر نہیں تو اس کی تکفیر کی جائے گی، بعض نے فرمایا: یہی وہ قول ہے جس کی طرف دل مائل ہوتا ہے۔۱۲

میں کہتا ہوں: بحمد اللہ تعالیٰ (مجھ پر) یہ ظاہر ہوا بلکہ یہی حق ہے کہ مطلقاً اُس کی تکفیر کی جائے گی، کیونکہ بلاشبہ ان دونوں کا قرآن کریم سے ہونا ضروریاتِ دین سے ہے، نیز صدرِ اول میں سے کسی سے بھی اس کا انکار منقول نہیں سوائے اس قول کے جو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حکایت کیا گیا ہے، باوجود اس کے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی مشہور روایات میں ان دونوں کا قرآن کریم سے ہونے پر اجماع مروی ہے، لہٰذا درست بات یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس کی نسبت کرنا اور قرآن کریم پر یہ اعتراض کرنا باطل ہے۔ اور اس قولِ مخالف کے کچھ جوابات امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ''اتقان'' میں ذکر کئے گئے ہیں، اور تم پر ''فواتح الرحموت'' (کا مطالعہ) لازم ہے کہ اس میں وہ ہے جو اطمینان بخش اور کافی ہے، والحمد للہ تعالیٰ۔۱۲

ہے۔[59] اور اگر کہا: قرآن تو میں نے بہت پڑھا مگر ہم سے جنایت (پریشانی) دور نہ ہوئی، تو اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا: تونے ''قل ھو اللہ احد'' کی کھال کھینچ دی، یا کہا: ''الم نشرح'' کا تونے گریبان پکڑا ہے یا جو شخص مریض کے پاس یٰس پڑھتا تھا اس سے کہا کہ یٰس مردہ کے منہ میں مت رکھ یا کسی سے کہا: اے ''اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ '' سے بھی زیادہ چھوٹے!، یا جو شخص قرآن پڑھتا تھا اور کوئی کلمہ اس کو یاد نہیں آتا تھا اس سے کہا کہ ﴿وَالۡتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ﴾ یا کسی کے لئے پیالہ بھر کر لایا اور کہا ﴿کَاۡسًا دِھَاقًا﴾ ، یا کسی سے بطریق مزاح کہا: ﴿فَکَانَتۡ سَرَابًا﴾، یا ناپ تول کے وقت بطریق مزاح کہا: ﴿وَاِذَا کَالُوۡھُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡھُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ﴾، یا کسی سے کہا: تونے ''الم نشرح'' کی پگڑی باندھی ہے اور اس کی مراد یہ ہے کہ تونے علم کو ظاہر کیا ہے یا کسی جگہ لوگوں کو جمع کیا اور کہا: ﴿فَجَمَعۡنَاھُمۡ جَمۡعًا﴾ یا کہا: ﴿وَحَشَرۡنٰھُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡھُمۡ اَحَدًا﴾ یا کسی سے کہا: تو ﴿وَالنّٰزِعٰتِ نَزۡعًا﴾ کس طرح پڑھتا ہے عین کے پیش یا زیر سے، اور اس کی مراد طنز ہے یا کسی گنجے شخص سے کہا: میں تجھے بُرا بھلا کہوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿کَلَّا بَلۡ رَانَ﴾ (تو یہ بھی سخت گستاخی و کفر ہے)۔

یا کسی نے دوسرے کو جماعت سے نماز ادا کرنے کے لئے بلایا تو اس نے کہا کہ میں تنہا نماز پڑھتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی﴾ ، یا کسی سے کہا: بزدلی جائز ہے کیونکہ بزدلی ہوا لے جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَتَذۡھَبَ رِیۡحُکُمۡ﴾، تو ان تمام صورتوں میں اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور کسی دوسرے سے کہا کہ تونے گھر ایسا پاک کیا جیسے ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ﴾ تو بعض نے فرمایا: تکفیر کی جائے گی اور شیخ ابو بکر بن اسحٰق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اگر کہنے والا جاہل ہو تو تکفیر نہیں کی جائے گی اور اگر عالم ہو تو تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر کہا گھر ﴿قَاعًا صَفۡصَفًا﴾ ہو گیا تو اس میں خطر عظیم ہے۔

اور اگر کہا: قرآن اعجمی ہے، تو تکفیر کی جائے گی اور اگر کہا: قرآن میں عجمی کلمہ ہے تو اس کے کفر میں نظر ہے ایسا ہی

---

[59] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: حق بات یہ ہے کہ یہ کفر نہیں جبکہ اس کا ارادہ قاری، اس کی آواز یا اس کے اذان کہنے پر انکار کرنا ہو، اور اگر اس کا ارادہ قرآن کریم کا انکار ہو تو واضح طور اس کی تکفیر کی جائے گی۔١٢

شیخ ابو القاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفسر نے ذکر کیا ہے، اسی طرح یہ ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔ ''خزانۃ الفقہ'' میں ہے: اگر کسی سے کہا گیا کہ تو قرآن کیوں نہیں پڑھتا؟ اس نے کہا: قرآن سے میں بے زار ہوں، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور ''رسالہ صدر الصدور'' و ''رسالہ قاضی القضاۃ'' کمال الملۃ والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے قرآن شریف سے کوئی سورت یاد کر رکھی ہے اور اسے بہت پڑھتا ہے پس دوسرا کہے: اس سورت کو تو نے کمزور کر دیا ہے تو کافر ہو جائے گا۔ اور ''تخییر'' میں ہے: اگر کسی نے قرآن کو فارسی میں نظم کیا تو قتل کیا جائے گا اس لئے کہ وہ کافر ہے، اسی طرح ''تتارخانیہ'' میں ہے۔

(5) ان کلماتِ کفر کا بیان جن کا تعلق نماز، روزہ اور زکوٰۃ سے ہے

کسی نے ایک بیمار سے کہا کہ نماز پڑھ لے اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں پڑھوں گا، پھر اس نے نہ پڑھی یہاں تک کہ مر گیا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر کسی نے کہا میں نہیں پڑھوں گا تو اس میں چار احتمالات ہیں:

اوّل: یہ کہ نہیں پڑھوں گا کیونکہ میں پڑھ چکا ہوں۔

دوم: یہ کہ تیرے حکم سے نہیں پڑھوں گا کیونکہ مجھے اس نے حکم کیا ہے جو تجھ سے بہتر ہے۔

سوم: یہ کہ نہیں پڑھوں گا، از راہِ فسق و دلیری اور بے باکی، تو یہ تینوں صورتیں کفر نہیں ہیں۔

اور چہارم: یہ کہ نہیں پڑھوں گا اس لئے کہ نماز مجھ پر فرض نہیں اور نہ ہی مجھے اس کا حکم ہے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر کسی نے اسی قدر کہا: ''نہیں پڑھوں گا'' تو اس سے اس کی تکفیر نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ اس میں بھی مذکورہ چار احتمالات ہیں، اور اگر کسی سے کہا گیا کہ نماز پڑھ، تو اس نے کہا: بھڑوا ہے جو نماز پڑھے اور اپنے اوپر مفت کام بڑھائے، یا یوں کہا: مدت ہوئی جب سے میں نے بیکار کام نہیں کیا، یا کہا: یہ کام کون آخر تک پورا کر سکتا ہے، یا کہا: عقلمند کو ایسے کام میں نہیں پڑنا چاہئے جس کو آخر تک پورا نہ کر سکے، یا کہا: اور لوگ میرے لئے کر لیتے ہیں، یا کہا: نماز پڑھتا ہوں تو مجھے کچھ کامیابی نہیں ملتی، یا کہا: تو نے نماز پڑھی تو تجھے کیا کامیابی ملی؟ یا کہا: نماز کس کی پڑھوں میرے ماں باپ تو مر چکے ہیں، یا کہا: نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں برابر ہیں، یا کہا: اتنی نماز پڑھی کہ میرا دل بھر گیا، یا کہا: نماز ایسی چیز نہیں ہے کہ چھوڑ دی جائے تو سڑ جائے گی، تو یہ سب کفر ہے اسی طرح ''خزانۃ المفتین'' میں ہے۔

ایک نے دوسرے سے کہا: آؤ اس حاجت کے لئے نماز پڑھیں، تو اس نے کہا: میں نے بہت نماز پڑھی میری کوئی حاجت پوری نہیں ہوئی اور یہ بطور استخفاف وطنز کہا، تو کافر ہو جائے گا، اسی طرح ''تاتارخانیہ'' میں ہے۔ اور اگر نمازیوں سے ایک فاسق نے کہا: آؤ اور مسلمانی دیکھو اور اپنی فسق وفجور کی مجلس کی طرف اشارہ کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر کہا: بے نمازی کیا ہی اچھا کام ہے، تو یہ کفر ہے۔ اور اگر کسی شخص سے کہا: نماز پڑھ تاکہ تجھ کو اطاعت کا مزہ حاصل ہو یا فارسی میں کہا: نماز کن تا حلاوت نماز کردن بیابی، پس اس شخص نے کہا: تو نماز نہیں پڑھ تاکہ تجھے بے نمازی کا مزہ حاصل ہو تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر کسی غلام سے کہا گیا کہ نماز پڑھ اس نے کہا: نہیں پڑھوں گا اس لئے کہ ثواب میرے مولیٰ کے لئے ہوگا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر کسی شخص سے کہا گیا کہ نماز پڑھ، اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے میرے مال میں نقصان کیا ہے پس میں اس کے حق میں نقصان کروں گا، تو یہ کفر ہے۔

ایک شخص فقط رمضان المبارک میں نماز پڑھتا ہے اس کے علاوہ میں نہیں، اور کہتا ہے: یہی بہت ہے یا کہتا ہے: اسی قدر زیادہ ہے کیونکہ رمضان المبارک کی ہر نماز (غیر رمضان کی) ستر نمازوں کے برابر ہے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر کسی نے جان بوجھ کر سمتِ قبلہ کے علاوہ کسی اور طرف رُخ کر کے نماز پڑھی مگر اتفاقاً یہی رخ قبلہ کا نکلا تو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: وہ کافر ہے، اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اختیار کیا۔

اور اسی طرح اگر کسی نے بغیر طہارت کے نماز پڑھی یا نجس کپڑے میں پڑھی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عمداً بغیر وضو کے نماز پڑھی تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اور صدر الشہید نے فرمایا: ہم اسی کو لیتے ہیں۔

اور ''کتاب التحری'' میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے تحری کی اور اس کی تحری کسی جہت پر واقع ہوئی پھر اس نے جان بوجھ کر اس جہت کو چھوڑ کر دوسری طرف رخ کر کے نماز پڑھی تو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے (آپ نے فرمایا): میں ایسے شخص کے حق میں کفر کا خوف کرتا ہوں کہ اس نے جہتِ قبلہ سے رُوگردانی کی، اور مشائخ نے اس کے کفر میں اختلاف کیا ہے۔ اور شمس الآئمہ حلوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اگر اس نے قبلہ رُخ کے علاوہ کسی دوسری طرف بطورِ استہزاء واِستخفاف نماز پڑھی تو کافر ہو جائے گا۔

اور اگر کوئی شخص ایسی صورت میں کسی وجہ سے مبتلا ہو گیا مثلاً چند لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا کہ درمیان میں اس کو حدث ہو گیا یا قطرہ آیا اور حیاء کی وجہ سے اسے ظاہر نہ کیا، اور اس نے چھپایا اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی، یا دشمن کے

نزدیک تھا پس کھڑے ہو کر اس نے نماز پڑھی حالانکہ پاک نہیں تھا تو ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ کافر نہ ہوگا اس لئے کہ اس نے بطور استہزا ایسا نہیں کیا لیکن جو شخص بسبب ضرورت یا حیاء کے اس میں مبتلا ہو اس کو چاہئے کہ قیام سے قیامِ نماز کا ارادہ نہ کرے اور قراءت نہ کرے اور جب پیٹھ جھکائے تو رکوع کا ارادہ نہ کرے اور رکوع کی تسبیح نہ پڑھے تاکہ بالاجماع کسی کے نزدیک کافر نہ ہو۔

اور نجس کپڑے پہن کر نماز پڑھی تو بعض نے فرمایا کہ کافر نہ ہوگا اور اگر کسی نابالغ، یا مجنون یا عورت یا جنبی یا جس کو حدث ہوا اور طہارت نہ کی، اس کے پیچھے نماز پڑھی، یا وقتیہ نماز پڑھی حالانکہ اس کے ذمہ قضا نماز تھی اور وہ اس کو یاد بھی تھی تو بالاتفاق ایسا شخص کافر نہ ہوگا اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اور اگر کسی نے کہا کہ نماز فرض ہے مگر اس کا رکوع وسجود فرض نہیں تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ اس کی تاویل ممکن ہے اور اگر اس نے مطلقاً رکوع وسجود کی فرضیت کا انکار کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی یہانتک کہ اگر اس نے دوسرے سجدے کی فرضیت کا انکار کیا تو بھی اس کی تکفیر کی جائے گی اس لئے کہ وہ اجماع وتواتر کو رد کرتا ہے اور اگر کسی نے کہا اگر کعبۃ اللہ قبلہ نہ ہوتا اور بیت المقدس قبلہ ہوتا تو میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھتا، اور ''تجنیس'' و''ملتقط'' میں ہے اور اگر کہا فلاں شخص قبلہ ہو جائے تو میں اس کی طرف منہ نہ کروں گا یا کہا: اگر فلاں جانب قبلہ ہو جائے تو میں اس کی طرف منہ نہ کروں گا، اور ''تخییر'' میں ہے ایک شخص نے کہا قبلۂ نماز دو ہیں ایک کعبہ اور دوسرا بیت المقدس، تو اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''ینابیع'' میں ہے۔

ابراہیم بن یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے ریاکاری کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے لئے کچھ ثواب نہیں، ہے بلکہ اس پر گناہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس کی تکفیر کی جائے گی، جبکہ بعض نے فرمایا کہ نہ اس کے لئے ثواب ہے اور نہ گناہ، اور وہ ایسے شخص کی طرح ہے جس نے نماز ہی نہیں پڑھی۔

اور ''مصباح الدین'' میں ہے: ابو حفص کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو مشرکین کے پاس آیا حالانکہ وہاں اس نے ایک یا دو نمازیں ترک کر دیں، پس اگر ان کی تعظیم کی وجہ سے ترک کی ہیں، تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اس پر نماز کی قضا نہیں۔ اور اگر اس نے بطور فسق کے یہ عمل کیا ہے تو تکفیر نہیں کی جائے گی اور جو نماز ترک کی ہے اس کی قضا بھی کرے۔ اور ''یتیمہ'' میں ہے: ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو دارالاسلام میں مسلمان ہوا، پھر ایک مہینہ کے بعد اس سے نماز پنجگانہ کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا میں یہ نہیں جانتا کہ وہ مجھ پر فرض ہیں؟ تو

فرمایا کہ اس کی تکفیر کی جائے گی، البتہ اگر وہ نو مسلموں میں رہتا ہو (تو تکفیر نہیں کی جائے گی) اسی طرح ''تتارخانیہ'' میں ہے۔

جب موذن نے اذان دی، تو دوسرے نے سن کر کہا کہ تو نے جھوٹ کہا، تو کافر ہو جائے گا اسی طرح ''فتاوی قاضیخان'' میں ہے۔ اور ''تخییر'' میں ہے کہ موذن نے اذان دی، تو ایک شخص نے کہا: یہ کیا شور وغوغا ہے، تو اسکی تکفیر کی جائے گی جبکہ اس نے بطورِ انکار کہا ہو اور ''فصول'' میں ہے: اگر کسی نے اذان سن کر کہا یہ کیا گھنٹی کی آواز ہے؟، تو اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''تتارخانیہ'' میں ہے۔

کسی شخص سے کہا گیا: زکوۃ ادا کرو، تو اس نے کہا میں نہیں ادا کرونگا تو تکفیر کی جائے گی مگر بعض نے فرمایا کہ مطلقاً اور بعض نے فرمایا کہ اموالِ باطنہ میں اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، البتہ اموالِ ظاہرہ میں اس کی تکفیر کی جائے گی، اور چاہئے کہ زکوۃ کی تفصیل بھی انہی اقوال پر کی جائے جو نماز میں گزرے، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

اور اگر کسی نے کہا: کاش رمضان کے روزے فرض نہ ہوتے! تو اس کے کفر میں مشائخ نے اختلاف فرمایا ہے اور صحیح وہی ہے جو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے منقول ہے کہ یہ اس کی نیت پر ہے چنانچہ اگر اس کی نیت یہ تھی کہ اس نے ایسا لفظ اس وجہ سے کہا کہ وہ حقوقِ رمضان ادا نہیں کرسکتا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اگر ماہ رمضان آنے کے وقت اس نے کہا: بھاری مہینہ آیا، یا کہا: وہ مہمان آیا جو دل پر گراں ہو جاتا ہے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر ماہِ رجب کے آنے کے وقت اس نے کہا: عذابوں میں پڑ گیا، پس اگر اس نے فضیلت والے مہینوں کی اہانت کے لئے ایسا کہا تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر اس نے اپنے نفس کی سُستی کے خیال سے ایسا کہا تو تکفیر نہیں کی جائے گی اور چاہئے کہ مسئلہ اولی (پہلا مسئلہ) بھی اسی تفصیل سے ہو۔ اور اگر کسی نے کہا: رمضان کا مہینہ تیزی سے آپڑتا ہے، تو بعض نے فرمایا: اس کی تکفیر کی جائے گی، اور حاکم عبدالرحمن رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی، اور اگر کہا: ایسے روزے کب تک ہوں گے میرا تو دل ان سے اُکتا گیا ہے، تو یہ کفر ہے۔

اور اگر کہا: ان طاعات کو اللہ تعالی نے ہم پر عذاب بنا دیا ہے، پس اگر اس نے اس کی تاویل کی تو تکفیر نہیں کی جائے گی اور اسی طرح اگر کہا: اللہ تعالی ایسی طاعات کو ہم پر فرض نہ فرماتا تو ہمارے لئے بہتر ہوتا، پس اگر اس نے اس کی تاویل کی تو تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اور اگر کہا: نماز مجھے موافق نہیں آتی، یا حلال نہیں کرتی یا نماز کس کے لئے پڑھوں کہ نہ میری بیوی ہے اور نہ بچے، یا کہا نماز کو میں نے طاق میں رکھ دیا ہے، تو ان تمام صورتوں میں تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''خزانۃ المفتین'' میں ہے۔

(6) ان الفاظِ کفر کا بیان جو علم وعلماء سے متعلق ہیں

''نصاب'' میں ہے: جو کسی عالم سے بغیر کسی سبب ظاہری کے بغض رکھے تو اس پر کفر کا خوف ہے اور اگر کسی نیک شخص کے حق میں کہا: اس کا دیکھنا میرے نزدیک ایسا ہے جیسے سؤر کا دیکھنا تو اس پر کفر کا خوف ہے، اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔ اور اگر بغیر کسی سبب کے عالم یا فقیہ کو گالی دی، تو اس پر کفر کا خوف ہے، اور اگر کسی عالم سے کہا تیرے علم کی دُم (یعنی: سرین) میں گدھے کا عضوِ تناسل ہے اور علم سے مراد علمِ دین لیتا ہے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''بحر الرائق'' میں ہے۔

کسی جاہل نے کہا: جو لوگ علم سیکھتے ہیں وہ داستانیں ہیں جسے انہوں نے سیکھ لیا، یا کہا: جو کچھ وہ کہتے ہیں بیہودہ ہے، یا کہا فریب ہی ہے، یا کہا: میں علمِ حیلہ کا منکر ہوں تو یہ تمام باتیں کفر ہیں، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

ایک شخص ایک اونچی جگہ پر بیٹھا اور لوگ بطورِ استہزاء ومزاح اس سے سوالات پوچھتے ہیں پھر اس کو تکیوں سے مارتے ہیں اور یہ سب ہنستے ہیں، تو ان سب کی تکفیر کی جائے گی اور اسی طرح اگر وہ اونچے مقام پر نہ بیٹھا (اور یہ صورت واقع ہوئی تو بھی یہی حکم ہے۔) ایک شخص علم کی محفل سے لوٹا اس سے کسی دوسرے شخص نے کہا: تو بُت خانہ سے آتا ہے، یا کہا: مجلسِ علم سے مجھے کیا کام، یا کہا: جو وہ بیان کرتے ہیں اس کے کرنے کی طاقت کون رکھتا ہے؟ تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

اور اگر کہا: علم کو کاسہ وکیسہ میں نہیں رکھ سکتے یعنی پیالۂ طعام وکیسہ زر میں رکھنے کے قابل نہیں ہے حالانکہ غرض دونوں سے ہے یا کہا: مجھے جیب میں روپیہ چاہئے میں علم کو کیا کروں، تو تکفیر کی جائے گی، اسی کی مثل ''عتابیہ'' میں ہے۔

اور اگر کہا: مجھے اپنے بیوی بچوں میں ایسی مشغولیت ہے کہ علم کی مجلس میں نہیں جا پاتا، پس اگر اس نے اس کلام سے علم کی اہانت کا قصد کیا تو خطرۂ عظیم ہے۔

اور ''مجموع النوازل'' میں ہے: اگر کسی عالم سے کہا: جاؤ اور علم کو پیالہ میں رکھ کر اپنے کھانے میں لاؤ، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر فقیہ کوئی علم کی بات بیان کرتا ہو یا صحیح حدیث روایت کرتا ہو، پس دوسرے نے کہا: یہ کچھ نہیں ہے اور اس کو رد کر دیا، یا کہا: یہ بات کس کام آئے گی روپیہ چاہئے کہ آج کل تو روپے کا دور ہے اسی سے لوگوں کا جاہ وجلال ہے اور علم کس کو نفع دے گا، تو یہ کفر ہے۔

اور اگر کسی نے کہا: خلافِ شریعت کام کرنا عالم بننے سے اچھا ہے، تو یہ کفر ہے۔

عورت نے اپنے عالم شوہر کی نسبت یہ کہا: لعنت ہو میرے عالم شوہر پر، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔
اور اگر کسی نے کہا: علماء کے افعال، کافروں کے افعال جیسے ہیں، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، کہا گیا یہ اس وقت ہے جب اس نے تمام افعال مراد لئے ہوں کیونکہ ایسی صورت میں اس کے قول سے حق و باطل میں مساوات ہو جائے گی، اور یہ کفر ہے۔
اور اگر کسی فقیہ سے کسی واقعہ میں جھگڑا کیا اور فقیہ نے اس کو کوئی وجہ شرعی بتائی پس اس نے کہا کہ اپنی علمیت مت جھاڑو یہ نفع نہ دے گی تو اس پر کفر کا خوف ہے۔ اور اگر کسی فقیہ سے کہا اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نسبت رکھنے والے چھوٹے شخص! تو تکفیر نہیں کی جائے گی، بشرطیکہ اس کا قصد دین کا استخفاف نہ ہو۔
حکایت کی گئی ہے کہ ایک فقیہ نے اپنی کتاب ایک شخص کی دوکان میں رکھ دی اور چلا گیا، پھر اس دوکان کی طرف سے گزرا تو دوکاندار نے اس سے کہا کہ تم اپنی آری بھول گئے، اس پر فقیہ نے کہا: میری کتاب تمہاری دوکان میں ہے آری نہیں، تو دوکاندار نے کہا: بڑھئی آری سے لکڑی کاٹتا ہے اور تم کتاب سے لوگوں کی گردنیں کاٹتے ہوں، پس فقیہ نے اس بات کی شکایت شیخ محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ سے کی، شیخ نے اس دوکاندار کے قتل کا حکم دیا، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔
اور عبد الکریم رحمہ اللہ تعالیٰ و ابو علی سغدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی بیوی سے ناراض رہا کرتا تھا اور اس کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے کو کہا کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے منع کیا کرتا تھا پس عورت نے اس سے کہا: میں خدا کو کیا جانو اور علم کو کیا سمجھو؟ میں نے اپنے آپ کو دوزخ میں رکھ دیا ہے، تو ان دونوں حضرات نے فرمایا: اس عورت نے کفر کیا، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔
ایک شخص سے کہا گیا: طالب علم لوگ فرشتوں کے پروں پر چلتے ہیں تو اس نے کہا: ''یہ تو جھوٹ ہے''، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔
اگر کسی شخص نے کہا کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قیاس حق نہیں ہے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''تتارخانیہ'' میں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا: ثرید کا ایک پیالہ علم سے بہتر ہے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اور اگر کہا: (ثرید کا ایک پیالہ) اللہ تعالیٰ سے بہتر ہے تو تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔
کسی نے اپنے مخالف سے کہا: میرے ساتھ شریعت کی طرف چلو، تو اس کے مخالف نے کہا: کوئی پیغامبر لاؤ تو چلوں بے جبر نہ جاؤں گا، تو اس کی تکفیری جائے گی، اس لئے کہ اس نے شرع سے عناد کیا۔ اور اگر کہا: میرے ساتھ قاضی

کے پاس چلو، اور اس نے ایسا جواب دیا، تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اور اگر کسی نے کہا: شریعت اور یہ حیلے مجھے فائدہ نہ دینگے، یا کہا: میں شریعت کو کیا کروں میرے پاس تو گرز ہے، تو یہ سب کفر ہے۔

اور اگر کسی نے کہا: جس وقت روپے لئے تھے اس وقت شریعت و قاضی کہاں تھے، تو بھی تکفیر کی جائے گی اور بعض متاخرین نے فرمایا: اگر قاضی سے مراد اس شہر کا قاضی لیا، تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا: اس واقعہ میں حکم شرع یوں ہے تو دوسرے نے کہا: میں رسم پر چلتا ہوں نہ کہ شریعت پر، تو بعض مشائخ کے نزدیک تکفیر کی جائے گی۔

اور ''مجموع النوازل'' میں ہے: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تم کیا کہتی ہو کہ حکم شرع کیا چیز ہے؟ عورت نے ایک بڑی سی ڈکار لی اور کہا: ''اس شرع کو''، تو وہ کافرہ ہوگئی اور اپنے شوہر سے بائنہ ہوگئی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

ایک شخص پر اس کے مخالف نے آئمہ کا فتویٰ پیش کیا اس نے رد کر دیا اور کہا: تو یہ کیا فتویٰ لایا ہے؟ تو بعض نے فرمایا: اس کی تکفیر کی جائے گی، اس لئے کہ اس نے حکم شرع کو رد کیا، اور اسی طرح اگر اس نے کچھ نہ کہا فقط فتویٰ زمین پر ڈال دیا اور کہا: یہ شریعت کیا ہے؟ تو تکفیر کی جائے گی۔

ایک شخص نے عالم سے اپنی عورت کی طلاق کے بارے میں فتویٰ طلب کیا؟ تو عالم نے طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا، پس سائل نے کہا: کہ میں طلاق ملاق کیا جانو، بچوں کی ماں میرے گھر میں رہنی چاہیے، تو قاضی امام علی سغدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

اور اگر مدعی و مدعا علیہ میں سے، ایک شخص علماء سے حکم شرع کا فتویٰ لکھوا کر اپنے مخالف کے پاس لایا اور کہا: یہ فتویٰ ہے پس اس نے کہا کہ ایسا نہیں ہے جو انہوں نے فتویٰ دیا ہے، یا کہا ہم اس پر عمل نہیں کریں گے، تو اس پر تعزیر ہوگی، اسی طرح ''ذخیرہ'' میں ہے۔

اُن کلماتِ کفر کا بیان جو حلال وحرام، فاسقوں اور فاجروں کے کلام سے متعلق ہیں

اگر کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام اعتقاد کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی لیکن اگر اس نے کسی حرام کو اس لئے حلال کہا تا کہ اس کی اچھی فروخت ہو، یا جہالت کی وجہ سے حلال کہا تو کفر نہیں۔ اور 'اعتقاد' میں ہے: یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ چیز حرام لعینہ ہو، اور وہ اسے حلال اعتقاد کرتا ہو یہاں تک کہ کفر ہو گا، جبکہ اگر وہ چیز حرام لغیرہ ہو تو یہ حکم نہیں۔ نیز حرام لعینہ ہونے کی صورت میں بھی کفر اس وقت ہے جب کہ اس چیز کا حرام ہونا دلیلِ قطعی سے ثابت ہو، اور اگر اس کا حرام ہونا احادیث آحاد سے ثابت ہو تو تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

کسی شخص سے کہا گیا: تیرے نزدیک ایک حلال پسندیدہ ہے یا دو حرام؟ اس نے کہا: دونوں میں سے جو جلدی حاصل ہو جائے، تو اس پر کفر کا خوف ہے۔ اور اسی طرح اگر کہا: مال چاہئے خواہ حلال ہو یا حرام، تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کہا: جب تک حرام پاؤں، حلال کے گرد نہ پھروں تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور اگر کسی فقیر کو حرام مال میں سے کچھ دیا اور ثواب کی اُمید رکھی تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر فقیر نے یہ بات جان لی پھر دینے والے کو دعا دی اور دینے والے نے اس کی دعا پر آمین کہا، تو اسکی بھی تکفیر کی جائے گی۔

ایک شخص سے کہا گیا: تو حلال سے کھایا کر، تو اس نے جواب دیا: مجھے حرام پسند ہے، تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر کہا: اس دنیا میں ایک بھی حرام کھانے والا لے آؤ تا کہ میں اسے سجدہ کروں، تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر کسی سے کہا گیا: حلال کھا، تو اس نے کہا: مجھے حرام چاہئے، تو اسکی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

کسی فاسق اور شرابی کے لڑکے نے شراب پی تو اس کے اَقارِب نے آ کر اس پر درہم نچھاور کئے تو سب کی تکفیر کی جائے گی اور اگر اس پر درہم نچھاور نہیں کئے لیکن اسے مبارک باد دی، تو بھی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر کسی نے کہا: شراب کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر کسی نے کہا: شراب کی حرمت قرآن کریم سے ثابت ہے اور باوجود اس کے وہ شراب پیتا ہے پس اس سے کہا گیا: تو کیوں توبہ نہیں کرتا؟ اس نے کہا: ماں کے دودھ سے کیا کوئی صبر کر سکتا ہے؟ تو اسکی تکفیر نہیں کی جائے گی اس لئے کہ یہ استفہام ہے، یا دودھ و شراب کو یکساں پسند کرنا ہے۔

اور امام سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ''کتاب الحیض'' میں ہے: اگر کسی نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں جماع کرنے کو حلال جانا تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اور اسی طرح اگر اس نے اپنی بیوی سے لواطت کرنے کو حلال جانا، تو بھی یہی حکم ہے۔ اور ''نوادر'' میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں تکفیر نہیں کی جائے گی اور یہی صحیح ہے۔

ایک نے شراب پی اور کہا: خوشی تو اسے حاصل ہے جو میری خوشی کے ساتھ خوش ہے، اور نقصان وخسارہ ہے اسے ہے جو میری خوشی سے خوش نہیں تو یہ کفر ہوگا، اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

اور اگر کسی نے خلافِ شرع اعمال، مثلاً شراب نوشی، جوا وغیرہ شروع کرتے وقت اپنے دوستوں سے کہا: آؤ کچھ دیر زندگی اچھی کرلیں، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اسی طرح اگر شراب میں مشغول ہوا اور کہا: مسلمانی ظاہر کرتا ہوں، یا کہا: مسلمانی ظاہر ہو رہی ہے تو تکفیر کی جائے گی اور اگر فاسقوں میں سے ایک نے کہا اگر اس شراب میں سے کچھ گر پڑے تو جبریل اسے اپنے پروں پر اٹھالیں، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اگر کسی فاسق سے کہا گیا: تو ہر روز صبح اٹھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کو ایذا دیتا ہے، پس اس نے کہا: اچھا کرتا ہوں، تو تکفیر کی جائے گی۔

اگر کسی نے خلاف شرع یا گناہوں پر چلنے کو کہا کہ یہ بھی ایک راستہ اور مذہب ہے، تو اسکی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔ اور ''تجنیس ناطفی'' میں ہے: اصح یہ ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''تتارخانیہ'' میں ہے۔

کوئی شخص گناہ صغیرہ کا مرتکب ہوا، تو اس سے کہا گیا: اللہ تعالیٰ سے توبہ کر، تو اس نے کہا میں نے کیا کیا ہے جو مجھے توبہ کرنی چاہیے تو اسکی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اور اگر حرام کھانا کھاتے وقت ''بسم اللہ'' کہی تو امام المعروف مشتملی سے حکایت ہے کہ اسکی تکفیر کی جائے گی، اور اگر فراغت کے بعد ''الحمد للہ'' کہا تو بعض متاخرین نے فرمایا: تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور شراب کا پیالہ ہاتھ میں لے کر ''بسم اللہ'' کہہ کر پی جائے تو بالاتفاق کافر ہو جائے گا اور اسی طرح اگر زنا کرتے وقت یا جوا کھیلتے وقت دونوں گھٹنے ہاتھ میں لے کر ''بسم اللہ'' کہا تو کافر ہو جائے گا، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

اور اگر دو آدمیوں میں باہم سخت کلامی ہوئی پس ایک نے کہا: ''لا حول ولا قوۃ إلا باللہ''، تو دوسرے نے کہا: ''لا حول'' کسی کام کی نہیں ہے، یا کہا: ''لا حول'' کو کیا کروں، یا کہا: ''لا حول'' سے پیٹ نہیں بھرے گا، یا کہا:

''لا حول'' کو ثرید کے پیالہ میں چُور نہیں کر سکتے، یا کہا: بجائے روٹی کے ''لا حول'' کچھ فائدہ نہیں دیتا، تو ان سب صورتوں میں اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''ظہیریہ'' میں ہے۔

اور اسی طرح اگر تسبیح وتہلیل (یعنی: سبحان اللہ، اور لا إلہ إلا اللہ) کے وقت کسی نے ایسی (مذکورہ) باتیں کہیں، تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کسی نے کہا: ''سبحان اللہ''، تو دوسرے نے کہا: تو نے ''سبحان اللہ'' کی آبرو کھو دی، یا اسکی کھال کھینچ ڈالی تو یہ کفر ہے۔

اور اگر کسی سے کہا گیا کہو: لا إلہ إلا اللہ، پس اس نے کہا: میں نہیں کہوں گا، تو بعض مشائخ نے فرمایا: یہ کفر ہے اور بعض نے فرمایا: اگر اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ تیرے حکم سے نہیں کہتا، تو تکفیر نہیں کی جائے گی اور بعض نے فرمایا: مطلقاً تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر کہا: اس کلمہ کے کہنے سے تو نے کیا عزت پائی کہ میں بھی کہوں؟، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

ایک شخص نے چند مرتبہ چھینکا پس اس نے اس پر کہا: ''یرحمک اللہ'' کہنے سے میری ناک میں دم آ گیا ہے، یا کہا: میرا دل اُکتا گیا ہے، یا کہا: میں تنگ آ گیا ہوں، تو بعض نے فرمایا: صحیح جواب کے موافق اس کی تکفیر کی نہیں جائے گی اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔ سلطان کو چھینک آئی، تو کسی نے کہا: ''یرحمک اللہ''، پس کسی دوسرے نے کہا: سلطان کے لئے ایسا مت کہو، تو اس کہنے والے کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

(8) ان کلماتِ کفر کا بیان جو قیامت اور اس کے احوال سے متعلق ہیں

جس کسی نے قیامت کے دن کا، یا جنت کا، یا دوزخ کا، یا میزان کا، یا پُل صراط کا، یا ان دفتروں کا انکار کیا جس میں بندوں کے نامۂ اعمال لکھے جاتے ہیں، تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر مردوں کا قبروں وغیرہ سے دوبارہ زندہ کئے جانیکا انکار کیا تو بھی تکفیر کی جائے گی، اور اگر کسی خاص شخص کے دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کیا تو تکفیر نہیں کی جائے گی[60]، اسی طرح شیخ زاہد ابو اسحٰق کلاباذی نے ذکر کیا ہے اسی طرح ''ظہیریہ'' میں ہے۔

---

[60] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: بے شک ضروریاتِ دین میں سے یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن سب اولین وآخرین کو جمع کیا جائے گا (ارشادِ باری تعالیٰ ہے:) ﴿وَحَشَرْنٰھُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْھُمْ اَحَدًا﴾ (1) پس اس شخص کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ ۱۲

(1) سورۃ الکہف: ۴۷، ترجمۂ کنز الایمان: ''اور ہم انہیں اٹھائیں گے تو ان میں سے کسی چیز کو نہ چھوڑیں گے۔''

اور ابن سلام سے روایت ہے: اگر کسی نے کہا: میں نہیں جانتا: جب یہود و نصاریٰ اٹھائے جائیں گے تو انہیں جہنم میں ڈالا جائے گا یا نہیں، تو ہمارے سب مشائخ و مشائخ بلخ نے فتویٰ دیا: اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح عتابیہ میں ہے۔

اور اگر جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ عزوجل کے دیدار کا انکار کیا یا عذاب قبر کا انکار کیا یا بنی آدم کے حشر ہونے کا انکار کیا تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر بنی آدم کے علاوہ دیگر مخلوق کے حشر ہونے کا انکار کیا تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اور اسی طرح اگر کہا: ثواب و عقاب فقط روح کو دیا جائے گا تو بھی اسکی تکفیر نہیں کی جائے گی[61] اسی طرح ''بحر الرائق'' میں ہے۔

ایک نے دوسرے سے کہا: گناہ مت کرو کیونکہ دوسرا جہاں بھی ہے، تو اس نے کہا: اس جہاں کے متعلق کیسے خبر ہوئی؟ تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔ ایک شخص کا دسرے پر قرضہ آتا تھا، قرضخواہ نے کہا: اگر تو یہاں نہیں دے گا تو میں قیامت میں لونگا، تو اس نے کہا: قیامت تو وہ ہے جو چمکے گی، تو اگر اس نے قیامت کے دن کی اہانت کی نیت سے کہا تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔

ایک شخص نے دوسرے پر ظلم کیا تو مظلوم نے کہا: بالآخر قیامت ہے تو ظالم نے کہا: فلاں گدھا قیامت میں ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''تتارخانیہ'' میں ہے۔

ایک نے اپنے قرضدار سے کہا: میرے پیسے دنیا میں دے دو کہ قیامت میں پیسے نہ ہوں گے تو قرضدار نے کہا: لا مجھے اور دس (10) درہم دیدے اور اس جہاں میں لے لینا، یا کہا: میں اس جہاں میں دے دوں گا، تو شیخ فضلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اس کی تکفیر کی جائے گی اور ہمارے اکثر مشائخ کا بھی یہی قول ہے اور یہی اصح ہے۔

اور اگر کسی نے کہا مجھے محشر سے کیا کام؟ یا کہا: میں قیامت سے نہیں ڈرتا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنے مخالف سے کہا: میں تجھ سے اپنا حق قیامت میں لے لونگا، تو مخالف نے کہا: تو مجھے اس رش میں کہاں تلاش کرے گا؟ تو مشائخ نے اس کی تکفیر میں اختلاف فرمایا اور ''فتاوی ابو اللیث'' میں ہے: اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔ اور اگر کسی نے کہا: ہر قسم کی بھلائی اس دنیا میں چاہئے اور وہاں جو چاہے ہو، تو اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

ایک شخص نے کسی زاہد سے کہا: بیٹھو تاکہ تم جنت سے اس طرف نہ جا پڑو، تو اکثر اہل علم نے فرمایا: اس کی تکفیر کی

---

[61] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: بلکہ یقیناً متواترات قطعیہ کا انکار کرنے کی وجہ سے اس کی تکفیر کی جائے گی۔ ۱۲

جائے گی۔ایک شخص سے کہا گیا: دنیا کو آخرت کی غرض سے چھوڑ دے اس نے کہا: میں نقد کو ادھار کے بدلہ نہیں چھوڑتا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

حوانی کے نسخہ میں ہے: کسی نے کہا: جو اس جہاں میں خیریت سے ہوگا وہ وہاں بھی ایسا ہی ہوگا تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا: یہ امر آخرت پر طنز اور اس کے ساتھ مذاق ہے پس کہنے والے کے حق میں موجب کفر ہے اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔اور اگر کہا: تیرے ساتھ دوزخ تک جاؤں گا مگر اندر نہیں جاؤں گا تو اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

اور اگر کہا: قیامت میں جب تک رضوان کو کچھ رشوت نہیں دی جائے گی وہ جنت کا دروازہ نہیں کھولے گا، تو کافر ہو جائے گا اسی طرح ''عتابیہ'' میں ہے۔

اگر نیکی کی دعوت دینے والے کو کہا: یہ کیا شور مچایا ہوا ہے؟ تو اگر اس نے بطور رد و انکار کہا تو اس پر کفر کا خوف ہے۔ایک شخص نے دوسرے سے کہا: تو فلاں شخص کے گھر جا اور اس کو نیکی کی دعوت دے، تو اس نے جواب دیا: اس نے میرے ساتھ کیا کیا؟ یا کہا: مجھے اس سے تکلیف کی کیا وجہ؟ یا کہا: میں نے عافیت اختیار کر لی ہے مجھے اس فضول حرکت سے کیا کام ہے تو یہ سب الفاظ کفر ہیں، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

اور اگر کسی سے کہا: فلاں کو مصیبت پہنچی یا جس کا کوئی عزیز مر گیا ہے اس سے کہا: تجھے بڑی مصیبت پہنچی، تو بعض مشائخ بلخ نے فرمایا: کہنے والے کی تکفیر کی جائے گی اور بعض مشائخ نے فرمایا: تکفیر نہیں کی جائے گی، لیکن یہ خطائے عظیم ہے اور بعض نے فرمایا: نہ کفر ہے اور نہ ہی خطا، اور اسی طرف حاکم عبدالرحمٰن اور قاضی ابوعلی سغدی رحمہما اللہ تعالیٰ مائل ہوئے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور اگر تعزیت کرنے والے سے کہا: جو کچھ اس کی جان سے کم ہوا ہے تیری جان میں بڑھ جائے، تو کہنے والے پر کفر کا خوف ہے یا کہا: تیری جان پر اضافہ کرے، تو یہ خطا و جہل ہے اور اسی طرح اگر کہا: فلاں کی جان سے کم ہو کر تیری جان کو ملی۔اگر کہا: وہ مر گیا اور روح تیرے حوالے کر گیا، تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔

ایک شخص اپنے مرض سے صحتیاب ہوا پس دوسرے نے کہا: فلاں گدھے کو بار بھیج دیا تو یہ کفر ہے۔اور اگر کوئی بیمار ہوا اور اس کا مرض بڑھ گیا اور برابر بیمار ہی رہا پس اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا: تو چاہے تو مجھے مسلمان مار اور چاہے تو مجھے کافر مار تو وہ کافر باللہ ہوگا اور اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا۔

اور اسی طرح اگر کوئی شخص طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوا تو اس نے کہا: تو نے میرا مال لیا اور میری اولاد لی اور فلاں فلاں چیزیں لیں، اب تو کیا کرے گا، یا کیا باقی رہا ہے یا اسی طرح کے دوسرے الفاظ کہے تو تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

(9) ان الفاظِ کفر کا بیان جو تلقین کفر یا حکمِ ارتداد یا تعلیمِ ارتداد یا تشبہِ کفار یا اقرارِ کفر صریح اور کنایہ سے متعلق ہیں

اگر کسی نے دوسرے کو کلمۂ کفر کی تلقین کی تو وہ کافر ہو جائے گا اگرچہ بطورِ لعب و کھیل ہی کہا ہو اور اسی طرح اگر کسی مرد نے دوسرے کی عورت کو مرتد ہونے کا حکم دیا تاکہ وہ اپنے شوہر سے بائنہ جُدا ہو جائے، تو حکم دینے والا کافر ہو جائے گا، اسی کی مثل امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے: جس نے دوسرے کو کافر ہونے کا حکم دیا تو وہ خود کافر ہو جائے گا، چاہے جس نے حکم دیا اس نے کفر کیا یا نہیں کیا۔

فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالی۔ نے فرمایا: اگر کسی نے دوسرے کو کلمۂ کفر سکھایا اور ارتداد کا حکم دیا تو کافر ہو جائے گا۔ اور اسی طرح اگر کسی عورت کو کلمہ کفر سکھایا تو جب بھی کافر ہو جائے گا[62]، اسی طرح ''فتاوی قاضیخان'' میں ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا: اگر کسی نے دوسرے کو اس کا کوئی عضو تلف کرنے یا جان سے مارنے کی دھمکی دی یا اسی طرح کی کوئی اور دھمکی دی اور زبان سے کلمہ کفر کہنے کو کہا، تو اگر اس نے کلمہ کفر زبان سے نکالا تو اس میں کئی صورتیں ہیں:

---

[62] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اس لئے کہ اس وقت وہ کفر سے راضی ہوا، اور یہ حکم ان علماء کے قول کے مطابق ہے جو رضا بالکفر کو کفر سمجھتے ہیں، جبکہ وہ علماء جو رضا بالکفر کو کفر نہیں سمجھتے ان کے قول کے مطابق کفر کا حکم دینے اور سکھانے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اھ ''جامع الفصولین''۔

میں کہتا ہوں: مطلق حکم بیان کرنے میں توقف ہے بلکہ یہاں تفصیل درکار ہے، اگر حکم دینے والا ------- ------- (1) اس لئے کہ وہ کفر کو ہلکا شمار کرتا ہے، اور لاپرواہی اختیار کرتا ہے لہذا قطعاً اسکی تکفیر کی جائے گی، اور ''اعلام بقواطع الاسلام'' کی طرف رجوع لازم ہے، اور اللہ عزوجل بہتر جانتا ہے۔ ۱۲

---

(1) اس مقام پر مخطوطہ کی عبارت غائب ہے۔

اوّل: زبان سے کلمہ کفر کہا جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا اور اس کے دل میں اس چیز کے جس پر اکراہ کیا گیا علاوہ کچھ اور نہ ہو، تو اس صورت میں اس کے کفر کا حکم نہ دیا جائے گا، نہ قضاءً نہ دیانۃً (یعنی: جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے)۔

دوم: یہ کہ اس شخص نے کہا: میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ میں اس کو گزشتہ زمانے میں اپنے کفر کی جھوٹی خبر دوں، تو میں نے اسی ارادہ سے زبان سے کلمہ کفر کہا اور اس شخص کے اکراہ کی وجہ سے مستقبل میں کفر کے ارادے سے کفر نہیں کہا، تو ایسی صورت میں قضاء اس کے کفر کا حکم دیا جائے گا۔ اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔

سوم: یہ کہ اس نے کہا میرے دل میں گزرا کہ میں اسے جھوٹ کہہ کر اپنے ماضی کے کفر کی خبر دوں لیکن میں نے زبان سے کلمہ کفر کہتے وقت دل میں اپنے ماضی کے جھوٹے کفر کی نیت نہیں کی بلکہ اس کے جواب پر مستقبل کے کفر کی نیت کی، تو ایسی صورت میں یہ قضاء اور دیانۃً دونوں طرح کافر ہو جائے گا۔

اور اگر کسی پر اکراہ کیا گیا کہ صلیب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے پس اس نے ایسا ہی کیا تو اس میں بھی تین صورتیں ہیں:

اوّل: اس وقت میرے دل میں کچھ نہیں گزرا مگر میں نے اکراہ کی وجہ سے مجبور ہو کر صلیب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تو اس صورت میں قضاءً اور دیانۃً اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

دوم: اور اگر اس نے کہا: میرے دل میں گزرا کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھتا ہوں اور میں نے صلیب کے لئے نماز نہیں پڑھی، تو اس صورت میں بھی نہ قضاءً اور نہ دیانۃً اس کی تکفیر کی جائے گی۔

سوم: اور اگر اس نے کہا: میرے دل میں آیا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھوں مگر میں نے اس کو ترک کیا اور صلیب کے لئے نماز پڑھی تو اس صورت میں قضاء اور دیانۃ اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اور اگر کسی سے کہا گیا:: بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ تجھ کو قتل کو دینگے، تو افضل یہ ہے کہ قتل ہو جائے اور سجدہ نہ کرے، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

اور اگر عمداً کسی شخص نے کلمہ کفر بکا لیکن کفر کا اعتقاد نہیں ہے، تو ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا: تکفیر نہیں کی جائے گی اور بعض نے فرمایا: تکفیر کی جائے گی، اور یہی میرے نزدیک صحیح ہے، اسی طرح ''بحر الرائق'' میں ہے۔

اور جس نے کلمہ کفر بولا جبکہ وہ یہ جانتا ہے یہ کلمہ کفر ہے مگر اس نے اپنے اختیار سے کہا تو عام علمائے کرام کے نزدیک اس کی تکفیر کی جائے گی اور جہالت کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

مذاق کرنے والے اور استہزاء کرنے والے نے اگر بطور استخفاف و استہزاء کلمہ کفر کہا تو سب کے نزدیک کفر ہوگا اگر چہ اس کا عقیدہ اس کے خلاف ہو۔ اور اگر کسی شخص نے غلطی سے کلمہ کفر بولا مثلاً اس کا ارادہ ایسا لفظ کہنے کا تھا جو کفر نہیں مگر اس کی زبان پر غلطی سے کلمہ کفر جاری ہوگیا تو سب کے نزدیک یہ کفر نہیں ہوگا اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

اور مجوسی کی ٹوپی اپنے سر پر رکھی تو صحیح قول کے مطابق اس کی تکفیر کی جائے گی مگر یہ کہ ضرورت کی وجہ سے رکھی مثلاً گرمی یا سردی کو کم کرنے کے لئے ایسا کیا تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور اگر اپنی کمر میں زنار باندھا تو بھی تکفیر کی جائے گی البتہ اگر لڑائی میں مسلمانوں کے لئے راز لینے کے لئے کفار کے لشکر میں باندھ کر گیا، تاکہ کافروں کو دھوکہ دے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور اگر کسی نے کہا: مجوسی بہتر ہیں اس سے جس میں ہم ہیں، یعنی ان کا فعل، ہمارے فعل سے اچھا ہے یا کہا: مجوسیت سے نصرانیت بہتر ہے تو تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر کہا: نصرانیت سے مجوسیت بدتر ہے تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور اگر کہا: نصرانیت، یہودیت سے بہتر ہے، یا اپنے کسی عامل سے کہا: تو جو کرتا ہے اس سے کفر بہتر ہے، تو بعض کے نزدیک مطلقاً تکفیر کی جائے گی اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ جب اس نے یہ بات، کفر کی تحسین کی نیت سے کہی تو تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر اس شخص کے فعل کی قباحت بیان کرنی منظور ہو تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور اگر مجوسیوں کے نوروز کے دن نکلا تاکہ جو کام وہ لوگ کرتے ہیں ان میں یہ ان کی موافقت کرے، تو تکفیر کی جائے گی۔ اور نوروز کے دن کوئی چیز ایسی خریدی جس کو عادۃً اور دنوں میں نہیں خریدتا تھا، آج نوروز کے دن کی تعظیم کی نیت سے خریدا نہ کہ کھانے پینے کی نیت سے تو تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر کسی نے نوروز کے دن مشرکوں کو نوروز کی تعظیم کی نیت سے کچھ تحفہ بھیجا اگر چہ ایک انڈا ہی ہو، تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔ [1] اور اگر ایسے مجوسی کی دعوت قبول کی جس نے اپنے لڑکے کا سر منڈایا ہے تو اسکی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

---

(1) تنبیہ: یہی تمام احکام مسلمانوں کیلئے ''کرسمس'' وغیرہ جیسے تہوار کے بھی ہیں۔

اور اگر کفار کے کسی کام کی تحسین کرتا ہے تو بالاتفاق اسکی تکفیر کی جائے گی، حتی کہ مشائخ نے فرمایا: اگر کسی نے کہا: کھانے کے وقت مجوس کا خاموش رہنا اور کلام نہ کرنا اچھا ہے یا حالت حیض میں مجوسیوں کا عورت سے جماع نہ کرنا اچھا ہے تو وہ کافر ہے اسی طرح ''بحر الرائق'' میں ہے۔

اور اگر کسی انسان کے لئے تعظیماً اسکی تاج پوشی یا رسم پوشی کے وقت جانور ذبح کیا یا حلوہ وغیرہ بنایا تو شیخ الاسلام ابو بکر رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: یہ کفر ہے اور ذبح کیا ہوا جانور مردار ہے، اس کا کھانا حلال نہیں۔

اور شیخ اسماعیل زاہد نے: فرمایا: اگر گائے یا اونٹ حاجیوں، نمازیوں یا غازیوں کے لئے ذبح کیا تو علماء کی ایک جماعت نے فرمایا: یہ کفر ہوگا، اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔[2]

اگر ایک عورت نے اپنی کمر میں ڈوری باندھی اور کہا: یہ زنار ہے تو اسکی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

ایک نے دوسرے سے فارسی میں کہا: جو کام تو کرتا ہے اس سے کافر ہونا بہتر ہے تو مشائخ نے فرمایا: اگر اس شخص کے فعل کی برائی بیان کرنے کا قصد کیا ہے تو تکفیر نہیں کی جائے گی اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

ایک شخص نے کہا خیانت کرنے سے کفر زیادہ اچھا ہے تو اکثر علماء کے نزدیک اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اسی طرح ''محیط'' میں ہے اور شیخ ابو القاسم صفار رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بھی اسی پر فتوی دیا ہے اسی کی مثل ''خلاصہ'' میں ہے۔

ایک نے اپنی بیوی کو مارا، تو بیوی نے کہا: تو مسلمان نہیں ہے، پس مرد نے کہا: مانا کہ میں مسلمان نہ سہی، تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: اس سے کافر نہ ہوگا اور ہمارے بعض اصحاب سے منقول ہے: اگر کسی سے کہا گیا کیا تو مسلمان نہیں ہے تو اس نے کہا: نہیں تو یہ کفر ہے اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا: تجھے کچھ غیرت نہیں اور نہ دین اسلام کی پرواہ کہ تو اجنبیوں کے ساتھ مجھے خلوت میں چھوڑنے پر راضی ہوتا ہے پس شوہر نے کہا: مجھے غیرت نہیں اور نہ ہی دین اسلام کی پرواہ، تو بعض نے فرمایا: اس کی تکفیر کی جائے گی۔

---

(1) اس مسئلہ کے تفصیلی احکام جاننے کے لئے امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا رسالہ مبارکہ: ''سبل الأصفياء في حكم الذبح للأولياء'' کا مطالعہ فرمائیں۔ (''فتاوی رضویہ''، ج20)

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: اے کافرہ! اے یہودیہ! اے مجوسیہ! پس عورت نے کہا: میں ایسی ہی ہوں مجھے طلاق دیدے یا کہا اگر میں ایسی نہ ہوتی تو تیرے ساتھ نہ رہتی یا کہا: اگر میں ایسی نہ ہوتی تو تیرے ساتھ صحبت نہ رکھتی یا کہا تو مجھے نہ رکھتا، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر یوں کہا: اگر میں ایسی ہوں تو تو مجھے مت رکھ، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور بعض نے فرمایا: اس صورت میں بھی تکفیر کی جائے گی مگر قولِ اول ہی اصح ہے اور اسی پر امام قاضی جمال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتوی دیا ہے۔

اور اسی طرح اگر عورت نے شوہر کو کہا: اے کافر! اے یہودی! اے مجوسی! پس شوہر نے کہا: میں ایسا ہی ہوں تو مجھ سے الگ ہوجا یا کہا اگر میں ایسا نہ ہوتا تو تجھے نہ رکھتا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر یوں کہا: اگر میں ایسا ہوں تو تو میرے ساتھ مت رہ، تو اس میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور اگر یوں کہا: فرض کر کہ میں ایسا ہی ہوں تو تو میرے ساتھ مت رہ تو اظہر یہ ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی اور بعض نے فرمایا: تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اور اگر کسی اجنبی سے کہا: اے کافر! اے یہودی! پس اس نے کہا میں ایسا ہی ہوں میرے ساتھ صحبت نہ رکھ یا کہا: اگر میں ایسا نہ ہوتا تو تیرے ساتھ صحبت نہ رکھتا۔ آخر تک وہی الفاظ جو ہم پہلے زوجین کے مابین بیان کر چکے ہیں تو اس کا حکم بھی انہی کی طرح ہے، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

ایک شخص نے کسی کام کے کرنے کا ارادہ کیا پس اس کی بیوی نے کہا اگر تو یہ کام کرے تو تُو کافر ہے مگر مرد نہ مانا اور وہ کام کرلیا تو اسکی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور اگر اپنی بیوی سے کہا: اے کافرہ پس عورت نے کہا: نہیں بلکہ تو ہے یا عورت نے اپنے شوہر سے کہا: اے کافر پس شوہر نے کہا: نہیں بلکہ تو ہے تو ان دونوں میں تفریق واقع نہ ہوگی اسی کی مثل فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ''فتاوی'' میں ذکر کیا ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا: تیرا غلاف مجوسیوں کی طرح بھرا ہوا ہے تو شوہر نے کہا: تو اتنی مدت تک مجوسی کے ساتھ رہی یا کہا تو اتنی مدت تک مجوسی کے ساتھ کیوں رہی تو یہ شوہر کی طرف سے کفر ہے۔

اور شوہر نے عورت سے کہا: اے مجوسیہ! پس عورت نے کہا: پھر تو نے اتنی مدت تک مجوسیہ کو رکھا ہے یا کہا تو نے مجوسیہ کو کیوں رکھا؟ تو یہ عورت کی طرف سے کفر ہے۔

اور اگر اجنبیہ عورت سے کہا: یا کافرہ!، یا اجنبی مرد سے کہا: اے کافر!، اور جس سے کہا ہے اس نے کچھ نہ کہا یا اپنی بیوی سے کہا: اے کافرہ! اور عورت نے کچھ نہ کہا یا بیوی نے اپنے شوہر سے کہا: اے کافر! اور شوہر نے کچھ نہ کہا، تو فقیہ ابو بکر اعمش بلخی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: کہنے والے کی تکفیر کی جائے گی اور دیگر مشائخ بلخ نے فرمایا: تکفیر نہیں کی جائے گی اور فتوی کے لئے اس قسم کے مسائل میں مختار یہ ہے کہ ایسے کلمات کے کہنے والے نے اگر اس کو گالی کی نیت سے کہا اور حقیقتا اس کو کافر نہ جانا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور اگر اسے کافر اعتقاد کر کے کہا تو اسکی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''ذخیرہ'' میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے لڑکے سے کہا: اے مجوسی بچہ! اے کافر بچہ! یا اے یہودی بچہ!، تو اکثر علماء نے فرمایا: یہ کفر نہ ہوگا، جبکہ بعض نے فرمایا: یہ کفر ہے۔

اور اگر مرد نے اپنے بیٹے کے لئے ایسے الفاظ کہے تو اس میں بھی مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اگر اس شخص نے اپنے کافر ہونے کا ارادہ نہیں کیا تو تکفیر نہیں کی جائے گی، اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

اور اگر اپنے جانور سے کہا: ای کافر خداوند! تو بالاتفاق تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اگر کسی دوسرے سے کہا: اے کافر!، اے یہودی!، اے مجوسی!، پس اس نے لبیک (میں حاضر ہوں) کہا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اور اسی طرح اگر کہا: تو اسی طرح فرض کر لے، تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اور اگر اس دوسرے نے کہا: تو خود ہی ہے، یا کچھ نہ کہا بلکہ خاموش رہا تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور اگر کسی سے کہا: مجھے اپنے کافر ہونے کا خوف تھا یا کافر ہونے کا خوف ہے تو اسکی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اگر یوں کہا: تو نے مجھے اس حد تک رنج والم پہنچایا کہ میں نے چاہا کہ کافر ہو جاؤں تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔

ایک نے کہا: یہ زمانہ مسلمانی اختیار کرنے کا نہیں بلکہ کفر کا زمانہ ہے تو بعض نے فرمایا اسکی تکفیر کی جائے گی لیکن صاحب ''محیط'' نے فرمایا: میرے نزدیک یہ حکم درست نہیں ہے۔

اور ''واقعات ناطفی'' میں ہے: مسلمان اور مجوسی دونوں کسی مقام پر جمع تھے تو کسی نے مجوسی کو پکارا: اے مجوسی!، تو مسلمان نے اس کو جواب دیا، تو شیخ نے فرمایا: اگر وہ دونوں اس پکارنے والے کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور مسلمان نے یہ سمجھ کر جواب دیا کہ اسی کام کے لئے پکارتا ہے، تو مسلمان پر کفر لازم نہیں، اور اگر دونوں ایک ہی کام میں نہ لگے ہوں تو اس مسلمان پر کفر کا خوف ہے۔

اگر کسی مسلمان نے کہا میں ملحد ہوں، تو اسکی تکفیر کی جائے گی، اور اگر اس نے عذر کیا کہ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کفر ہے تو اس کا یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔[63]

کسی نے کوئی بات کہی، لوگوں نے سمجھا کہ یہ کفر ہے، جبکہ حقیقت میں وہ کفر نہیں، پس اس سے کہا گیا: تو کافر ہو گیا اور تیری بیوی پر طلاق واقع ہو گئی، تو اس نے کہا: ٹھیک ہے سمجھ لو میں کافر ہوا اور میری بیوی کو طلاق ہوئی تو وہ کافر ہو جائے گا، اور اس کی بیوی بائنہ ہو جائے گی اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

''یتیمہ'' میں ہے: میں نے اپنے والد سے پوچھا: ایک شخص نے کہا: میں فرعون ہوں، یا ابلیس ہوں، تو فرمایا: ایسی صورت میں کافر کہا جائے گا، اسی طرح ''تتارخانیہ'' میں ہے۔

ایک نصیحت کرنے والے نے کسی فاسق کو نصیحت کی اور اس کو توبہ کرنے کو کہا، تو اس فاسق نے کہا: ان سب کے بعد میں مجوسیوں کی ٹوپی اپنے سر پر رکھوں گا، تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا: تیرے ساتھ رہنے سے کافر ہونا بہتر ہے، تو اس عورت کی تکفیر کی جائے گی۔

اگر کسی نے کہا: جو کچھ میں نے مسلمانی میں کیا وہ سب کافروں کو دیا بشرطیکہ میں فلاں کام کروں یا فلاں کام کا حکم دوں، پھر اس شخص نے فلاں کام کیا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائیگی، اور اس پر قسم کا کفارہ بھی لازم نہ ہوگا۔

ایک عورت نے کہا: اگر ایسا کام کروں تو میں کافرہ ہوں، تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اسی وقت کافرہ ہو کر اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی، اور شیخ علی سغدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہ تعلیق و یمین ہے کفر نہیں۔[64]

---

[63] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں: لیکن ''غمز العیون'' وغیرہ میں صراحت کی کہ فتوی اس پر ہے کہ مکفرات میں جہل عذر ہے، ہاں مگر یہ کہا جائے: یہ مذکورہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جس سے غافل نہیں ہونا چاہئے، اور نہ ہی اس میں عذر (جہل) قبول کیا جائے گا، پس غور کرنا چاہئے۔۱۲

[64] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور یہی حق ہے کہ جس سے عدول کرنا جائز نہیں، اور اصلاً اس سے بہتر کوئی قول نہیں۔۱۲

اور اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا: اگر تو نے اس کے بعد مجھ پر ظلم کیا، یا ایذا دی یا کہا: اگر تو نے میرے لئے فلاں چیز نہ خریدی تو میں کافرہ ہو جاؤں گی، تو اسی وقت کافرہ ہو جائے گی، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

ایک نے کہا: میں مجوسی ہوں مگر بطور مثال کہا: میں اسلام لایا لیکن اس کا اعتقاد یہ نہیں تھا تو اس کے کفر کا حکم دیا جائے گا، یہی شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ اگر کسی کے لئے سجدۂ تعظیمی کیا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اسی طرح ''سراجیہ'' میں ہے۔

اور ''خزانہ'' میں ہے: اگر زید نے عمرو سے کہا: اللہ تعالیٰ تجھ سے ایمان کی دولت چھین لے، یا اللہ تجھ سے مسلمانی چھین لے اور بکر نے کہا: آمین! تو ان دونوں کی تکفیر کی جائے گی۔[65]

ایک شخص نے دوسرے کو تکلیف دی پس اس نے کہا: میں مسلمان ہوں مجھے تکلیف نہ دو، تو اس تکلیف دینے والے نے کہا: چاہے مسلمان رہ چاہے کافر ہو جا، تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔[66]

اور اسی طرح اگر کہا: اگر تو کافر ہوگا تو میرا کیا نقصان؟ تو اس پر بھی کفر لازم ہوگا اسی طرح ''تتارخانیہ'' میں ہے۔[67]

کوئی کافر مسلمان ہوا اور مسلمانوں نے اس کو چیزیں اور مال و متاع دیا تو اس پر کسی مسلمان نے کہا کاش میں کافر ہوتا پھر مسلمان ہو جاتا تاکہ لوگ مجھے بھی چیزیں دیتے، یا فقط دل سے اس امر کی تمنا کی تو اسکی تکفیر کی جائے گی، ایسا ہی بعض مشائخ سے منقول ہے۔[68]

اگر کسی نے تمنا کی کہ کاش اللہ تعالیٰ نے شراب حرام نہ کی ہوتی، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور اگر یہ تمنا کی کہ کاش اللہ تعالیٰ نے ظلم یا زنا، یا ناحق قتل کرنے کو حرام نہ کیا ہوتا تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔ اس لئے کہ یہ چیزیں کسی وقت میں بھی حلال نہیں تھیں، لہٰذا صورت اول میں اس نے ایسی چیز کی تمنا کی جو محال نہیں ہے، اور دوسری صورت میں ایسی چیز کی تمنا

---

[65] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: حق بات یہ ہے کہ آمین کہنے والے کی تکفیر کی جائے گی جبکہ اسے بد دعا دی گئی نہ کے بد دعا کرنے والے کی۔۱۲

[66] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور درست یہ ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی۔۱۲

[67] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور حق یہ ہے کہ کفر لازم نہیں ہوگا۔۱۲

[68] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور ہو سکتا ہے کہ اصح یہ ہو کہ تکفیر نہیں کی جائے گی۔۱۲

کی جو محال ہے اسی طرح اگر یہ تمنا کی کہ بھائی بہن کا نکاح حرام نہ ہوتا تو تکفیر نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ابتدا میں یہ حلال تھا تو محال نہ ہوا، الحاصل یہ ہے کہ جو چیز کسی وقت میں بھی حلال تھی پھر حرام ہوگئی پس اس کی تمنا کی کہ کاش حرام نہ ہوتی تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اگر کسی مسلمان نے کسی خوبصورت عیسائی عورت کو دیکھ کر تمنا کی: کاش میں عیسائی ہوتا تا کہ اس سے نکاح کر لیتا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

ایک نے دوسرے سے کہا: حق کے ساتھ میری مدد کر، تو اس دوسرے نے کہا: حق کے ساتھ تو ہر کوئی مدد کرتا ہے میں تو ناحق کے ساتھ تیری مدد کروں گا، تو اسکی تکفیر کی جائے گی، اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔[69]

ایک شخص نے اس سے کہا جس سے وہ جھگڑ رہا تھا: تو ہر روز اپنے جیسے دس اور مٹی کے بنا لے، یا مٹی کے نہ کہا پس اگر اس کی ''مثل'' سے مراد من حیث الخلقۃ ہے تو اسکی تکفیر کی جائے گی، اور اگر اسکی مراد اسکی کمزوری ہے، تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور ہمارے زمانہ میں اسی قسم کا ایک واقعہ ہوا: کسی کسان یا مالی نے کہا: میں نے یہ درخت پیدا کیا ہے، تو بالاتفاق سب مفتیان کرام نے جواب دیا: اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ایسے موقع پر پیدا کرنے سے مراد درخت لگانا ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر اس نے حقیقتِ پیدائش مراد لی ہو تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔

اور اگر کسی نے کہا: مسافروں کی طرح کام کروں گا اور آزاد لوگوں کی طرح کھاؤں گا، تو بعض نے فرمایا: یہ خطائے کلام ہے اور وہی ایسا کلام کرتا ہے جو اپنے رزق کو اپنی محنت کا صلہ سمجھتا ہے۔

اور اگر کسی نے کہا جب تک فلاں خود موجود ہے، یا کہا: جب تک میرے روپیہ کا بازو سلامت ہے مجھے روزی کی کچھ کمی نہیں تو بعض نے فرمایا: اسکی تکفیر کی جائیگی اور بعض نے فرمایا: اس پر کفر کا خوف ہے۔[70]

---

[69] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور حق بات یہ ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ بے شک اس جملہ سے اس کی غرض محض گناہ کا وعدہ ہے، اگر وہ اس گناہ سے باز رہے تو تکفیر نہیں کی جائے گی، تو محض صرف وعدۂ گناہ سے تکفیر کس طرح ممکن ہے۔۱۲

[70] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: اور حق بات یہ ہے کہ نہ تو اس تکفیر کی جائے گی اور نہ ہی اس پر کفر کا خوف ہے۔۱۲

اور اگر کسی نے کہا: درویشی بدبختی ہے تو یہ خطائے عظیم ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا: ایک سجدہ خدا کو، اور ایک سجدہ مجھے، تو بعض نے فرمایا: اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: ایک شخص شطرنج کھیلتا ہے پس اس کی بیوی نے کہا: تم شطرنج نہ کھیلا کرو اس لئے کہ میں نے علماء سے سنا ہے کہ جو شطرنج کھیلتا ہے وہ خدا کے دشمنوں میں سے ہے، تو شوہر نے فارسی میں کہا: اے کمینی عورت! میں اللہ کا دشمن ہوں میں صبر کروں گا اور نہ ہی خوش ہوں گا۔ پس شیخ نے سوال پوچھنے والے سے فرمایا: یہ بہت سخت بات ہے ہمارے علماء کے قول کے مطابق اسے چاہئے کہ اپنی بیوی سے تجدید نکاح کرے، کیونکہ اس کی بیوی بائنہ ہوگئی ہے اور دیگر مشائخ نے فرمایا: اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اور شیخ عبدالکریم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: ایک شخص ایک قوم سے جھگڑا کرتا تھا تو اس نے کہا: میں دس آتش پرستوں سے بڑھ کر ظالم ہوں، یا کہا: میں دس مجوسیوں سے بڑھ کر برا ہوں، تو فرمایا: اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور اس پر توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔

اور شیخ سے پوچھا گیا: ایک شخص سے کہا گیا: ایک درہم دو تاکہ مسجد پر صرف کیا جائے یا مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آؤ، تو اس نے کہا: میں نہ تو مسجد میں آؤں گا اور نہ ہی درہم دوں گا، مجھے مسجد سے کیا کام ہے، اور وہ اسی پر مصر ہے تو فرمایا: اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی لیکن اس کو تعزیراً سزا دی جائے اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اور اگر کسی نے چاند کے گرد ہالہ دیکھ کر دعوی کیا: بارش ہوگی تو علمِ غیب کا دعوی کرنے وجہ سے اس کی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''بحرالرائق'' میں ہے۔

اور اگر نجومی نے کہا: تیری بیوی کے بچہ ہونے والا ہے پس اس نے اس کے قول کا اعتقاد کیا تو اسکی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''فصول عمادیہ'' میں ہے۔

اور اگر اُلو نے آواز نکالی پس کہا: مریض مرجائے گا یا کہا: بارگراں ہونے والا ہے یا کوے نے آوز نکالی، تو یہ گمان کیا: کوئی سفر سے لوٹ آیا، تو مشائخ نے فرمایا: ایسے شخص کے کفر میں اختلاف ہے، اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

امام فضلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا ہے: ایک نے دوسرے سے کہا: یا احمر! (یعنی: اے سرخ!) پس اس شخص نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے سیب کے گودے سے پیدا کیا ہے جبکہ تجھ کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور مٹی ایسی نہیں ہوتی، تو آیا اسکی تکفیر کی جائے گی یا نہیں؟ تو فرمایا: ہاں (اس کی تکفیر کی جائے گی)۔

نیز پوچھا گیا: ایک شخص نے ایسی بات کہی جو شریعت میں منع ہے پس اس سے ایک نے کہا: تو کیا کرتا ہے؟ تجھ پر کفر لازم آگیا اس نے کہا تو میں کیا کروں جب مجھ پر کفر لازم آگیا، پس اس کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں؟ تو فرمایا: ہاں، (اس کی تکفیر کی جائے گی)۔

اور آپ سے پوچھا گیا: ایک شخص ضاد کی جگہ زاء پڑھتا ہے اور ''أصحاب النار'' کی جگہ ''أصحاب الجنة'' پڑھتا ہے، تو فرمایا: اسکی اِمامت جائز نہیں، اور اگر عمداً اس نے ایسا پڑھا تو اسکی تکفیر کی جائے گی۔

اور ''جامع اصغر'' میں ہے کہ شیخ علی رازی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے تھے: جو شخص اس طرح قسم کھائے کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم، یا تیری زندگی کی قسم، یا اس جیسے دیگر الفاظ کا استعمال کرے، تو میں اس کے حق میں کفر کا خوف کرتا ہوں۔

اور اگر کہا: رزق اللہ کی طرف سے ہے مگر بندہ حرکت کا محتاج ہے تو بعض نے فرمایا: یہ شرک ہے۔ ایک نے کہا میں ثواب وعذاب سے بری ہوں تو بعض نے فرمایا: اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور ''نوازل'' میں ہے: ایک نے کہا فلاں شخص جو کہے گا میں وہی کرونگا، اگر چہ سراسر کفر ہو، تو بعض نے فرمایا: اس کی تکفیر کی جائے گی۔ ایک نے کہا: میں مسلمانیت سے بیزار ہوں، تو بعض نے فرمایا: اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور منقول ہے کہ خلیفہ مامون رشید کے وقت میں ایک فقیہ سے پوچھا گیا: ایک شخص نے ایک جولا ہے کو قتل کر دیا ہے تو اس پر کیا واجب ہے؟ اس نے جواب دیا: دیت واجب ہے۔ مامون رشید نے حکم دیا کہ اس فقیہ کو مارو، چنانچہ اس فقیہ کو اس قدر زد و کوب کیا گیا کہ وہ مر گیا، اور مامون نے کہا: یہ حکم شرع کے ساتھ استہزاء ہے اور احکام شرعی سے استہزاء کرنا کفر ہے، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

اور اگر کسی فقیر کو دیکھ کر کہا: یہ کمبل پوش اور بدبخت ہو گیا تو یہ کفر ہے اسی طرح ''عتابیہ'' میں ہے۔ اور اگر کسی نے ہمارے زمانہ کے سلطان کو کہا: عادل ہے، تو اس نے اللہ تعالٰی سے کفر کیا چنانچہ امام علم الہدیٰ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایسا ہی فرمایا ہے، اور بعض نے کہا: اسکی تکفیر نہیں کی جائیگی۔

اور اگر جابروں میں سے کسی کو فارسی میں کہا کہ: ای خدائے! (اے خدا)، تو اسکی تکفیر کی جائے گی، اور اگر کہا: ای بار خدائے! (اے بارِ خدا)، تو اکثر مشائخ کے قول کے مطابق اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور یہی مختار ہے اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

''اصول صفار'' میں ہے: شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا: جمعہ کے دن منبروں پر خطیب جو الفاظ بادشاہ وقت کی نسبت پڑھتے ہیں مثلاً: العادل الاعظم، شہنشاہ اعظم، مالک رقاب امم، سلطان ارض اللہ، مالک بلاد اللہ، معین خلیفۃ اللہ، پس آیا یہ الفاظ علی الاطلاق والتحقیق جائز ہیں یا نہیں؟ تو فرمایا: یہ جائز نہیں ہیں، اس لئے کہ اس میں بعض الفاظ کفر ہیں، اور بعض معصیت وجھوٹ ہیں، چنانچہ لفظ شہنشاہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے خاصہ سے ہے، لہذا اس سے کسی بندہ کو موصوف کرنا جائز نہیں، جبکہ اعظم کا وصف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں، اور مالک رقاب امم یہ محض جھوٹ ہے، اور سلطان ارض اللہ اور دیگر الفاظ مذکورہ تو یہ علی الاطلاق محض جھوٹ ہیں اسی طرح ''تاتارخانیہ'' میں ہے۔ (1)

اور امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اگر کسی نے دوسرے کے سامنے زمین کو بوسہ دیا یا اس کے لئے مثل رکوع کے جھکا یا صرف اپنا سر جھکایا تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ اس کی غرض اس کی عبادت نہیں بلکہ تعظیم ہے اور دیگر مشائخ نے فرمایا: اگر کسی نے ظالموں میں سے کسی کے لئے سجدہ کیا تو یہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے، اور آیا اس کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں؟ تو بعض نے فرمایا: مطلقاً تکفیر کی جائے گی اور اکثر مشائخ نے فرمایا: اس میں چند احتمالات ہیں:

اوّل: اس وقت اس نے عبادت کی نیت کی تو تکفیر کی جائے گی۔

دوم: اگر تعظیم کی نیت کی تو تکفیر نہیں کی جائے گی بلکہ اس پر ایسا کرنا حرام ہے بشرطیکہ اس کا ارادہ کفر کا نہ ہو، یہ اکثر علماء کے نزدیک ہے اور رہا زمین کا بوسہ لینا تو یہ سجدہ کے قریب ہے فرق صرف اتنا ہے کہ زمین کو بوسہ دینے میں اس طرح چہرے وپیشانی کو زمین پر رکھنا نہیں ہوتا جس طرح سجدہ میں ہوتا ہے، بلکہ اس سے کم ہوتا ہے اسی طرح ''ظہیریہ'' میں ہے۔

اور اگر کسی نے یہ عقیدہ رکھا کہ خراج سلطان کی ملکیت ہے تو اسکی تکفیر کی جائے گی اسی طرح ''بحرالرائق'' میں ہے۔ اور رسالہ صدر مرحوم میں ہے: اگر کسی نے دوسرے کے ساتھ برائی کی پس اس نے کہا میں یہ برائی تیری طرف سے جانتا ہوں، نہ کہ خدا کے حکم سے، تو کافر ہو جائے گا۔

نیز اسی رسالہ میں یہ بھی ذکر کیا گیا: ''مجموع النوازل'' میں ہے: اگر کوئی شخص شاہی لباس پہنے اور اس کی مبارکباد کے وقت بادشاہ کی رضامندی کیلئے، اس کی قربانی کرے تو کافر ہو جائے گا اور یہ قربانی مردار ہو گی اور اس کا کھانا ناجائز ہوگا۔

---

(1) اس مسئلہ کی تفصیلی وضاحت کیلئے امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رسالہ مبارکہ ''فقه شهنشاه أنّ القلوب بيد المحبوب بعطاء الله'' کا مطالعہ فرمائیں۔ (''فتاوی رضویہ''، ج21)

اور ہمارے زمانہ میں ایک بات بہت مشہور ہوگئی ہے اور مسلمان عورتیں اس میں بہت مبتلا ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب بچوں کو چیچک کے دانے نکلتے ہیں تو اس چیچک کے نام پر ایک مورتی بنام ''بھوانی ماتا'' مقرر کر رکھی ہے اس کو پوجتے ہیں اور بچوں کے اچھے ہو جانے کی اس سے دعا کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ پتھر ان کو اچھا کر دیتا ہے تو یہ عورتیں اس فعل اور اس اعتقاد کی وجہ سے کافر ہو جاتی ہیں اور ان کے شوہر جو ان کے اس فعل سے رضامند ہیں وہ بھی کافر ہو جاتے ہیں۔

اور فرمایا: جو شوہر رضامند نہیں ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اور دوسرے اسی جنس سے یہ ہے کہ پانی کے کنارے جاتی ہیں اور اس پانی کو پوجتی ہیں اور جو نیت رکھتی ہیں اس کے موافق اس پانی کے کنارے بکرے کو ذبح کرتی ہیں، یہ پانی پوجنے والیاں اور بکرے ذبح کرنے والیاں سب کافر ہیں اور یہ بکری مردار ہو جاتی ہے اس کا کھانا حرام ہے۔

اور اسی طرح جو گھروں میں ایک صورت بنا لیتی ہیں جیسے بت پرستوں کے پوجا کا معمول ہے کہ اس کی عبادت کرتی ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے وقت شنگرف سے نقش کرتی ہیں اور روغن ڈالتی ہیں اور اس کو بنام ''بھوانی'' کہتی ہیں اور پوجتی ہیں اور مثل اس کے جو باتیں کرتی ہیں ان سب سے کافر ہو جاتی ہیں اور اپنے شوہروں سے بائن ہو جاتی ہیں۔

اور اگر کوئی کہے: اس زمانہ میں جب تک خیانت نہ کرو اور جھوٹ نہ بولو تب تک دن نہیں گزرتا یا کہا: جب تک تو خرید و فروخت میں جھوٹ نہ بولے تب تک کھانے کو روٹی نہیں پائے گا۔ یا کسی سے کہا: تو کیوں خیانت کرتا ہے یا کیوں جھوٹ بولتا ہے، اور وہ کہے: بغیر اس کے چارہ نہیں تو ایسے تمام الفاظ سے کافر ہو جائے گا۔

اگر کسی سے کہا: جھوٹ نہ بولو، تو اس نے کہا: یہ بات تو ''لا إله إلا الله محمد رسول الله'' سے بھی زیادہ سچی ہے تو کافر ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی غصہ میں آ جائے اور دوسرا کہے: کافر ہونا اس سے بہتر ہے، تو کافر ہو جائے گا، اور اگر کوئی شخص ایسی بات کہے جو شرعاً ممنوع ہے اور دوسرا کہے: تو کیا کہتا ہے کہ تجھ پر کفر لازم ہوتا ہے؟ وہ کہے: تو کیا کرے گا اگر مجھ پر کفر لازم آئے؟ تو کافر ہو جائے گا، اسی طرح ''تاتارخانیہ'' میں ہے۔

اور جس شخص کے دل میں ایسے امر کا خطرہ گزرا جو باعثِ کفر ہے، اگر وہ اس کو بُرا جانتے ہوئے زبان سے ادا کرے، تو یہ خالص ایمان کی علامت ہے۔[71]

---

[71] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مذکورہ مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں: درست عبارت یوں ہے: ''اگر وہ اس کو بُرا جانتے ہوئے زبان سے ادا نہ کرے'' جیسا کہ اس کے علاوہ دیگر کتب میں ہے، اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔۱۲

اور اگر کسی کفر کا پختہ ارادہ کیا اگر چہ سو برس کے بعد کفر کرنے کا ارادہ کیا ہو تو اسی وقت کافر ہو جائے گا اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔ اور اگر کسی نے بخوشی خود اپنی زبان سے کفر کہا حالانکہ اس کا دل ایمان پر ہے تو کافر ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مومن نہ رہے گا اسی طرح ''فتاوی قاضی خان'' میں ہے۔

جن صورتوں کے کفر ہونے میں اختلاف ہے ان میں اس کے مرتکب کو حکم دیا جائے گا کہ وہ تجدید نکاح کرے اور توبہ کرے اور اس سے رجوع کرے اور یہ احتیاط کا طریقہ ہے، اور جن الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ خطا ہیں اور باعث کفر نہیں تو اس کے کہنے والے کو تجدید نکاح اور اس سے رجوع کرنے کو نہیں کہا جائے گا، اگر چہ یہ ضرور کہا جائے گا کہ پھر اس طرح نہ کرنا کیونکہ گناہگار ہو گا۔

اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آیا کہ اس میں کئی احتمالات ایسے ہیں جن سے تکفیر لازم آتی ہے اور ایک احتمال ایسا بھی ہے جس سے تکفیر لازم نہیں آتی، تو مفتی پر لازم ہے کہ اسی احتمال کی طرف مائل ہو جس سے تکفیر لازم نہیں آتی، اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔ اور ''بزازیہ'' میں ہے: مفتی تاویل والی صورت کہ جس سے تکفیر لازم نہیں ہوتی، کی طرف اسی وقت مائل ہو گا جبکہ قائل نے اپنے ارادہ کی تصریح نہ کی ہو اور اگر کہنے والے نے صراحۃً اپنا ارادہ بیان کر دیا تو ایسی صورت میں تاویل سے کچھ فائدہ نہ ہو گا، اسی طرح ''بحر الرائق'' میں ہے۔

پھر اگر کہنے والے کی نیت بھی وہی صورت ہو جس سے تکفیر لازم نہیں ہوتی تو وہ مسلمان رہا اور اگر کہنے والے کی نیت ایسی صورت ہو جو مُوجبِ تکفیر ہے تو اس کو مفتی کا فتوی کچھ فائدہ نہیں دے گا بلکہ اس پر خود لازم ہو گا کہ ایمان کی راہ ڈھونڈے اور اس کفر سے رجوع کر کے توبہ کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اسی طرح تجدیدِ نکاح کا حکم بھی دیا جائے گا، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

مسلمان کو چاہئے کہ ہر صبح و شام اس دعا کے پڑھنے کو اپنا وظیفہ بنائے کہ یہ وظیفہ ایسے امور میں پڑنے سے بچنے کا سبب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا کہ جو ہر صبح و شام اس کا ورد کرے وہ محفوظ رہے گا، اور وہ دعا یہ ہے:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنْ أَنْ أُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا أَعْلَمُ))، اسی طرح ''خلاصہ'' میں ہے۔

تمت بالخیر والحمد للہ رب العلمین

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ

من افادات شیخ الاسلام والمسلمین
امام اهلِ سنّت الامام احمد رضا خان البریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

التعلیقات الرضویۃ
علی
الفتاوی الھندیۃ

باب احکام المرتدین من کتاب السیر

اعتنی بالنشر والتوزیع
حامد علی علیمی
استاد بالجامعۃ العلیمیۃ الاسلامیۃ بکراتشی

محمد کفیل رضا المدنی
(المتخصص فی الفقہ الحنفی)

المطبع
رضا اکادیمی مومبائی

اسم الکتاب : التعلیقات الرضویة علی الفتاوٰی الهندیة

المحشی : امام اهلِ سنّت الامام احمد رضا خان البریلوی
رحمة الله تعالیٰ علیه

الطبعة الاولیٰ : صدیقی پبلشرز کراتشی، باکستان ۲۰۰۹ء

الطبعة الثانیة: صدیقی پبلشرز کراتشی، باکستان ۲۰۰۹ء

الطبعة الثالثة: رضا اکادیمی مومبائی ۲۰۱۳ء

الحمد لله ربّ العالمين والصّلاة والسّلام على سيّد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

تقديم

اعلموا أنّ الإمام أحمد رضا خان عليه رحمة الرحمن لما رحل من دار الفناء إلى دار البقاء، ترك كثيراً من الدرر الثمينة العلمية منها كتبٌ قيّمة وحواشي مميّزة على عناوين مختلفة على كتب مختلفة، فبعضها مكشوفة لا تحتاج إلى أيّ تعارف مثل:

(١) "العطايا النبويّة في الفتاوى الرضويّة" (٢) و"جدّ الممتار على ردّ المحتار" و(٣)"حاشية الطحطاوي على الدرّ" وغيرها، وبعضها مكنونة إمّا معلومة لنا أو غير معلومة، وكلّها مخطوطة إمّا بقلم الإمام رحمه الله تعالى نفسه أو بقلم العلامة القاضي محمد عبد الرحيم البستوي دامت بركاتهم العالية.

ولمّا طالعنا بعض مخطوطات الإمام أحمد رضا خان رحمه الله تعالى وجدنا فيها ما لا بدّ من مطالعتها ومراجعتها للعلماء والطلباء وغيرهم، فعزمنا أن نسعى في النشر والتوزيع من هذه المخطوطات المباركة ما استطعنا -إن شاء الله تعالى- فبحمد الله تعالى فُزنا أن ننشر ونوزع إحدى المخطوطات المباركة في سائر العالم وهي حواشي الإمام أحمد رضا خان رحمه الله تعالى على "الفتاوى الهندية" المعروف بها "الفتاوى العالمگيرية"، ولكن الأسف! ما وجدنا من تعليقاته عليها إلاّ **الباب التاسع في أحكام المرتدّين** من كتاب السير، فعملنا عليها وسمّيناها **"التعليقات الرضوية على الفتاوى الهندية"**.

عملنا في هذه التعليقات المباركة

(١) قسمناها في قسمين عربيّة وأردويّة.

(٢) ذكرنا ترجمة "الفتاوى الهندية" في العربية والأردية.

(٣) وترجمة السلطان العادل أورنگزيب عالمگير رحمه الله تعالى في العربية والأردية.

(٤) و ترجمة الإمام أحمد رضا خان رحمه الله تعالى في العربية والأردية.

(٥) وأخذنا الباب التاسع كاملاً ثُمّ علقنا التعليقات المباركة عليه، ليسهل فهمها بدون صعب على القارئ.

(٦) أوضحنا الآيات القرآنية بالأقواس المزهرة ﴿ ﴾.

(٧) والأحاديث الكريمة بقوسَين الكبيرين (( )).

(٨) وقد قابلنا عبارات "الهندية" بثلاث نسخ.

(٩) وقد قابلنا عبارات "التعليقات الرضوية" بنسخة من قلم القاضي محمد عبد الرحيم البستوي دامت بركاتهم العالية.

(١٠) وقد ترجمنا العبارات الفارسية بالعربية والأردية.

(١١) واهتممنا أن نخرّج لبعض الأمكنة الخاصة من الآيات القرآنية والأحاديث الشريفة وغيرها من أقوال العلماء الكبار التي أشار الإمام أحمد رضا خان عليه رحمة الرحمن إليها كما ستعرف بمراجعتك إليها.

(١٢) وقد ألحقنا إفاضات العلماء الكرام في القسم الأردية بوفق البحث والمقام خاصة لابنَي الإمام أحمد رضا خان: (١) العلامة المفتي حجة الإسلام محمد حامد رضا خان، و(٢) المفتي الأعظم في "الهند" أبو البركات محمد مصطفى رضا القادري النوري نوّر الله مرقدهم وجعل الجنة مثواهم، آمين.

وفي الأخير نشكر إخواننا في الدين كلَّ من شارك معنا في هذا العمل، خاصة أخي في الدين العلامة القارئ محمد إسماعيل -مدّ ظله العالي- بأنّه ترجم العبارات الفارسية بالّلغة العربية والأردوية، وفحصها باعتبار رسم خطّها، وأخي في الدين سيّد عمران العطاري وسيّد منير العطاري -زادهما الله تعالى علماً وفضلاً-، وندعو من الله تعالى أن يجزينا وإيّاهم في الدارين مع الأسرة أحسن الجزاء.

آمين! بجاه النبي الأمين صلى الله تعالى عليه وآله وسلم.

ترجمة "الفتاوى العالمگيرية"

اعلموا أنّ الفقه حدّ حاجز بين الهداية والضلال وقسطاس مستقيم لمعرفة مقادير الأعمال وعيالمه الزاخرة لا يوجد لها قرار وأطواده الشامخة لا يدرك فنونها بالأبصار، إلاّ أنّ الكتب المصنّفة المتداولة والصحف المؤلّفة المتناولة في هذا الفنّ لا تشفي العليل ولا يفأم منها الغليل؛ إذ بعضها طارح لشطر المسائل وأكثرها منطو على الروايات المختلفة المتعارضة الدلائل فيشجر المبتغي للتمسك بالأليق والأقوى كمن هام في الهيماء في الليل الأهيم ويضجر المستهتر بأخذ ما هو أقرب للتقوى كفاقد العيهم في الغيهم حتى عشا أكثرهم عن أضواءُ السنة إلى نيران الأهواء وركنوا إلى طرمساء البدع وأباطيل الآراء فلا يميز الصدوق عن الطبرس ولا يفصل المحق والطمرس وذهبوا في واد تيه بعد تيه.

ولم يجدوا دليلاً على مرامهم إلاّ سفيهاً غب سفيه فمنّ الله عليهم باستنارة صديع سلطنة الملك السميدع الصلهام وانفلاق صبح دولة السلطان الهميسع القمقام القرم المقرم والقذم القلهذم رزم آجام الوغى وقفصل غياض المزدحم المطيم على العدل والشجاعة والندى والمفطور تقنه من الزهد والورع والتقوى أمير المؤمنين ورئيس المسلمين إمام الغزاة ورأس المجاهدين أبو المظفر محيي الدين محمد أورنك زيب بَهادر عالم گير بادشاه غازي نوّر الله تعالى مرقده وجعل الجنّة مثواه، وعمّ على البرية كافّة إحسانه وجعله يوم يحاسب ممن ينقلب إلى أهله مسروراً وأبعده عمن ينقلب على عقبيه مذموماً مدحوراً.

وقد أُلهم تأليف كتاب يفرغ من التهذيب الأنيق في قالب الكمال ويلبس من حسن الترتيب حلة الجمال عارياً عن الإطناب والإملال حاوياً لمَعظم الروايات الصحيحة مشتملاً على جلّ الدرايات النجيحة، يبين الغثّ من السمين ويميز الضعيف من المتين لا يشتبه فيه اللجين باللجين والهجان بالهجين غير أنّ هذا الخطب العظيم والأمر الجسيم لا يملكه إلاّ من عرف الحي من اللّيّ وتبين عنده الرشد من الغيّ فحشد الحذاق في هذا الفنّ من العلماء الغائصين على فرائده وكلد الكتب المدونة الجامعة لفوائده فأوعز إليهم بالكدش في مخايل هذا الفنّ ودلائله واللمش عن تفاصيله وتنقير وجوه مسائله، وأن يؤلّفوا كتاباً حامشاً لظاهر الروايات التي اتّفق عليها وأفتى بها الفحول ويجمعوا فيه من النوادر ما تلقتها العلماء بالقبول كي لا يفوت الاحتياط في العمل والاجتناب عن الخطل والزلل فطفقوا في استخراج جواهر من معادنه وإبراز لطائفه من مكامنه والتقاط جمانه وفرائده واقتناص شوارده وأوابده، وميزوا ثجيره وعصيره وفصلوا قبيله ودبيره ونظموا تومه المنثورة ورتّبوا فوائده المأثورة، فألّفوه وسمّوه بـ"الفتاوى العالمگيرية" بنسبة اسم السلطان.

أسلوب ترتيبها:

واختاروا في ترتيب كتبها ترتيب "الهداية" وسلكوا في توضيحها أو تنقيحها أقصى النهاية تاركين لما تكرّر في الكتب من الروايات والزوائد معرضين عن الدلائل والشواهد إلاّ دليل مسألة يوضحها أو يتضمّن مسألة أخرى، واقتصروا في الأكثر على ظاهر الروايات ولم يلتفتوا إلاّ نادراً إلى النوادر والدرايات وذلك فيما لم يجدوا جواب المسألة في ظاهر الروايات أو وجدوا جواب النوادر موسوماً بعلامة الفتوى ونقلوا كل رواية من المعتبرات

بعبارتِها مع انتماء الحوالة إليها، ولم يغيروا العبارة إلاّ لداعي ضرورة عن وجهها ولإشعار الفرق بينهما أشاروا إلى الأول بـ"كذا" وإلى الثاني بـ"هكذا"، ومن دأبِها أن تذكر عبارة "القنية" من غير رموز، فتوهم أنّ الأقوال المختلفة كقول واحد، ونبّه على ذلك الإمام أحمد رضا خان رحمه الله تعالى في بعض "حواشيها". وأمّا إذا وجدوا في المسألة جوابين مختلفين كلّ منهما موسوم بعلامة الفتوى وسمة الرجحان أو لم يكن واحد منهما معلماً بما يعلم به قوة الدليل والبرهان فأثبتوهما في هذا الكتاب والله تعالى هو الموفق للسداد والصواب.

السلطان العادل أورنگزيب

سادس الخلفاء الراشدين

ظلت دائماً سيرة الخلفاء الراشدين موضع إلهام لكافة سلاطين وخلفاء المسلمين، فمنهم من حاول أن ينهل من سيرتهم ويمشي في الناس بسيرهم، فعظم بذلك شأنهم ورُفع بذلك ذكرهم، فكان منهم السلطان المجاهد محمود بن سبكتگين والسلطان نور الدين محمود وغيرهم الكثير والكثير لكن كان من أعظم من تشبّه بالخلفاء الراشدين على الإطلاق وأقام العدل في سلطنته وقضى على مظاهر الشرك وأقام للمسلمين دولة ذكرتْهم بأيّام أبي بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما وهو السلطان المعظم أبو المظفر محيّ الدين محمّد أورنگزيب عالمگير سلطان الهند.

أورنگزيب: معناها بالفارسية: "زينة المُلك".

عالمگير: معناها بالفارسية: "جامع زمام الدنيا أو العالَم"، فهي ألقاب وليست أسماء، كثير من المسلمين للأسف لم يسمع عنه شيئاً مطلقاً، رغم أنّه حكم شبه القارة الهندية ٥٢ سنة، وقيل له: "إنّه بقية الخلفاء الراشدين".

نبدأ باسم الله وبه الثقة وعليه التكلان:

إذا كان يعتصر القلب حزناً وألماً على فقدان المسلمين للأندلس، فوالله ما كانت الأندلس بالنسبة للهند المسلمة إلاّ كمقاطعة صغيرة أو مدينة يحكمها أحد ولاة السلطان وإن كان خلّف المسلمون في الأندلس مسجد قرطبة، فهذا مسجد بادشاهى في لاهور أو المسجد الجامع في الهند يقف شامخاً يدل على إبداع وروعة الحضارة الإسلامية في الهند وإن كان خلّف

المسلمون في الأندلس الحمراء والقصبة، فهذا حصن أجراً يقف اللسان عاجزاً عن وصف حسنه وجماله.

وإن خرج من الأندلس رجالاً ملئوا الدنيا بعلمهم، فيكفي أن تسأل أحد طلبة العلم عن علماء الهند وتحلّى وقتها بالصبر لطول المدة التي ستقضيها سامعاً لأسماء العلماء التي سيعددها لك طالب العلم وإن خرج من الأندلس حكاماً عظاماً وخلفاء عظماء، فيكفي ذكر محمود بن سبكتگين وذكر اسم صاحبنا وسلطاننا وعظيمنا "السلطان أورنگزيب عالمگير".

ولادته ونشأته:

ولد السلطان أورنگزيب في بلدة "دوحد" في گجرات بالهند في ١٥ من ذي القعدة ١٠٢٨هـ = ٢٤ من أكتوبر ١٦١٩م.

نشأ في بيت عزّ وترف وشرف، فأبوه هو "السلطان شاه جهان" أحد أعظم سلاطين دولة المغول المسلمين في الهند، وهو باني مقبرة "تاج محل" الشهيرة التي تعدّ الآن من عجائب الدنيا السبع الحديثة، تمّ بنائها في ٢٠ عاماً وعمل على إنشائها أكثر من ٢١,٠٠٠ شخص، ولا حول ولا قوة إلا بالله، هكذا صرف أبوه في آخر أيامه كلّ جهده في إنشاء مقبرة لزوجته المحبوبة وظلّ مفتون بها فضعفت أمر السلطنة وظهرت بوادر الفتن والثورات مما اضطرّ أورنگزيب أن يقوم بأمور السلطنة بعد أبيه.

ظهر من "أورنگزيب" منذ صغره علامات الجدّ والإقبال على الدين والبعد عن الترف والملذات، وكان فارساً شجاعاً لا يشقّ له غبار، ويروى في ذلك قصة كان مع إخوته في يوم بحضور أبيه "السلطان شاه جهان" في احتفال وكان في الاحتفال فقرة لحلبة أفيال، فشرد فيل من الحلبة وجرى

نحو "أورنگزيب" وهو آنذاك ابن ١٤ عاماً، فضرب الفيل الفرس الذى يمتطيه أورنگزيب بخرطومه وطرح أورنگزيب أرضاً وأقبل نحو أورنگزيب، فثبت أورنگزيب في مكانه واستلّ سيفه وسط ذهول الناس وإكبارهم بهذا الأمير الصغير وظلّ يدافع عن نفسه أمام الفيل الضخم حتى جاء الحرس وطردوا الفيل الضخم.

ونشأ وترعرع سنّياً ومحبّاً لمذهب أهل السنة والجماعة، شديداً على الروافض، حتى أنّه قد حرّم عليهم الانضمام للجيش، واستقى الدين على مذهب الأمام أبي حنيفة، فهو نشأ وتربى تربية إسلامية خالصة لا تشوبها شائبة. فقد كان أبو جده "جلال الدين أكبر" في أواخر أيامه حمل الناس على دين جديد يجمع بين الديانة الهندوسية والإسلام -ولا حول ولا قوة إلا بالله- ومنع الجزية عن الهندوس وغير المسلمين فأتى بذلك أمر لم يسبقه إليه أحد من سلاطين المسلمين من قبل، ولم يقم في وجه هذا السلطان أحد وظلّ الأمر كذلك ولكن أبى الله إلاّ أن يتمّ نوره فظهر هذا الرجل الضعيف الجسم الشيخ الجليل أحمد السرهندي رحمه الله تعالى وأخذ يدعو الأمراء وقواد الجيش وذكرهم بالله وأحيى في نفوسهم حمية الدين ولما مات السلطان أكبر جاء من بعده السلطان "جهانگير"، تولى الشيخ محمد معصوم السرهندي ابن الشيخ أحمد السرهندي تربية طفل صغير وبذل له رعايته كلها فنشأ نشأة دينية وقرأ القرآن فجوده، والفقه الحنفي وبرع فيه، والخط فأتقنه وربّى على الفروسية والقتال، فكان هذا الطفل هو "أورنگزيب". ونشأ رحمه الله محباً للشعر فكان شاعراً، ونشأ محباً للخط فكان خطاطاً بارعاً، وتعلم اللغة العربية والفارسية والتركية. هكذا جمع رحمه الله كلّ صفات الملوك العظماء في سنّ صغير.

فكان من المجتهدين في العبادة، مكثراً في نوافل الطاعات، مجافياً للمعصية وأهلها، موزعاً لأوقاته، فوقت للعبادة، ووقت للمذاكرة، ووقت لمصالح العسكر، ووقت لأصحاب الحاجات ووقت لمجلس الأمراء والوافدين، وهكذا لم يعرف فراغاً ولا لهْواً طوال حياته.

أورنگزيب أميراً:

كان أورنگزيب الأخ الثالث بين ثلاثة أبناء هم "شجاع" و "مراد بخش"، فتولى "شجاع" إمارة البنغال وتولى "مراد بخش" إمارة "گجرات" وتولّى "أورنگزيب" إمارة "الدكن" في وسط الهند فتعلّم "أورنگزيب" الإدارة وأتقنها وسبر أغوارها فكان من ملوك المسلمين القلائل الذين برعوا في إدارة الدولة، ومع ذلك قاد الجيوش بنفسه في عهد أبيه، فقمع الثورات وطهر البلاد وأظهر في الأرض العدل وكانت له هيبة وسمت الملوك، وظلّ الأمر كذلك حتى كان ما كان من وفاة أمّه "ممتاز محل" التي بوفاتها انشغل السلطان "شاه جهان " ببناء مقبرة يخلد فيها ذكراها وصرف لذلك الأموال وحمل الناس على العمل الشاق فأهملت السلطنة، وظهرت بوادر الفتن والثورات، ولم يكن للسطان يومها من همّ إلا النظر إلى ضريح امراته وكان قد أمر ببناء ضريح أسود اللون له مماثل لضريح زوجته، ولكن وثب الأخ الأكبر لأورنگزيب على أبيه فاستولى على كل شيء إلاّ الاسم فظلّ يحكم باسم أبيه.

ولكن كان هذا الأخ الأكبر مائلاً للدنيا يريد إرجاع الهند على ما كانت عليه في عهد أبي جده "جلال الدين أكبر"، فرفض بذلك أورنگزيب المسلم الورع التقيّ، وقام معه أخوه الآخر فاستطاع أورنگزيب أن يأخذ الحكم لنفسه وقمع الثورات التي شنها إخوته عليه، فبعد موت أبيه أعلن

أورنگزيب نفسه سلطاناً على البلاد وكان وقتها عنده من العمر ٤٠ سنة، وابتدأ عهد العدل والحقّ، فقد آن الأوان أن يرى المسلمين أبا بكر وعمر وعثمان وعليّاً رضي الله تعالى عنهم في شخص أورنگزيب عالمگير.

أورنگزيب سلطاناً على البلاد:

قد يتخيّل البعض بمجرّد جلوس أورنگزيب على كرسيّ السلطنة ركن إلى العبادة والراحة وخصوصاً أنه كان متديّناً، لا والله! ما هكذا فهم أجدادنا التدين، إنّما التديّن يكون بإعلاء كلمة الله والجهاد في سبيل الله حتى تكون كلمة الله هي العليا وكلمة الذين كفروا هي السفلى، فحكم البلاد بالحزم والعدل لم يركن أورنگزيب إلى الدعة والراحة بل لبس لأمة الحرب من أول يوم وظل في جهاد دام ٥٢ سنة حتى خضعت له شبه القارة الهندية كلّها من مرتفعات الهيمالايا إلى المحيط ومن بنجلادش اليوم إلى حدود إيران.

شهدت إمبراطورية المغول الإسلامية في الهند في عهده (١٦٥٨: ١٧٠٧) أقصى امتداد لها وذلك بفضل الجهود العسكرية التي بذلها السلطان أورنگزيب حيث لم يبق إقليم من أقاليم الهند إلاّ خضع تحت سيطرة السلطان، فاستطاع أورنگزيب تحويل شبه القارة الهندية إلى ولاية مغولية إسلامية ربط شرقها بغربها وشمالها بجنوبها تحت قيادة واحدة، خاض المسلمون في عهده أكثر من ٣٠ معركة قاد هو بنفسه منها ١١ معركة وأسند الباقي لقواده.

أبطل أورنگزيب ٨٠ نوعاً من الضرائب، وفرض الجزية على غير المسلمين بعدما أبطلها أجداده، وأقام المساجد والحمامات والخانقات والمدارس والبيمارستانات (المستشفيات)، وأصلح الطرق وبنى الحدائق، أصبحت "دهلى" في عهده حاضرة الدنيا، وعين القضاة وجعل له في كلّ

ولاية نائب عنه وأعلن في الناس: "أنّه من كان له حقّ على السلطان فليرفعه إلى النائب الذي يرفعه إليه".

وأظهر أورنگزيب تمسّكه بالإسلام والتزامه بشرائعه، فأبطل الاحتفال بالأعياد الوثنية مثل عيد النيروز، ومنع عادة تقبيل الأرض بين يديه والانحناء له، ومنع الخطب الطويلة التي تقال لتحية السلطان واكتفى بتحية الإسلام، كما منع دخول الخمر إلى بلاده، وصرف أهل الموسيقى والغناء عن بلاطه، وروي في ذلك قصة: أنّه كان يوماً خارج قصره فرأى الموسيقيين والقينات يلبسون السواد ويبكون ويحملون نعشاً، فسأل ما هذا؟ قالوا: هذا الغناء والمعازف نذهب لدفنها، فقال رحمه الله: إذن أحسنوا دفنها لئلا تقوم مرة أخرى.

وحفظ السلطان القرآن الكريم كله بعد ما أصبح سلطاناً، وعين للقضاة كتاباً يفتون به على المذهب الحنفي، فأمر بتأليف الكتاب تحت نظره وإشرافه واشتهر الكتاب باسم "الفتاوى الهندية" أو "الفتاوى العالمگيرية" يعرفه كلّ طلبة العلم أيّ رحل كان.

وبنى مسجد "بادشاهى" في لاهور بباكستان الآن، المسجد الذي ظل إلى الآن شاهداً على عصر عز المسلمين وتمكينهم، وقضى على فتنة البرتغاليين في المحيط، وكان رحمه الله يصوم رمضان كاملا ولا يفطر إلا على أرغفة من الشعير من كسب يمينه من كتابة المصاحف لا من بيت مال المسلمين. لم يستطع أن يحج إلى بيت الله الحرام فاستعاض بذلك أن كتب مصحفين بخط يده وأرسل واحداً إلى مكة والآخر للمدينة.

وكان صاحب عبادة عظيمة، ويخضع للمشايخ ويقربهم ويستمع إلى مشورتهم ويعظم قدرهم وأمر قواده أن يستمعوا إلى مشورتهم بتواضع شديد،

حتى أنه سمع أن نائبه بالبنغال اتخذ مثل العرش يجلس عليه فنهره وعنفه وأمره أن يجلس بين الناس كجلوس عامتهم.

وكان يصوم يوم الاثنين والخميس والجمعة من كلّ أسبوع لا يتركهم أبداً ويأبى إلاّ أن يصلّي الفرائض كلّها في وقتها جماعة مع المسلمين، وكان يصلّي التراويح إماماً بالمسلمين، ويعتكف العشر الأواخر في المسجد، فكان أعظم ملوك الدنيا في عصره.

وخصص موظفين يكتبون كلّ ما يقع من أحوال رعاياه ويرفعونها إليه، وأبطل عادة تقديم الهدايا إليه كما كان يفعل من قبل مع أسلافه، وكان يجلس للناس ثلاث مرات يومياً دون حاجب يسمع شكاواهم.

ووفّق إلى أمرين لم يسبقه إليهما أحد من ملوك المسلمين:

الأوّل: أنّه لم يكن يعطي عالماً عطية أو راتباً إلاّ طالبه بعمل، بتأليف أو بتدريس، لئلا يأخذ المال ويتكاسل، فيكون قد جمع بين السيئتين، أخذ المال بلا حق وكتمان العلم.

الثاني: أنّه أول من عمل على تدوين الأحكام الشرعية في كتاب واحد، يُتخذ قانوناً فوضعت له وبأمره وبإشرافه وتحت ناظرهِ كتاب "الفتاوى الهندية" = "العالمگيرية" على المذهب الحنفي دخل ملايين ممن المنبوذين في الهند في الإسلام ووقف حائلاً مانع للمد الشيعي الصفوي على البلاد، وألّف كتاباً شرح فيه أربعين حديثاً شريفاً على غرار الأربعين النووية، وكان يكتب بخطه المصاحف ويبيعها ويعيش بثمنها لما زهد في أموال المسلمين وترك الأخذ منها، وما زال يدرس لوقتنا الحالي لطلبة الفقه الحنفي.

وفاة السلطان أورنگزيب عالمگير:

توفي السلطان في (٢٨ من ذي القعدة ١١١٨هـ = ٢٠ من فبراير ١٧٠٧م) بعد أن حكم ٥٢ سنة، وكان قد بلغ من تقواه أنه حين حضرته الوفاة أوصى بأن يُدفن في أقرب مقابر للمسلمين وألا يعدو ثمن كفنه خمس روبيات، بذلك يكون عمر السلطان حين وفاته ٩٠ سنة، ولم يمنعه سنه بقيادة الجيوش أو قراءة القرآن، هكذا كانوا أجدادنا، لم يركنوا إلى الدعة والراحة بل كانت حياتهم كلها لله، وبوفاة السلطان أبو المظفر محيّ الدين محمد أورنگزيب عالمگير، انتهت عظمة دولة المسلمين في الهند فجاء من بعده حكاماً ضعافاً وظلّ الأمر كذلك حتى انتهت تماماً بسقوط آخر سلطان "بهادر شاه الثانى" عام ١٨٥٧ بواسطة الإنجليز، ولم تقم للإسلام قائمة منذ ذلك الزمن في تلك البلاد الشاسعة.

نبذة من سيرة الإمام أحمد رضا خان البَريلوي رحمه الله تعالى

هو إمام المتكلمين، وقامع المبتدعين الذابّ عن حوزة الدين وحجّة الله على العالمين وفخر الإسلام والمسلمين والعالم المتبحّر قدوة الأنام وتاج المحققين وشمسهم الساطعة وقمرهم البازغ العلامة الإمام أحمد رضا بن مولانا نقي علي البريلوي الأصل الحنفي المذهب المحدث المفسّر الأصوليّ عبقري الفقه الإسلامي صاحب التصانيف الوافرة في كلّ علم وفنّ.

ولادته:

ولد الإمام المجدّد أحمد رضا خان البَريلوي القادري عاشر شوّال المكرّم سنة ١٢٧٢هـ ببلدة "بريلي" بالهند.

نشأته وتعليمه:

نشأ الإمام البريلوي في أسرة كريمة نبيلة وفي بيئة إسلامية رشيدة، وفي علوم دينية سامية. وأخذ العلوم عن والده العلامة الكبير المفتي نقي علي خان وغيره، والطريقة عن العلامة الكبير السيد آل الرسول المارَهرَوي تلميذ الشاه عبد العزيز الدهلوي.

تبحّر في كلّ علم وفن وصنّف فيها وترك في التراث العلمي أكثر من ألف كتاب ما بين تأليف وحواشي طبع أكثرها في "باكستان" و"الهند" وبعضها من "تركيا" وغيرها. اتفق علي إمامته العلماءُ الأعلام من الحرمين، والمغرب، و"الشام الشريف"، و"تونس"، و"حضرموت"، و"الهند"، وشهدوا له بالعلم والفضل والإتقان في كلّ العلوم، واستغربوا من غزارة علمه وقوّة ذاكرته. منهم من قرّظ على كتبه ومنهم من استجاز في العلوم والطرق الصوفية فأجازهم بنصوص مختلفة جمعها نجله الأكبر حجة الإسلام حامد رضا خان

في كتاب سماه "الإجازات المتينة لعلماء بكة والمدينة". قرض العلامة محمد علي بن حسين المالكي المكي والعلامة موسى علي الأزهري وغيرهم قصائد في مدحه. لما رأه العلامة الإمام* السيد حسين جمل الليل بن صالح بن سالم المكي الخطيب أخذ جبينه وقال: (إني لأجد نور الله من هذا الجبين) ولقّبه "ضياء الدين أحمد"، وأجازه بسنده الخاص وأدخله في الطريقة وذلك قرب المقام في المسجد الحرام وطلب منه أن يشرح كتابه المنظوم "الجوهرة المضيئة" في مناسك الحج في اللغة الأردية فشرحه خلال ساعات وقارنه بالفقه الحنفي وسماه "نقاء النيرة" وذلك سنة ١٢٩٥هـ، وفي نفس السفرة للحج أجازه مفتي مكة عبد الرحمن سراج والعلامة الشهير أحمد بن زيني دحلان.

مكانة الإمام في أنظار علماء "الهند"

(١) العلامة السيّد آل الرسول المارَهْرَوِي -تلميذ الشاه عبد العزيز الدهلوي، شيخ الإمام أحمد رضا خان رحمهم الله تعالى في الطرق الصوفية- قال عنه شيخه الشاه السيد آل الرسول: (لو يسألني ربّي يوم العرض عليه بماذا أتيت يا آل الرسول؟ فأقدّم ذاك اليوم مريدي أحمد رضا).

(٢) العلامة المعمر المحدث الشيخ فضل الرحمن المرادآبادي -تلميذ الشاه عبد العزيز الدهلوي-: زاره الإمام أحمد رضا خان في المرادآباد في عام ١٣١١هـ لأوّل مرّة ، كان معه في هذه السفرة التأريخية المحدّث وصي أحمد السورتي والعلامة أحمد حسن الكانفوري -خليفة الحاج إمداد الله المكيّ- فلمّا وصلوا البلد استقبلهم الشيخ استقبالاً حافلاً مع مريديه مع أنّه كان معمراً ضعيفاً، فلقي الإمام وأخبره بأنّه يرى في وجوده نوراً قدسياً.

(٣) العلامة المفسّر الشاه عبد الحقّ الإله آبادي المكيّ -خليفة الحاج العارف إمداد الله المكيّ شيخ الدلائل بمكة المكرمة، مؤلف "الإكليل على مدارك التنزيل" في سبعة مجلدات-: يقول عن إمامنا البَرَيلَوِي: (العلامة الحبر الطمطام المقوال المفضال المنعام النكر البحر الهمام الأريب اللبيب القمقام، ذو الشرف والمجد المقدام الذكي الزكي الكرام، مولانا الفهامة الحاج أحمد رضا خان..).

(٤) العلامة المحدث الأصولي وصي أحمد السُورَتي-تلميذ السيد أحمد علي السهارنفوري والعلامة فضل الرحمن المرادآبادي، ومحشي سنني النسائي والترمذي و"أنوار التنزيل" و"شرح معاني الآثار"-: عاصر المحدث السورتي الإمام المجدّد أحمد رضا خان البَرَيْلوي وكان أقرب الناس إليه. كان يبجله ويكرمه ويراه "مجدداً للمئة الرابعة عشر" مع كونه أسنّ منه بعشرين سنة، وكان بينهما علاقة إنسجامية ومودة أكيدة. يقول المحدث السورتي عن مقام هذا الهمام في "التعليق المجلي لما في منية المصلي" صـ٤١٨: (زبدة العلماء المحققين، عمدة الفضلاء المدقّقين، صاحب الحجة القاهرة، مجدّد المائة الحاضرة، ناشر السنة، قامع البدعة، سيدنا العلامة ومولانا الفهامة المولوي أحمد رضا خان البَرَيلَوِي).

(٥) ومدحه العلامة عبد السميع الرأمفوري -أجل خلفاء الحاج إمداد الله المكي وتلاميذ الحاج رحمة الله الكيرواني في "الأنوار الساطعة"- له صـ٥٧٤: (الطمطام العزير والصنهام الكبير مفخم المناظرين مُسكت المجادلين مروج عقائد أهل الحقّ والدين قالع أصول المبتدعين فريد العصر ووحيد الزمان مولانا محمد أحمد رضا خان).

(٦) العلامة مولانا الشيخ أحمد بن ضياء الدين الصابري الإمدادي الهندي أصلاً المكي نشأ -أجلّ خلفاء الحاج الشاه إمداد الله المكي وأقدم تلاميذ الحاج رأس العلماء بالبلد الحرام رحمة الله الكيرواني، مدرس الحرم والمدرسة الأحمدية بمكة المكرمة-: (هو التقي الفاضل، والنقي الكامل، عمدة المتأخرين، وأسوة المتقدمين، فخر الأعيان، مولانا المولوي الشيخ محمد أحمد رضا خان...). ويقول في تقريظه لـ"فتاوي الحرمين برجف ندوة المين"، صـ٥٦: (...كيف لا وهو التقي النقي العالم العامل والفاضل الكامل الأديب الأريب الحسيب النسيب الحاوي جميع العلوم من المنطوق والمفهوم محيّ الشريعة السنية ومؤيّد الطريقة المرضية الملك السعيد والفلك الفريد سراج الزمان مولانا المولوي الحاج أحمد رضا خان ابن الفاضل مولانا المولوي محمد تقي علي خان).

خطبة تأريخية ألقاها في حفلة تأسيس "مدرسة الحديث" بمشهد الأعيان

بذل مولانا المحدث السورتي جهوده المقلة لتعمير "مدرسة الحديث" بـ"بِيلي بِهيت" واستدعى محبوبه العالم الفائق في جميع العلوم الإمام أحمد رضا خان لتأسيسها، سنة ١٣٠١هـ -وذلك يشهد لصفاء قلبه ونقاء سريرته وحسن عشرته ومودته بالعلماء- فأتى وألقى خطبة عظيمة استغرقت ثلاث ساعات بمشهد أكابر علماء "سَهَارَنْفُور" و"كَانْفُور" و"جَونْفُور" و"بَدَايُون" و"لاهَوْر"، تكلّم فيها عن تأريخ علوم الحديث وأصوله وفروعه، ونثر الدراري المكنونة وذكر الأسرار المخزونة وكلّ ذلك من ذاكرته، فأدهش العلماء وأعجب الفضلاء لقوة ذاكرته وسعة اطلاعه في أسماء الرجال، وكثرة حفظ متون الأحاديث مع أسانيدها ومصادرها وعمق فهمه لدقائق المباحث واستحضارها،

فاعترفوا بعلمه وأثنوا عليه لعبقريته فقام منهم العلامة النبيل خليل أحمد ابن المحدث الجليل الشهير في الآفاق السيد أحمد علي السهارنفوري وقال: (لو كان والدي حيّاً لاعترف بمهرتك في علم الحديث)، وأقرّ ذلك مولانا المُحدّث وصي أحمد السورتي وجميع الحاضرين.

مكانة الإمام أحمد رضا خان عند قضاة عصره من علماء العرب

(١) قال مفتي مكة المكرمة العلامة محمد سعيد بابصيل المكي الشافعي عن "الدولة المكية" للإمام أحمد رضا في تقريظه عليه صـ١٤٢: (أنها وقعت عند علماء الحرمين موقعاً مجليلاً وقرضوا له عليها وأجادوا فيما قالوا به له وهو قليل من قدره) وفي الختام: (هذا ما تيسّر لي من نصرة هذا الإمام الكامل) وقال في تقريظه علي "المعتمد المستند" صـ٦٩: (...وأحلّه (الله) من قلوب أهل الكمال المحلّ الجليل).

(٢) وحرّر مفتي الحنفية عبد الله بن عبد الرحمن سراج بمكة المكرمة على "الدولة المكية" صـ ١٤٣: (أماّ بعد: فله الحمد جلّ وعلا قد أوجد العلماء في الأعصار والأمصار، وجدّد بهم الدين، وأودع في قلوبهم من الأسرار والأنوار، ما أوزعت به نفوسهم تمام التبيين، وضمائرهم كمال التحقيق واليقين، وإنّ منهم العلامة الفهامة الهمام والعمدة الدراكة ألا! إنّه ملك العلماء الأعلام الذي حقّق لنا قول القائل الماهر: "كم ترك الأوّل للآخر").

(٣) قال مفتي المالكية عابد حسين المالكي المكي في تقريظه علي "المعتمد المستند" صـ ١٠٣: (لما وفق الله لإحياء دينه القويم في هذا القرن ذي الفتن والشر العميم، من أراد به خيراً من ورثة سيّد المرسلين، سيّد العلماء

الأعلام، وفخر الفضلاء الكرام، وسعد الملة والدين أحمد السير والعدل الرضا في كلّ طر العالم العامل ذو الإحسان حضرة المولي أحمد رضا).

(٤) حرر مفتي الحنابلة عبد الله حميد المكي على "الدولة المكية" صـ١٤٦: (فقد نظرتُ إلى هذه الرسالة التي قابلها بالقبول كلّ رئيس) وقال عن الإمام: (ولو كنتُ علي وضوء لسجدت لله شكراً على أن منّ الله علينا بهذا العالم المحقّق المدقّق لا زالت شجرة علمه نامية على ممرّ الأزمان وثمرة عمله مقبولة لدي الملك الديان).

(٥) وقال مفتي الحنفية العلامة محمد صالح بن العلامة صديق كمال المكي في تقريظه على "الدولة"، صـ١٤٨: (اللّهم زد وبارك وأطل عمر هذا الأستاذ الكبير والعالم النحرير ليكون غصة وشوكة في حلق كلّ مبتدع جهول لا يقدر قدر سيّدنا ونبيّنا ومولانا محمّد الرسول وصلّ وسلم عليه وعلي آله وأصحابه وزد ترقيه في العلوم الدينية والفيوضات الإحسانية والكمالات الجمالية). وعلي "المعتمد المستند" حرّر صـ٧٢: (العالم العلامة بحر الفضائل وقرة عيون العلماء الأماثل مولانا الشيخ المحقق بركة الزمان أحمد رضا خان البريلوي حفظه الله وأبقاه، ومن كلّ سوء ومكروه وقاه).

(٦) رقم مفتي الشافعية بالمُدينة المنورة العلامة السيد أحمد بن إسماعيل البرزنجي في مدحه علي "المعتمد المستند" صـ١٢٨: (أيّها العلامة النحرير والعلم الشهير ذو التحقيق والتحرير والتدقيق والتحبير عالم أهل السنّة والجماعة جناب الشيخ أحمد رضا خان البريلوي، أدام الله توفيقه وارتفاعه).

(٧) قال مفتي الحنفية بالمدينة المنورة الشيخ محمد تاج الدين إلياس في تقريظه على "المعتمد" صـ١١٢: (العالم النحرير والدراكة الشهير، جناب المولى الفاضل الشيخ أحمد رضا خان).

من تأليفاته وحواشيه:

(١) من تأليفاته المدهشة فتاواه سماها **"العطايا النبوية في الفتاوي الرضوية"** في ثلاثين مجلّداً ضخاماً طبعها "مؤسسة رضا" بمدينة لاهور.

(٢) و**"جدّ الممتار علي ردّ المحتار"** في خمسة مجلدات طبع المجلّدان منها من مباركبور بالهند، ومن المجلّد الأوّل إلى الرابع من "المدينة العلمية" ومن "دار أهل السنة" بكراتشي.

(٣) كتبها في ١٣٢٠هـ بالهند ثم اجتمع مع علماء الحرمين المحترمين في عام ١٣٢٤هـ أثناء سفرته للحج فعرضها عليهم وقرظوا عليها تقريظات رفيعة الشأن فأفرد تقاريظها وهي ٣٣ تقريظا مع مقدمة وسماها **"حسّام الحرمين علي منحر الكفر والمين"** طبعت سنة ٢٠٠٦هـ من "دار أهل السنّة" بمدينة كراتشي.

(٤) أثار بعض الوهابية من الهند علي الإمام أحمد رضا سؤالا في علم غيب النبي صلى الله عليه وسلم بمكة المكرمة في عام ١٣٢٤هـ وأشاعوا بين العلماء حتي أمام شريف مكة حسين بن علي أنه يقول بمساواة علم الله وعلم الرسول و أنّ عقيدته باطلة، فأجابهم بأكمل جواب مع أنه كان منقطعاً من كتبه ومستعجلاً إلى بلد الرسول عليه ألف صلوة وسلام فأتم الحجة عليهم ببراهين ساطعة وحجج قاطعة فولوا مدبرين وسمى رسالته هذه **"الدولة المكية بالمادة الغيبية"** كتبها خلال ثماني ونيف ساعات، وقرأ العلامة صالح كمال الحنفي مفتي الحنفية هذا الكتاب المستطاب في مجلس شريف مكة

بمشهد رؤوس العلماء فصدقوه وأيدوه وجاؤوا إلى الإمام مهرعين سائلين مستفيدين أو متلمذين ومستجيزين، وقرظ عليه أكثر من "سبعين" عالماً ومفتياً من جميع البلاد الإسلامية، طبعت أكثر تقاريظها في طبعة جديدة صدرت من "مؤسسة رضا" بمدينة لاهور في ٢٠٠١ م.

(٥) "الإجازات المتينة".

(٦) "كفل الفقيه الفاهم في أحكام قرطاس الدراهم".

(٧) "حاشية الطحطاوي على الدرّ"، وقد طبعت في اللغة العربية والأردية باسم "تعليقات رضا".

(٨) "حواشي حاشية الأشباه والنظائر".

(٩) "فصل القضاء في رسم الإفتاء".

(١٠) "هامش صحيح البخاري"

(١١) "هامش جامع الترمذي"

(١٢) "حواشي الهداية والفتح والعناية وحاشيتها چلپي" وغيرها.

مميّزاته الفقهية:

قد تمتاز كتب الإمام أحمد رضا الفقهية وفتاواه بمميزات نادرة تشرح الصدور وتسرّ القلوب وتقرّ العيون وتفرّح أرواح الفقهاء المتقدّمين وتدهش الفقهاء الحاضرين، فمن بعض مميّزات كتبه الفقهية وفتاواه ما يأتي:

(١) البلوغ إلى نهاية البحث والتحقيق.

(٢) توفير الدلائل والبراهين في المسائل والأحكام.

(٣) تنقيح المسائل الكثيرة الغير المنقحة من الجديدة والقديمة.

(٤) الإكثار من المراجع والمصادر.

(٥) التوفيق بين الأقوال المتعارضة ودفع التعارض من بينها.

(٦) تهذيب رسوم الإفتاء.

(٧) ندارة الاستنباط.

(٨) التنبيه على مسامحات الفقهاء الكبار.

(٩) استخراج المسائل الحديثة من الكتاب والسنّة وعبارات الفقهاء

(١٠) الانتصار للمذهب الحنفي في أسلوب جيّد رشيق.

(١١) استنباط الأحكام وتقديم دلائلها من الكتاب والسنّة.

(١٢) التعريف بماهيات الأشياء وحقائقها.

(١٣) الإكثار من صر الجزئيات إلى حدّ لم يبلغ فقيه.

(١٤) الإحاطة بصور الجزئيات الوافرة بضابطة أو بضوابط.

(١٥) تكثير الفوائد والتنبيهات النافعة خلال البحوث الفقهية.

(١٦) استنباط القوائد والضوابط الفقهية.

وفاته:

توفي -تغمّده الله تعالى في رحمته- ببَرِيلِي ودفن بِها سنة ١٣٤٠هـ.

الباب التاسع في أحكام المرتدّين

المرتدّ عُرفاً: هو الراجع عن دين الإسلام كذا في "النهر الفائق"، وركن الردّة إجراء كلمة الكفر على اللسان بعد وجود الإيمان، وشرائط صحّتها: العقل فلا تصحّ ردّة المجنون ولا الصبيّ الذي لا يعقل، وأمّا من جنونه ينقطع، فإن ارتدّ حال الجنون لم تصحّ، وإن ارتدّ حال إفاقته صحّت وكذا لا تصحّ ردّة السكران الذاهب العقل، والبلوغ ليس بشرط لصحّتها، وكذا الذكورة ليست بشرطٍ لصحّتها.

ومنها: الطّوع فلا تصحّ ردّة المكرَه عليها كذا في "البحر الرّائق" ناقلاً عن "البدائع". والصبيّ الذي يعقل هو الذي يعرف أنّ الإسلام سبب النّجاة، ويميّز الخبيث من الطيّب والحلو من المرّ، كذا في "السّراج الوهّاج". وقدّر في "فتاوى قارئ الهداية" عقله بأن يبلغ سبع سنين كذا في "النّهر الفائق".

من أصابه برسامٌ، أو أطعم شيئاً فذهب عقله فهذى فارتدّ لم يكن ذلك ارتداداً، وكذا لو كان معتوهاً، أو موسوساً، أو مغلوباً على عقله بوجهٍ من الوجوه، فهو على هذا كذا في "السّراج الوهّاج".

إذا ارتدّ المسلم عن الإسلام -والعياذ بالله- عرض عليه الإسلام، فإن كانت له شبهةٌ أبداها كشفت إلاّ أنّ العرض على ما قالوا غير واجبٍ بل مستحبٌّ كذا في "فتح القدير". ويحبس ثلاثة أيّامٍ فإن أسلم وإلاّ قُتل هذا إذا استمهل، فأمّا إذا لم يستمهل قتل من ساعته ولا فرق في ذلك بين الحرّ والعبد كذا في "السّراج الوهّاج". وإسلامه أن يأتي بكلمة الشّهادة، ويتبرّأ عن الأديان كلّها سوى الإسلام، وإن تبرّأ عمّا انتقل إليه كفى كذا في "المحيط".

نقل الناطفيّ في "الأجناس" عن "كتاب الارتداد" للحسن: فإن تاب المرتدّ، وعاد إلى الإسلام، ثمّ عاد إلى الكفر حتّى فعل ذلك ثلاث مرّات، وفي كلّ مرّةٍ طلب من الإمام التّأجيل، فإنّه يؤجّله الإمام بثلاثة أيّامٍ، فإن عاد إلى الكفر رابعاً، فإنّه لا يؤجّله، فإن أسلم وإلاّ قُتل، وقال الكرخيّ في "مختصره": فإن رجع أيضاً عن الإسلام، فأُتيَ به الإمام بعد ثالثه استتابه أيضاً، فإن لم يتب قتله ولا يؤجّله، وإن هو تاب ضربه ضرباً وجيعاً ولا يبلغ به الحدّ، ثمّ يحبسه ولا يخرجه من السّجن حتّى يرى عليه خشوع التّوبة ويُرى من حاله حال إنسانٍ قد أخلص فإذا فعل ذلك خلّى سبيله فإن عاد بعد ما خلّى سبيله فعل به مثل ذلك أبداً ما دام يرجع إلى الإسلام ولا يُقتل إلاّ أن يأبى أن يُسلم قال أبو الحسن الكرخيّ: وهذا قول أصحابنا جميعاً أنّ المرتدّ يُستتاب أبداً، كذا في "غاية البيان".

فإن قتله قاتلٌ قبل عرض الإسلام عليه، أو قطع عضواً منه كره ذلك كراهة تنزيهٍ هكذا في "فتح القدير". فلا ضمان عليه لكنّه إذا فعل بغير إذن الإمام أدّب على ما صنع كذا في "غاية البيان".

وإذا ارتدّ الصبيّ وهو يعقل فارتداده ارتدادٌ عند أبي حنيفة ومحمّدٍ رحمهما الله تعالى ويجبر على الإسلام ولا يقتل كذا في "السّراج الوهّاج". وكذا إذا ارتدّ الصبيّ المراهق، هكذا في "محيط السّرخسيّ".

ولا تقتل المرتدّة بل تحبس حتّى تسلم وتضرب في كلّ ثلاثة أيّامٍ مبالغة في الحمل على الإسلام، ولو قتلها قاتلٌ لا يجب عليه شيءٌ للشّبهة، والأمة يُجبرها مولاها لما فيه من الجمع بين الحقّين بأن يجعل منزل المولى

سجناً لها، ويفوّض التّأديب إليه مع توفير حقّه في الاستخدام، وقال في "الأصل": دُفعتْ إليه إذا احتاج إليها، والصّحيح أنّها تدفع إليه احتاج أو لم يحتج، طلب أو لم يطلب كذا في "التبيين". ولم يطأها المولى، والصّغيرة العاقلة كالبالغة والخنثى المشكل كالمرأة هكذا في "النّهر الفائق". ولا تسترقّ الحرّة المرتدّة ما دامت في دار الإسلام فإن لحقت بدار الحرب فحينئذ تسترقّ إذا سبيت وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالى في "النّوادر": تسترقّ في دار الإسلام أيضاً، قيل: ولو أفتى بهذه الرّواية لا بأس فيمن كانت ذات زوجٍ، وينبغي أن يشتريها الزّوج من الإمام، أو يهبها الإمام له إذا كان مصرفاً فيملكها، وحينئذ يتولّى هو حبسها وضربها على الإسلام كذا في "فتح القدير".

بشر بن الوليد عن أبي يوسف رحمه الله تعالى إذا جحد المرتدّ الرّدّة، وأقرّ بالتّوحيد وبمعرفة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وبدين الإسلام فهذا منه توبةٌ كذا في "المحيط".

ويزول ملك المرتدّ عن ماله بردّته زوالاً موقوفاً فإن أسلم عاد ملكه، وإن مات، أو قتل على ردّته ورث كسب إسلامه وارثه المسلم بعد قضاء دين إسلامه، وكسب ردّته فيءٌ بعد قضاء ردّته، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى وعندهما لا يزول ملكه، ثمّ اختلفت الرّوايات عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى فيمن يرث المرتدّ روى محمّدٌ عنه أنّه يعتبر كونه وارثاً عند موت المرتدّ، أو قتله أو القضاء بلحاقه، وهي الأصحّ وترثه امرأته المسلمة إذا مات أو قتل، أو قضي عليه باللّحاق وهي في العدّة؛ لأنّه صار فارّاً بالرّدّة؛ إذ الرّدّة

بمنزلة المرض والمرتدّة لا يرثها زوجها إلاّ أن تكون مريضة فيرثها ويرثها أقاربُها جميع مالها حتّى المكسوب في ردّتها كذا في "التبيين".

وإن لحق بدار الحرب مرتدّاً، أو حكم الحاكم بلحاقه عتق مدبّروه وأمّهات أولاده، وحلّت ديونه المؤجّلة ونقل ما اكتسبه في حالة الإسلام إلى ورثته المسلمين باتّفاق علمائنا الثّلاثة، وأمّا ما أوصى به في حال إسلامه، فالمذكور في ظاهر الرّواية من "المبسوط" وغيره: أنّها تبطل مطلقاً من غير فرق بين ما هو قربةٌ، أو غير قربةٍ ومن غير ذكر خلافٍ كذا في "فتح القدير". المرتدّ ما دام متردّداً في دار الإسلام فالقاضي لا يقضي بشيءٍ من هذه الأحكام كذا في "المحيط".

وتصرّف المرتدّ في ردّته على أربعةِ أوجه:

(منها) ما ينفذ في قولهم: نحو قبول الهبة والاستيلاد فإذا جاءت جاريةٌ بولدٍ فادّعى النّسب ثبت نسب الولد منه، ويرث ذلك الولد مع ورثته، وتصير الجارية أمّ ولدٍ له وينفذ منه تسليم الشّفعة والحجر على عبده المأذون.

(ومنها) ما هو باطلٌ بالاتّفاق نحو النّكاح، فلا يجوز له أن يتزوّج امرأةً مسلمة، ولا مرتدّة ولا ذمّيّة لا حرّة ولا مملوكة، وتحرم ذبيحته وصيده بالكلب والبازي والرّمي.

(ومنها) ما هو موقوفٌ عند الكلّ، وهو المفاوضة، فإنّه إذا فاوض مسلماً يتوقّف في قولهم إن أسلم نفذت المفاوضة، وإن مات أو قتل على ردّته، أو لحق بدار الحرب، وقضى القاضي بلحاقه بطلت المفاوضة، وتصير عناناً

من الأصل عند أبي يوسف ومحمّدٍ رحمهما الله تعالى وعند أبي حنيفة رحمه الله تعالى تبطل أصلاً.

(ومنها) ما اختلفوا في توقيفه البيع والشّراء والإجارة والإعتاق والتّدبير والكتابة والوصيّة وقبض الدّيون عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى هذه التّصرّفات موقوفةٌ إن أسلم نفذت، وإن مات أو قتل، أو قضي بلحاقه بدار الحرب تبطل؛ وتصرّف المكاتب في ردّته نافذ في قولهم كذا في "فتاوى قاضي خان". وإذا باع الرّجل عبده المرتدّ، أو أمته المرتدّة فالبيع جائزٌ كذا في "المبسوط". المرتدّ إذا عاد تائباً إلى دار الإسلام إن كان عوده قبل حكم القاضي باللّحاق بطل حكم الرّدّة في ماله، فصار كأنّه لم يزل مسلماً، ولا يعتق عليه شيءٌ من أمّهات أولاده والمدبّرين، وإن كان بعد الحكم، فكلّ ما وجده في يد ورثته أخذه، أمّا ما أزاله الوارث عن ملكه سواءٌ كان بسببٍ يلحقه الفسخ كالبيع والهبة، أو بسببٍ لا يلحقه الفسخ كالإعتاق والتّدبير والاستيلاد، فذلك كلّه ماضٍ لا سبيل للمرتدّ عليه ولا ضمان على الوارث أيضاً كذا في "غاية البيان".

إذا وطئ المرتدّ جارية نصرانيّة كانت له في حالة الإسلام، فجاءت بولدٍ لأكثر من ستّة أشهرٍ منذ ارتدّ، فادّعاه، فهي أمّ ولده والولد حرٌّ، وهو ابنه كذا في "الهداية". فإن مات أو قتل المرتدّ، لم يرثه ولده فإن كانت الأمة مسلمة ورثه الابن مات على الرّدّة أو لحق. مرتدٌّ لحق بماله بدار الحرب، ثمّ ظهر على ذلك المال، فهو فيءٌ ولا سبيل لورثته عليه، وإن كان لحق بدار الحرب، ثمّ رجع وذهب بماله وأدخله دار الحرب، ثمّ ظهر على ذلك المال، فإنّه يردّ على ورثته إلاّ أنّه بغير شيءٍ قبل القسمة، وبالقيمة بعد القسمة، وإن

لحق المرتدّ بدار الحرب وله عبدٌ فقضي به لابنه، فكاتبه ابنه، ثمّ جاء المرتدّ مسلماً، فالكتابة على حالها والمكاتبة والولاء للّذي جاء مسلماً كذا في "الكافي". بخلاف ما إذا رجع بعد ما عتق المكاتب فإنّ الولاء فيه للابن كذا في "النّهاية".

قال محمّدٌ رحمه الله تعالى في "الجامع الصّغير": مرتدٌّ قتل رجلاً خطأً، ولحق بدار الحرب ومات أو قتل على الرّدّة، أو هو حيٌّ في دار الإسلام، فالدّية في ماله عندهم، فإن لم يكن له إلاّ كسب الإسلام، أو كسب الرّدّة تستوفى الدّية منه، وإن كان له كسب الإسلام وكسب الرّدّة، فعلى قولهما تستوفى الدّية من الكسبين، وأمّا على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى تستوفى من كسب الإسلام أوّلاً، فإن فضل منها شيءٌ يستوفى الفضل من كسب الرّدّة كذا في "المحيط".

هذا إذا قتل، أو مات قبل أن يسلم، أمّا إذا أسلم، ثمّ مات، أو لم يمت فيكون في الكسبين جميعاً بالاتّفاق كذا في "التبيين". وما اغتصب المرتدّ من شيءٍ، أو أفسده، فضمان ذلك في ماله عندهم جميعاً هذا إذا ثبت الغصب وإتلاف المال بالمعاينة، أمّا إذا ثبت بإقرار المرتدّ، فعند أبي يوسف ومحمّد رحمهما الله تعالى يستوفى ذلك من الكسبين، وعند أبي حنيفة رحمه الله تعالى يستوفى ذلك من كسب الرّدّة هكذا ذكر شيخ الإسلام. هذا إذا كان الجاني هو المرتدّ أمّا إذا جني على المرتدّ بأن قطعت يده، أو رجله بعد الرّدّة عمداً، فذكر محمّدٌ رحمه الله تعالى في "الأصل": أنّ الجاني لا يضمن سواءٌ مات المرتدّ من ذلك القطع على الرّدّة، أو مات مسلماً هذا إذا قطعت يده، وهو مرتدٌّ، فأمّا إذا قطعت يده، وهو مسلمٌ، والقاطع مسلمٌ أيضاً قطع يده عمداً أو خطأً، ثمّ

ارتدّ المقطوعة يده ومات على الرّدّة من ذلك القطع فإنّ على الجاني دية اليد خطأ كان القطع أو عمداً، ولا يضمن ضمان النّفس، فإن كان القطع عمداً تجب الدّية في مال القاطع، وإن كان خطأ تجب الدّية على عاقلته، هذا إذا مات على الرّدّة من ذلك القطع، فأمّا إذا أسلم، ومات مسلماً من ذلك القطع، فإن كان لم يلحق بدار الحرب، أو لحق إلاّ أنّه عاد مسلماً قبل القضاء بلحاقه بدار الحرب ففي الاستحسان تجب دية النّفس على الكمال عمداً كان أو خطأ، إلاّ أنّه إن كان خطأ تجب على العاقلة، وإن كان عمداً تجب في ماله، ولا يجب القصاص في العمد، وبه أخذ أبو حنيفة وأبو يوسف رحمهما الله تعالى كذا في "المحيط". أمّا إذا لحق بدار الحرب، وقضى به القاضي، ثمّ عاد مسلماً، ومات من ذلك القطع، فعلى القاطع نصف الدّية كذا في "غاية البيان".

إذا ارتدّ القاطع والمقطوعة يده بقي على الإسلام، وقتل القاطع بسبب الرّدّة، ثمّ مات المقطوعة يده ذكر في "الأصل": أنّه إن كان القتل عمداً، فلا شيء له، وإن كان خطأ فإن برئ فعلى عاقلته ضمان اليد، وإن مات فعلى عاقلته دية النّفس. مدبّرةٌ أو أمّ ولدٍ ارتدّت، ولحقت بدار الحرب، فمات مولاها في دار الإسلام، ثمّ أخذت أسيراً، فهي فيءٌ بخلاف ما لو استرقّت على ملك المولى، فإنّها تردّ عليه كذا في "المحيط".

وإذا ارتدّ المكاتب، ولحق بدار الحرب، واكتسب مالاً، فأخذ بماله، وأبى أن يسلم، فقتل، فإنّه يوفّى مولاه مكاتبته، وما بقي فلورثته كذا في "الهداية". وإن لم يف ما تركه لمكاتبته فما ترك لمولاه كذا في "الكافي". عبدٌ ارتدّ مع مولاه، ولحقا بدار الحرب، فمات المولى هناك وأسر العبد،

فهو فيء ويقتل إن لم يسلم، ولو ارتدّ العبد، وأخذ مال مولاه فذهب به إلى دار الحرب، ثمّ أخذ مع ذلك المال لم يكن فيئاً ويردّ على مولاه.

قومٌ ارتدّوا عن الإسلام، وحاربوا المسلمين، وغلبوا على مدينة من مدائنهم في أرض الحرب ومعهم نساؤهم وذراريّهم، ثمّ ظهر المسلمون عليهم، فإنّه تقتل رجالهم وتسبى نساؤهم وذراريّهم كذا في "المبسوط".

زوجان ارتدّا ولحقا بدار الحرب، فحبلت المرأة بدار الحرب، وولدت ولداً وولد لولدهما ولدٌ، فظهر عليهم فالولدان فيءٌ يجبر الولد الأوّل على الإسلام، ولا يجبر ولد الولد على الإسلام، ولو حبلت في دارنا، فالجواب كذلك كذا في "الكافي".

في "النّوادر": أنّهما إذا ارتدّا، ولحقا بولدٍ صغيرٍ لهما دار الحرب، فولد لذلك الولد ولدٌ بعد ما كبر، ثمّ ظهر المسلمون على ولد الولد فهو يجبر على الإسلام في قول أبي حنيفة ومحمّد رحمهما الله تعالى كذا في "المحيط".

الذي كان إسلامه تبعاً لأبويه إذا بلغ مرتدّاً، ففي القياس يقتل، وفي الاستحسان لا يقتل. أسلم في صغره، ثمّ بلغ مرتدّاً، ففي القياس يقتل وفي الاستحسان لا يقتل مرتدّاً. والمكرَهُ على الإسلام إذا ارتدّ لا يُقتل استحساناً، وفي كلّ ذلك يجبر على الإسلام، ولو قتله قاتلٌ قبل أن يسلم لا يلزمه شيءٌ، واللّقيط في دار الإسلام محكوم بإسلامه، ولو بلغ كافراً أُجبر على الإسلام، ولا يقتل كذا في "فتح القدير".

موجبات الكفر أنواعٌ

منها: ما يتعلّق بالإيمان والإسلام

إذا قال الرّجل: لا أدري أصحيحٌ إيماني أم لا، فهذا خطأٌ عظيمٌ إلاّ إذا أراد به نفي الشّكّ، من شكّ في إيمانه وقال: أنا مؤمنٌ إن شاء الله، فهو كافرٌ إلاّ إذا أوّل، فقال: لا أدري أخرج من الدّنيا مؤمناً، فحينئذ لا يُكفر، ومن قال بخلق القرآن، فهو كافرٌ، وكذا من قال بخلق الإيمان فهو كافرٌ، ومن اعتقد أنّ الإيمان والكفر واحدٌ فهو كافرٌ ومن لا يرضى بالإيمان فهو كافرٌ كذا في "الذّخيرة". ومن يرضى بكفر نفسه فقد كفر، ومن يرضى بكفر غيره فقد اختلف فيه المشايخ رحمهم الله تعالى.

في "كتاب التّخيير" في كلمات الكفر: إن رضي بكفر غيره ليُعذّب على الخلود، لا يُكفر، وإن رضي بكفره ليقول في الله ما لا يليق بصفاته يكفر، وعليه الفتوى كذا في "التّتارخانيّة".

من قال: لا أدري صفة الإسلام، فهو كافرٌ وذكر شمس الأئمّة الحلوانيّ رحمه الله تعالى هذه المسألة، وبالغ فيها فقال: هذا رجلٌ ليس له دينٌ ولا صلاةٌ ولا صيامٌ ولا طاعةٌ ولا نكاحٌ، وأولاده أولاد الزّنا.

وقال في "الجامع": مسلمٌ تزوّج نصرانيّة صغيرة ولها أبوان نصرانيّان وكبرت وهي لا تعقل ديناً من الأديان ولا تصفه وهي غير معتوهة، فإنّها تبين

---

[١] قوله: (ما لا يليق بصفاته[1] يكفر، وعليه الفتوى): أي: يكون هذا المقص لذاته لا ليقول فيعذبه الله تعالى، فإنّه ح عين الأوّل. ١٢

(١) [قال الرضا رحمه الله تعالى] هو الصواب. ١٢

من زوجها، معنى قول محمّدٍ رحمه الله تعالى: "لا تعقلُ ديناً من الأديان": لا تعرفه بقلبها، ومعنى قوله: "لا تصفه": لا تعبّر عنه باللّسان، وكذلك الصّغيرة المسلمة إذا بلغت عاقلة وهي لا تعقل الإسلام، ولا تصفه، وهي غير معتوهةٍ بانت من زوجها.

وفي "فتاوى النّسفي" سئل عن امرأة قيل لها: "توحيد ميدانى"[1]، فقالت: "لا"، إن أرادت أنّها لا تحفظ التوحيد الذي يقوله الصّبيان في المكتب لا يضرّها وإن أرادت أنّها لا تعرف وحدانيّة الله تعالى فليست بمؤمنة، ولا يصحّ نكاحها.

وعن حمّاد بن أبي حنيفة رحمهما الله تعالى: أنّ من مات ولا يعرف أنّ له خالقاً وأنّ لله عزّ وجلّ داراً غير هذه الدّار وأنّ الظّلم حرامٌ فإنّه لم يؤمن كذا في "المحيط".

رجلٌ يعصي ويقول: مسلمانى آشكارا بايد كرو[2] يكفر. رجلٌ قال للآخر: مسلمانم[3]، فقال له: لعنت بر تو ور مسلمانى تو[4]، يكفر كذا في "الخلاصة".

---

[٢] **قوله:** (فقال له: لعنت بر تو ور مسلمانى تو، يكفر):

أقول: إن أراد: أنّك تعمل كذا وكذا وتزعم أنّ ذلك أفعال المسلمين وأنّك مسلم إن كان هذا إسلامك فاللعنة عليك وعلى إسلامك فينبغي أن لا يكفر له. ١٢

---

(١) أي: هل تعرفين التوحيد.

(٢) أي: يلزم فعل الأمور الإسلامية جهراً.

(٣) أي: أنا مسلم.

(٤) أي: فقال له: لعنة الله عليك وعلى إسلامك.

نصرانيٌّ أسلم فمات أبوه فقال: ليت أنّي لم أُسْلم إلى هذا الوقت حتّى أخذتُ مال الأب يكفر، كذا في "الفصول العماديّة".

نصرانيٌّ أتى مسلماً، فقال: اعرض عليّ الإسلام حتّى أُسلم عندك فقال: اذهب إلى فلانٍ العالم حتّى يعرض عليك الإسلام فتسلم عنده، اختلفوا فيه قال أبو جعفرٍ رحمه الله تعالى: لا يصير كافراً كذا في "فتاوى قاضي خان". كافرٌ أسلم فقال له رجلٌ: *تراچه بد آمده بوداز دين خود*[1] يكفر كذا في "الخلاصة".

ومنها ما يتعلّق بذات الله تعالى وصفاته وغير ذلك

يكفر إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به، أو سخر باسمٍ من أسمائه، أو بأمرٍ من أوامره، أو أنكر وعده ووعيده، أو جعل له شريكاً، أو ولداً، أو زوجة، أو نسبه إلى الجهل، أو العجز، أو النّقص، ويكفر بقوله: "يجوز أن يفعل الله تعالى فعلاً لا حكمة فيه"، ويكفر إن اعتقد أنّ الله تعالى يرضى بالكفر،

---

[٣] قوله: (ليت أنّي لم أُسلِم):

أقول: قد ورد[2] عن بعض الصحابة تمنّى أن يكون أسلم هذا الحين لوقوع زلّة أو نحو ذلك، فليتدبّر. ١٢

---

(١) أي: ما الضرر الذي أصابك من دينك؟.

(٢) أخرج الترمذي في "سننه": عن أبي اليسر قال: أتتني امرأة تبتاع تمراً، فقلتُ: إنّ في البيت تمراً أطيب منه فدخلت معي في البيت فأهويتُ إليها فتقبّلتها فأتيتُ أبا بكر، فذكرت ذلك له، قال: استر على نفسك وتب ولا تخبر أحداً، فلم أصبر فأتيتُ عمر فذكرت ذلك له فقال: استر على نفسك وتب ولا تخبر أحداً، فلم أصبر فأتيتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلك له فقال: ((أخلفت غازياً في سبيل الله في أهله بمثل هذا)) **حتى تمنّى أنّه لم يكن أسلم إلاّ تلك الساعة** حتى ظنّ أنّه من أهل النار، قال وأطرق رسول الله صلى الله عليه وسلم طويلاً حتى أوحى الله إليه.

كذا في "البحر الرّائق". إذا قال: لو أمرني الله بكذا لم أفعل فقد كفر كذا في "الكافي". وفي "التّخيير" ما جاء في القرآن من اليد والوجه لله تعالى وليس بجارحة هل يجوز إطلاق هذه الأشياء بالفارسيّة؟ قال بعض المشايخ رحمهم الله تعالى: يجوز إذا لم يعتقد الجوارح وقال أكثرهم: لا يصحّ وعليه الاعتماد كذا في "التّتارخانيّة".

ولو قال: فلانٌ في عيني كاليهود في عين الله تعالى يكفر وعليه جمهور المشايخ، وقيل: إن عنى به استقباح فعله لا يكفر كذا في "الفصول العماديّة".

ولو مات إنسانٌ فقال الآخر: *خدايرا اوى بايست*[1] كفر كذا في "الخلاصة".

ولو قال: *اين كاريست خدايرا افتاده است*[2] لا يكفر، وهي كلمةٌ شنيعةٌ كذا في "خزانة المفتين".

---

[٤] **قوله:** (إذا قال: لو أمرني الله بكذا لَم أفعل فقد كفر):

قلت: وإن أراد أنّ هذا الفعل مما يشقّ عليّ جدّاً بحيث لو كان فرضاً منزّلاً لَمنعتْني نفسي من إتيانه فلا يكفر. ١٢

[٥] **قوله:** (قال بعض المشايخ رحمهم الله تعالى: يجوز إذا لَم يعتقد الجوارح وقال): وبه جزم في "البزازية" و"جامع الفصولين". ١٢

[٦] **قوله:** (وإن عنى به استقباح فعله لا يكفر): وهو الحقّ. ١٢

[٧] **قوله:** (فقال الآخر: *خدايرا اوى بايست* كفر كذا في "الخلاصة"): فيه تردّد. ١٢

---

(١) أي: لزم لله.

(٢) أي: هذا أمر وقع لله.

إذا قال لخصمه: من باتو بحكم خداكار ميكنم[1] فقال خصمه: من حكم خداندانم[2] أو قال: اينجا حكم نرود[3]، أو قال: اينجا حكم نيست[4]، أو قال: خداى حاكمى راشايد[5]، أو قال: اينجا ديو است حكم كند[6] فهذا كلّه كفرٌ.

سُئل الحاكم عبد الرّحمن عمّن قال: برسم كاركنم بحكم نى[7]. هل هو كفرٌ؟ قال: إن كان مراده فساد الخلق، وترك الشّرع واتّباع الرّسم لا ردّ الحكم لا يكفر كذا في "المحيط".

رجلٌ وضع ثيابه في موضعٍ فقال: سلّمتُها إلى الله فقال له غيره: سلّمتَها إلى مَن لا يمنع السّارق إذا سرق، قال الشّيخ الإمام أبو بكرٍ محمّد بن الفضل رحمه الله تعالى: لا يصير كافراً.

---

[٨] **قوله**: (فقال خصمه: من حكم خداندانم... إلخ):

هذه كلمة تطلق ويراد بها الاستخفاف والتوهين فلا شكّ في الكفر، أمّا إن أراد حقيقتها وهو الجهل بالشرائع فلا كفر، وإذا لم يعلم المراد فإن حفظ عدم التكفير وإن كان الأظهر الاستخفاف. ١٢

---

(١) أي: أنا أفعل شغلي معك بحكم الله.

(٢) أي: أنا لا نعرف حكم الله.

(٣) أي: في هذا المحلّ لا ينفذ الحكم.

(٤) أي: ليس في هذا المحلّ حكم.

(٥) أي: الإله لا يصلح للحاكمية.

(٦) أي: هنا عفريت يحكم.

(٧) أي: أعمل بالرسم لا بالحكم.

رجلٌ قال: *اگرما دروغ میگوییم خدا دروغ می گوید*[1] لا يكفر. رجلٌ قال لامرأته في الغضب: *آن روسپی که ترا زاد وآن بغاکه ترا کشت وآن خدائے که ترا آفرید*[2] قال بعضهم: يكون كفراً وسئل أبو نصرِ الدّبوسيّ رحمه الله تعالى عن هذا فتأمّل في ذلك أياماً، ولم يجب، قال رضي الله تعالى عنه: الظّاهر أنّه يكون كفراً كذا في "فتاوى قاضي خان". لو قال لرجلٍ لا يمرض: هذا منسيّ الله تعالى، أو قال: هذا ممّا نسيه فهذا كفرٌ عند بعضهم وهو الأصحّ، ولو قال: *خدای بازبان توبس نیاید من چگونه بس آیم*[3] يكفر.

---

[٩] **قوله:** (*"خدا دروغ می گوید"* لا يكفر):

قوله: (لا يكفر) **أقول**: لهذا الكلام محلان ومحملان:

أحدهما: تبرئة النفس عن الكذب ونفيه بتعليقه على أمر محال وهو كذب الحقّ تقدّس وتعالى فلا يكون كفراً ولكن ينبغي الاحتراز من إهمال اللسان في إمثال هذا.

والآخر: الإقرار بالكذب ودفع شناعته بنسبته إلى الله تعالىٰ فهذا كفر لا شبهة فيه إن شاء الله تعالى، والمراد بِهذا الكلام يتعيّن بعلم مجاريه، فإنّه إن صدر بمقابلة من كذبه فأراد نفي الكذب فهو على معنى الأوّل وإن صدر بمقابلته بإرادة لو في الكذب وليس شنيعاً فهو على المعنى الثاني، والله أعلم. ١٢

[١٠] **قوله:** (فهذا كفر عند بعضهم وهو الأصحّ):

قلت: والحقّ لا، فإنّ النسيان كثيراً ما يُستعمل بمعنى الإمهال وقد ورد في القرآن العزيز[4] وهو المراد هاهنا. ١٢

---

(١) أي: إنّ كنّا نقول كذباً، فالمولى يقول كذباً.

(٢) أي: تلك القحبة التي ولدتك وذلك المخنّث الذي زرعك وذلك المولى الذي خلقك.

(٣) أي: الله لا يكافئ لسانك فكيف أكافئ أنا.

(٤) كما ورد في سورة التوبة، الآية (٦٧): ﴿نَسُواْ ٱللَّهَ فَنَسِيَهُمْ﴾، والأعراف، الآية (٥١)، وطه، الآية (١٢٦)، والحشر، الآية (١٩)، وغيرها.

ولو قال لامرأته: أنت أحبّ إليّ من الله تعالى، يكفر كذا في "الخلاصة".

لو قال لفلان: قضاے بدرسید[1] فهذا خطأ عظيمٌ كذا في "المحيط". لو قال لرجل: الله عزّ وعلا أنعم عليك فأحسنْ كما أحسن الله إليك، فقال: روباخداجنگ کن[2] لماذا أعطيتَه لا يكفر على الأصحّ كذا في "خزانة المفتين".

رجلان بينهما خصومةٌ فقال أحدهما لصاحبه: نردبان بنہ وبآسمان برووباخدای جنگ کن[3] قال أكثرهم: لا يكون كفراً كذا في "فتاوى قاضي خان". قال صاحب "الجامع الأصغر": وهو الصّحيح عندنا وفي "الخانيّة": وعليه الفتوى كذا في "التّتارخانيّة".

---

[١١] **قوله:** (ولو قال لامرأته: أنت أحبّ إليّ من الله تعالى، يكفر كذا في "الخلاصة"): إن أراد الحبّ الطبعي لا يكفر وهو الحقّ، وإذا لَم يعلم مراده لا يحكم بكفره للشكّ هو الصواب. ١٢

[١٢] **قوله:** (فهذا خطأ عظيم كذا في "المحيط"):

أقول: ورد في الحديث[4]: ((اللّهم إنّي أعوذ بك من سوء القضاء)). ١٢

[١٣] **قوله:** (لو قال لرجل: الله عزّ وعلا أنعم..(إلى)..لا يكفر على الأصحّ): وهو الصحيح. ١٢

[١٤] **قوله:** (قال أكثرهم: لا يكون كفراً كذا في "فتاوى قاضي خان"): هو الصحيح. ١٢

---

(١) اي: جاء القضاء القبيح.

(٢) اي: اذهب وتحارب مع الله.

(٣) اي: ضع سُلّماً واصعد إلى السماء وتحارب مع الله.

(٤) أخرجه مسلم في "صحيحه"، باب في التعوّذ من سوء القضاء، والنسائي في "سننه"، باب الاستعاذة من سوء القضاء، بألفاظ متقاربة.

ولو قال: شووبا خدای جنگ کن[1] قال بعضهم: يكون كفراً، وإليه مال الشّيخ الإمام أبو بكرٍ محمّد بن الفضل وقال الشّيخ الإمام: والأحوط تجديد النّكاح كذا في "فتاوى قاضي خان".

يكفر بإثبات المكان لله تعالى فلو قال: از خدا ہیچ مکان خالی نیست[2] يكفر، ولو قال: الله تعالى في السّماء فإن قصد به حكاية ما جاء فيه ظاهر الأخبار لا يكفر، وإن أراد به المكان يكفر، وإن لم تكن له نيّة يكفر عند الأكثر وهو الأصحّ وعليه الفتوى.

ويكفر بقوله: الله تعالى جلس للإنصاف، أو قام له بوصفه الله تعالى بالفوق والتّحت كذا في "البحر الرّائق". ولو قال: مرا برآسمان خدای است ودر زمین فلان[3] يكفر كذا في "فتاوى قاضي خان". إذا قال: خدا فرو مینگرد از آسمان[4]، أو قال:

---

[١٥] قوله: (قال الشيخ الإمام): الصواب: لا يكون كفراً. ١٢

[١٦] قوله: (والأحوط تجديد النكاح):

وهو حكم كلّ ما اختلف في الكفر به. ١٢

[١٧] قوله: (يكفر بإثبات المكان..(إلى)..يكفر): والحقّ لا. ١٢

[١٨] قوله: (وعليه الفتوى):

وخلافه هو الحقّ الصواب المتبع الواجب التعويل. ١٢

[١٩] قوله: (ولو قال: "مرا برآسمان خدای است ودر زمین فلان" يكفر كذا في "فتاوى قاضي خان"): والصواب: لا، لكنّه من أشنع الكلمات. ١٢

---

(١) أي: اذهب وتحارب مع الله.

(٢) أي: لا محلّ خالي من الله.

(٣) أي: لي في السماء إله وفي الأرض فلان.

(٤) أي: الله ينظر من السماء.

می بیند[1]، أو قال: از عرش[2] فهذا كفرٌ عند أكثرهم إلاّ أن يقول بالعربيّة: "يطلع"، ولو قال: خدای ازبر عرش بداند[3] فهذا ليس بكفرٍ، ولو قال: اززیر عرش میداند[4]، فهذا كفرٌ ولو قال: أرى الله تعالى في الجنّة فهذا كفرٌ، ولو قال: "من الجنّة" فهو ليس بكفرٍ كذا في "المحيط".

قال أبو حفصٍ رحمه الله تعالى: من نسب الله تعالى إلى الجور فقد كفر كذا في "الفصول العماديّة". رجلٌ قال: یارب این ستم مپسند[5] قال بعضهم: يكفر، والأصحّ أنّه لا يكفر، لو قال: خدای عزوجل برتو ستم کناد چنانکه تو بر من کردی[6] الأصحّ أنّه لا يكفر.

---

[٢٠] **قوله:** (أو قال: "از عرش"، فهذا كفر عند أكثرهم):

والحقّ لا، إلاّ أنّه يزجر ويعلم. ١٢

[٢١] **قوله:** (ولو قال: أرى الله تعالى في الجنّة فهذا كفر):

والحقّ لا والظرفية للناظر لا لله. ١٢

[٢٢] **قوله:** ("چنانکه توبری کروی" الأصحّ أنّه لا يكفر):

لمكان المشاكلة[7]. ١٢

---

(١) أي: أو قال: يرى.

(٢) أي: أو قال: من العرش.

(٣) أي: الله يعلم من فوق العرش.

(٤) أي: الله لا يعلم من تحت العرش.

(٥) أي: يا ربّي! لا تحبّ هذا الظلم.

(٦) أي: الله تعالى يظلمك مثل ما ظلمتني.

(٧) **والمشاكلة:** وهو ذكر الشيء بلفظ الشيء غيره لوقوعه في صحبته، كما في "البحر" و"الفتح"، و"العناية" و"ردّ المحتار" وغيرها من المعتمدات الأسفار.

ولو قال: لو أنصف الله عز وجل يوم القيامة أنتصف منك يكفر، أمّا لو قال "إذا" مكان "لو" لا يكفر كذا في "الظّهيريّة". ولو قال: إن قضى الله تعالى يوم القيامة بالحقّ والعدل أخذتك بحقّي فهذا كفرٌ كذا في "المحيط". قيل له: هذا مكان لا إله فيه ولا رسول، فقال: يراد بهذا الكلام أنّه مكان لا يعمل فيه بأمر الله ورسوله، قيل له: لو كان هذا في مكان أهله زهّادٌ مطيعون، قال: إن كان يعمل فيه بأمر الله وأمر رسوله فأنكر كونه ديناً كالصّلوات الخمس فإنّه يكفر كذا في "اليتيمة". لو قال حين يظلم ظالمٌ: يارب ازوى اين ستم مپذير اگر تو پذيرى من نه پذيرم[1] فهذا كفرٌ كأنّه قال: إن رضيتَ فأنا لا أرضى كذا في "الخلاصة" رجلٌ قال: ياخداى روزى بر من فراخ كن يا بازرگانى من رونده كن يا بر من جور مكن[2] قال أبو نصر الدّبوسي رحمه الله تعالى: يصير كافراً بالله كذا في "فتاوى قاضي خان" رجلٌ قال لآخر: دروغ مگو فقال: دروغ از بهر چيست از بهر انكه بگويند[3] كفر في الحال.

[٢٣] **قوله:** (ولو قال: لو أنصف الله عزّوجلّ يوم القيامة أنتصف منك، يكفر):
والصواب: لا، والعوام قلّما يفرقون بين "لو" و"إذا"، ولا تبتنى كلماتهم على دقائق العربية. ١٢

[٢٤] **قوله:** (والعدل أخذتُك بحقّي، فهذا كفر كذا في "المحيط"):
لأنّ "إنْ" للشكّ، والحقّ لا وهو كقوله: إن كنتَ آدمياً فلا أقربنّك. ١٢

[٢٥] **قوله:** (رجل قال لآخر: دروغ مگو..(إلى)..كفر في الحال):
لأنّه استهزاء بالشريعة المطهّرة، وفيه تردّد والأشبه: لا. ١٢

---

(١) أي: لا تحبّ منه هذا الظلم يا ربّ! وإن كنتَ تحبّه فأنا لا أحبّه.

(٢) أي: يا الله! وسّع الرزق عليّ إمّا أن تروج تجارتي أو لا تظلمني.

(٣) أي: قال لآخر: لا تكذب، فقال: الكذب لأيّ شيء من أجل ذلك الذي يقولون.

ولو قيل له: اطلب رضا الله، فقال له: مرانمی باید، أو قال: اگر خدای مرا در بهشت کند غارت کنم(۱)، أو قيل: لا تعص الله فإنّ الله تعالى يدخلك النّار، فقال: من از دوزخ نمی اندیشم(۲)، أو قيل: لا تأكل الكثير فإنّ الله لا يحبّك، فقال: من میخورم خواهی دوست دارد وخواهی دشمن(۳) كفر بهذا كلّه، وكذلك لو قيل له: بسیار مخندا وبسیار مخسب(٤) فقال: چنداں خورم وچنداں خسپم وچنداں خندم که خود خواهم(٥) يكفر.

رجلٌ قال لآخر: گناه مکن چه عذاب خدائے بسیار است فقال: من عذاب یکدست بردارم(٦) يكفر، ولو قيل له: مادر وپدر میا زار(۷) فقال: ليس لهما عليّ حقٌّ لا يكفر، ولكن يصير عاصياً. رجلٌ قال لإبليس: إی ابلیس کار من بساز تا من ہرچہ تو فرمائی بکنم مادر وپدر بیازارم وہرچہ نفرمائی نکنم(۸) يكفر كذا في "التّاتارخانيّة" ناقلاً عن "التّخيير". لو قال: اگر خدای دوجهان کروی حق خویش از بوبستانم(۹). يكفر كذا في "الخلاصة". رجلٌ قال قولاً كذباً فسمع رجلٌ، وقال: خدای من این دروغ ترا راست کرواند یا گوید خدای بدین دروغ

[۲٦] قوله: (كفر بهذا كلّه): وفي بعضها كلام. ۱۲

[۲۷] قوله: (لو قيل له: بسیار مخند.. (إلى).. خواهم يكفر): والحقّ لا. ۱۲

(۱) أي: لا يلزم لي، أو قال: إن كان الله يدخلني الجنّة نهبها.

(۲) أي: أنا لا أبالي من النار.

(۳) أي: أنا آكل إن شاء يتخذني حبيباً وإن شاء يتخذني عدوّاً.

(٤) أي: لا تضحك كثيراً، أو لا تنم كثيراً.

(٥) أي: قال: آكل وأنام وأضحك على قدر ما أريد.

(٦) أي: لا تذنب فإنّ عذاب الله كثير، فقال: أنا أرفع العذاب بيد واحدة.

(۷) أي: لا تؤذ أباك وأمّك.

(۸) أي: يا إبليس! أصلح لي شغلي لأحل أن أفعل كلّما أمرتني به أؤذي أبي وأمّي وكلّ ما لم تأمرني به لا أفعله.

(۹) أي: إن كنتَ إله العالمين آخذ حقّي منك.

تو برکت کناد[1] قال بعضهم: هذا قريبٌ من الكفر. وفي "مصباح الدّين": رجلٌ كذب، فقال غيره: بارك الله في كذبك يكفر. وسئل نجم الدّين عمّن قال: فلان باتوراست نمیرود فقال: خدائے تعالی نیز باوی راست نرود[2]، هل يكفر؟ قال: نعم.

وفي "التّخيير": سألت صدر الإسلام جمال الدّين عن رجلٍ قال: خدای زر دوست میدارد مراندادہ آست[3] قال إن قصد بهذا الكلام إضافة البخل إليه يكفر، أمّا بمجرّد قوله: "يحبّ الذّهب" لا يكفر كذا في "التّتارخانيّة". لو قال: ان شاء الله این کار بکنی، فقال: من بے ان شاء الله بکنم[4] يكفر كذا في "خزانة المفتين".

قال المظلوم: هذا بتقدير الله تعالى، فقال الظّالم: أنا أفعل بغير تقدير الله سبحانه، كفر كذا في "الفصول العماديّة". لو قال: ای خدائے رحمت خویش از من دریغ مدار[5]، فهو من ألفاظ الكفر كذا في "السّراجيّة".

---

[۲۸] **قوله:** (بارك الله في كذبك يكفر): والحقّ لا. ۱۲

[۲۹] **قوله:** (فقال: "خدائے تعالی نیز باوی راست نرود"، هل يكفر؟ قال: نعم): والحقّ: لا، وقد يُطلَق في المشاكلة ما لا يُطلَق في غيرها. ۱۲

[۳۰] **قوله:** (لو قال: ای خدائے رحمت..(إلى)..فهو من ألفاظ الكفر):

قلت: والذي يظهر المساهلة فيه مع العوام الذين يتكلّمون ولا يعرفون ما في مطاوي كلماتهم من القبائح ولا يريدونها ولا يذهب أذهانُهم إليها، ولو أخبروا بها لتبرّؤوا عنها. ۱۲

---

(۱) أي: جعل الله كذبك صدقاً أو قال: الله يجعل في كذبك هذا بركة.

(۲) أي: قال: فلان لم يمش معك مستقيماً، فقال: الله تعالى لم يمش معه مستقيماً أيضاً.

(۳) أي: الله يحبّ الذهب ولم يعطه لي.

(٤) أي: لو قال: إن شاء الله تفعل هذا الأمر، فقال: أفعله بدون "إن شاء الله".

(٥) أي: يا الله! لا تبخل عليّ برحمتك.

إذا طالت المشاجرة بين الزّوجين فقال الرّجل: لامرأته خافي الله تعالى واتّقيه، فقالت المرأة مجيبة له: لا أخافه، قال الشّيخ الإمام أبو بكر محمّد بن الفضل: إن كان الزّوج عاتبها على المعصية الظّاهرة ويخوّفها من الله تعالى فأجابته بهذا تصير مرتدّة وتبين من زوجها، وإن كان الّذي عاتبها فيه أمراً لا يخاف فيه من الله تعالى لم تكفر إلاّ أن تريد بذلك الاستخفاف فتبين من زوجها. رجلٌ أراد أن يضرب غيره، فقال له ذلك الرّجل: ألا تخاف الله تعالى؟، فقال: لا، روي عن محمّدٍ رحمه الله تعالى أنّه سئل عن هذا، فقال: لا يكفر؛ لأنّ له أن يقول التّقوى فيما أفعل. وإن رأى رجلاً في معصية وقال له الآخر: ألا تخاف الله؟ فقال: لا، يصير كافراً؛ لأنّه لا يمكن التّأويل. وكذا إذا قيل لرجل: ألا تخشى الله تعالى؟ فقال في حالة الغضب: لا، يصير كافراً كذا في "فتاوى قاضي خان".

---

[٣١] قوله: (قال أبو بكر محمد بن الفضل: إن كان الزوج (إلى) بهذا تصير مرتدّة... إلخ):

أقول: "لا أخافه" له معنيان:

أحدهما: ومن الاستنكاف عن الخوف وهو كفر.

والآخر: نفي الخوف الواجب بحقّ الله تعالى عن نفسه وهو حقّ ثابت. ١٢

[٣٢] **قوله:** (وقال له الآخر: ألا تخاف الله؟ فقال: لا، يصير كافراً؛ لأنّه لا يمكن التأويل): ولا تنس ما ألقينا عليك، والمراد يتعيّن بآثار تظهر على البشرة من العناد والاستكبار والغضب في الوجه الأوّل وهو الأكثر، ومن التحزّن والتحسّر واستصغار النفس في الثاني، وهو قليل. ١٢

[٣٣] **قوله:** (قيل لرجل: ألا تخشى الله تعالى؟ فقال في حالة الغضب: لا، يصير كافراً): **أقول:** تقييده بحالة الغضب يُرشدك إلى التفصيل الذي ذكرتُه بإفهام الملك الجليل. ١٢

ولو قال: تامای شویم بد تر خدای بامای شود بد تر تا میشویم نیکو تر خدای باما میشود نیکو تر[1] يكفر كذا في "الخلاصة". وفي "العتّابيّة": اگر حکم خدائے را یا شریعت پیغمبر را نه بسندم چنانکه کسی گویدش خدائے چهار زن حلال کرده است گوید من این حکم را نمی بسندم[2] فهذا كفرٌ، كذا في "التتارخانيّة". وإذا قالت المرأة لابنها: لماذا فعلتَ كذا؟ فقال الابن: والله ما فعلتُ، فقالت المرأة مغضبة: "مه تو مه والله"[3]، اختلف المشايخ في كفرها كذا في "المحيط". من قال: خدائے عزوجل باشد و هیچ چیز نباشد[4]، فإنّه يكفر كذا في "الظّهيريّة". لو قال: خدائے بحق من همه نیکوئی کرده است بدی از من است[5] فقد كفر كذا في "المحيط". قيل لرجلٍ: باری بازن بس نیامدی فقال: خدائے بازنان بس نیاید من چگونه بس آیم[6] يكفر

---

[٣٤] **قوله:** (من قال: خدائے عزوجل باشد...(إلى)...فإنّه يكفر كذا في "الظهيرية"):

كذا ذكروه، والأشبه: لا؛ لأنّ طريان فناء في الجملة -ولو لنا على كلّ من سوى الله تعالى حتى الجنّة ونعيمها تصديقاً أوعد الله تعالى- ثابت. ١٢

[٣٥] **قوله:** (لو قال: خدائے بحق من همه نیکوئی کرده است بدی از من است فقد كفر كذا في "المحيط"):

أقول: والحقّ لا، وما هذا إلاّ براءة عظيمة وقد ورد معنى هذا في الآثار بل في القرآن[7]، ولا حول ولا قوّة إلاّ بالله العليّ العظيم، وبأيش التكفير مع ظهور المعنى؟. ١٢

---

(١) أي: ما دُمنا مسيئين فالله مسيء وما دُمنا محسنين فالله محسن.

(٢) أي: إذا قال: لا يعجبني حكم الله أو لا تعجبني شريعة النبي يكفر كما لو قال له شخص: الله حلّل أربع نساء، فقال: أنا لا يعجبني هذا الحكم.

(٣) أي: والله فعلت.

(٤) أي: يبقى الله تعالى ولا يبقى شيء.

(٥) أي: فعل الله في حقّي كلّ الخيرات والشرّ منّي.

(٦) أي: ما قدرتُ على امرأة، فقال: الله لم يقدر عليها فكيف أقدر أنا!.

(٧) النسا، الآية (٧٨-٧٩)، والشورى، الآية (٤٨)، وغيرها.

كذا في "الغياثية". ولو قال: از خدائے می بینم واز تو یا از خدائے امید می دارم وبتو[1] فهذا قبيحٌ، ولو قال: از خدائے می بینم وسبب ترا میدانم[2]، فهو حسنٌ كذا في "خزانة المفتين". إذا طلب يمين خصمه فقال الخصم: أحلف بالله، فقال الطّالب: لا أريد اليمين بالله وأريد اليمين بالطّلاق، أو العتاق فقد كفر عند بعض أصحابنا وعامّتهم على أنّه لا يكفر، وفي "تجنيس النّاصري": وهو الأصحّ.

ولو قال: سوگند تو ہماں است وتیز خرہماں[3] فقد كفر، ولو قال لغيره: خدای می داند

---

[٣٦] **قوله:** (وبتو فهذا قبيح):

أقول: وقد قال أميرُ المؤمنين عمر لسيّدنا الحسين رضي الله تعالى عنهما[4]: ((وهل أنبت شعر الرأس إلاّ الله وأنتم))، وفي رواية[5]: ((ثُمّ أنتم)) وهذه أحسن من الأولى. ١٢

[٣٧] **قوله:** (وفي "تجنيس الناصري": وهو الأصحّ): وهو الحقّ والمعنى: أنّ الناس يتساهلون في يمين الله ويستصعبون يمين الطلاق والعتاق. ١٢

[٣٨] **قوله:** (ولو قال: سوگند..... فقد كفر): والحقّ لا، والتشنيع يرجع إلى الحالف؛ لعدم مبالاته بالحلف دون الحلف بنفسه. ١٢

---

(١) أي: أراه من الله ومنك أو آمل من الله ومنك..

(٢) أي: ولو قال: أراه من الله وأعلم أنّك السبب.

(٣) أي: يمينك يشبه ضرطة الحمار

(٤) أخرجه الدارقطني في "علله": (... ـر حين قال له الحسين: ... ل عن منبر أبي، فقال عمر: -في حديث طويل-: إنما أنت ا حقّ بالإذن من عبد الله بن عمر، وهل أنبت ما في رؤوسنا إلاّ الله تعالى وأنتم)).

(٥) نقله في "كنز العمال": (وفيه) ((فقال: أنت أحقّ بالإذن من عبد الله بن عمر، إنّما أنبت في رؤسنا ما ترى الله ثُمّ أنتم، ووضع يده على رأسه))، بألفاظ متقاربة.

كه بيوسته ترا بدعا ياد ميدارم[1] فقد اختلف المشايخ في كفره. ولو قال: من خدايم على وجه المزاح يعني: خودآيم[2] فقد كفر كذا في "التتارخانيّة". رجلٌ قال لامرأته: تراحق همسايه نمى بايد[3] فقالت: لا، فقال: تراحق شوى نمى بايد[4] فقالت: لا، فقال: تراحق خدا نمى بايد[5] فقالت: لا، فقد كفرت. رجلٌ قال في مرضه وضيق عيشه: بارى بدا نمى كه خداى تعالى مرا چرا آفريده است چوں ازلذتهاى دنيا مرا هيچ نيست[6] فقد قيل: لا يكفر، ولكنّ هذا الكلام خطأٌ عظيمٌ. رجلٌ قال: إنّ الله يعذّبك بمساويك، وقال ذلك الآخر: خدا ير انشانده كه تا خداى همه آن كند كه تو ميگوئى[7] يكفر كذا في "المحيط".

وفي "التّخيير": خداى چه تواند كرد چيزى ديگر نتواند بجز دوزخ[8] فقد كفر، ومثله رجلٌ رأى حيواناً قبيحاً، فقال: بيش كار نمانده است خدائى كه چنيں آفريده[9] كفر. فقيرٌ قال في شدّة فقره: فلاں هم بنده است باچنداں نعمت ومن هم بنده در چنديں رنج بارى اينچنيں عدل

[٣٩] **قوله:** (ترا بدعا ياد ميدارم فقد اختلف المشايخ في كفره): والأظهر لا. ١٢

[٤٠] **قوله:** (تو ميگوئى يكفر كذا في "المحيط"):

وفيه تردّد إن لَم يكن قصد الاستخفاف لشأن الربوبية. ١٢

(١) أي: الله يعلم أنّي أتذكّرك بالدعاء دائماً.

(٢) "خدايم" و"خودآيم" هاتان اللفظتان متّفقتان في النطق مختلفتان في المعنى، فالأولى: بمعنى: أنا الله، والثانية: بمعنى: جئتُ من نفسي.

(٣) أي: قال لها: هل لا تريدين حقّ الجوار؟ فقالت: لا.

(٤) أي: قال لها: هل لا تريدين حقّ الزوج؟ فقالت: لا.

(٥) أي: قال لها: هل لا تريدين حقّ الله؟ فقالت: لا.

(٦) أي: ليتني أعلم لماذا خلقني الله حيث لم يكن لي شيء من لذّات الدنيا.

(٧) أي: نصبت الله لأجل أن يفعل ما تقول.

(٨) أي: ما الذي يقدر على فعله، الله لا يقدر على شيء آخر سوى جهنّم.

(٩) أي: لم يبق لله شغل حتى يخلق مثل هذا.

باشد[1] كفر. رجلٌ قال لآخر: از خدای بترس[2] فقال: خدای کجاست[3] يكفر، كذا ولو قال: پیغمبر در گور نیست[4]، أو قال: علم خدای قدیم نیست[5]، أو قال: المعدوم ليس بمعلوم لله، يكفر كذا في "التّتارخانيّة". يكفر بإدخال الكاف في آخر الله عند نداء من اسْمه عبد الله إن كان عالماً على الأصحّ، وبتصغير الخالق عمداً إن كان عالماً هكذا في "البحر الرّائق".

لو قال لآخر: خدای بر دل تو بیخشایاد بر دل من نی[6]، إن عنى به الاستغناء عن الرّحمة فقد كفر، وإن عنى به أنّ قلبي ثابتٌ بإثبات الله تعالى غير مضطرب، لا يكفر. صبيٌّ يبكي ويطلب أباه وأبوه يصلّي، فقال للصبيّ رجلٌ: مه مکرپی که پدر تو الله میکند[7] فهذا ليس بكفر؛ لأنّ معناه: خدمت الله میکند[8] كذا في "المحيط". رجلٌ

[٤١] **قوله:** (إن كان عالماً على الأصحّ):
والصواب: لا؛ لأنّ المقصود بالتصغير المنادى. ١٢

[٤٢] **قوله:** (پدر تو الله می کند، فهذا ليس بكفر): وفي بلادنا يقولون: "الله الله کرتا ہے" ويريدون يذكر الله، ولفظنا هذا أظهر من لفظ المسألة. ١٢

---

(١) أي: فلان عبد أيضاً مع هذا القدر من النعم وأنا عبد في هذا القدر من العناء فهل يكون مثل هذا عدلاً؟

(٢) أي: خف الله تعالى.

(٣) أي: أين الله؟

(٤) أي: الرسول ليس في القبر.

(٥) أي: علم الله ليس بقديم.

(٦) أي: الله يرحم قلبك ولا يرحم قلبي.

(٧) أي: اسكت يا خادع! لا تبكِ أبوك يفعل لله.

(٨) أي: يفعل خدمة الله.

رأى أعمى، أو مريضاً فقال لـه: خدای ترادید ومراد يدو ترا چنان آفريد مراچه گناه[1] الصّحيح أنّه لا يكفر، كذا في "الخلاصة". ولو قال: بخدای وبخاک پائے تو، يكفر ولو قال: بخدای وبجان وسر تو[2] فيه اختلاف المشايخ رحمهم الله تعالى كذا في "الذّخيرة".

ومنها ما يتعلّق بالأنبياء عليهم الصّلاة والسّلام

من لم يُقرّ ببعض الأنبياء عليهم الصّلاة والسّلام، أو لم يرض بسنّة من سُنن المرسلين فقد كفر، وسئل ابن مقاتلٍ عمّن أنكر نبوّة الخضر وذي الكفل. فقال: كلّ من لم تجتمع الأمّة على نبوّته لا يضرّه إن جحد نبوّته، ولو قال: لو كان فلانٌ نبيّاً لم أؤمن به فقد كفر كذا في "المحيط". عن جعفرٍ فيمن يقول: آمنتُ بجميع أنبيائه، ولا أعلم أنّ آدم نبيٌّ أم لا، يكفر كذا في "العتّابيّة".

سئل عمّن ينسب إلى الأنبياء الفواحش كعزمهم على الزّنا ونحوه الّذي يقوله الحشويّة في يوسف عليه السّلام قال: يكفر؛ لأنّه شتمٌ لهم واستخفافٌ بهم. قال أبو ذرٍّ من قال: إنّ كلّ معصيةٍ كفرٌ، وقال: مع ذلك أنّ الأنبياء عليهم السّلام عصوا فكافرٌ؛ لأنّه شاتمٌ، ولو قال: لم يعصوا حال النّبوّة ولا قبلها كفر؛ لأنّه ردّ المنصوص.

---

[٤٣] قوله: (مراچه گناه، الصحيح أنّه لا يكفر كذا في "الخلاصة"):

والحقّ أن لا معنى للتكفير. ١٢

ومنها ما يتعلّق بالأنبياء عليهم الصّلاة والسّلام

[٤٤] قوله: (ولو قال: لم يعصوا حال النبوّة ولا قبلها كفر؛ لأنّه ردّ المنصوص):

والحقّ لا كيف وهو مذهب كبار الأئمة المحقّقين من علماء السنة والجماعة كما يظهر=

---

(١) أي: الله رآك ورآني وخلقك هكذا فما ذنبي

(٢) أي: بالله وبتراب رحلك. ولو قال: بالله وعمرك ورأسك.

سمعت بعضهم يقول: إذا لم يعرف الرّجل أنّ محمّداً صلّى الله عليه وسلّم آخر الأنبياء عليهم وعلى نبيّنا السّلام فليس بمسلمٍ كذا في "اليتيمة". قال أبو حفصٍ الكبير: كلّ من أراد بقلبه بغض نبيٍّ كفر، وكذلك من قال: لو كان فلانٌ نبيّاً لم أرض به، ولو قال: *اگر فلان پیغمبر بودی من بوی نگرویدمی*[1] فإن أراد به لو كان فلانٌ رسول الله لم أؤمن به كفر كما لو قال: لو أمرني الله بأمرٍ لم أفعل. وفي "الجامع الأصغر": إذا وقع بين رجلٍ وبين صهره خلافٌ، فقال: إن بشّر رسول الله لم آتمر بأمره لا يكفر، ولو قال: إن كان ما قاله الأنبياء صدقاً وعدلاً نجونا كفر، وكذلك لو قال: أنا رسول الله، أو قال بالفارسيّة: *من پیغمبرم*[2] يريد به *من پیغام می‌برم*[3] يكفر ولو أنّه حين قال هذه المقالة طلب غيره منه المعجزة، قيل: يكفر الطّالب، والمتأخّرون من المشايخ قالوا: إن كان غرض الطّالب تعجيزه وافتضاحه لا يكفر، ولو قال لشعر النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم: شُعيرٌ، يكفر عند بعضهم، وعند الآخرين لا، إلاّ إذا قال بطريق الإهانة، ومن قال: لا أدري أنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم كان إنسيّاً، أو جنّيّاً يكفر كذا في "الفصول العماديّة".

= بمراجعة "الشفا" و"شرحه" و"المواهب" و"شرحه" و"الزواجر" لابن الحجر و"أفضل القرى" له وغير ذلك والأظهر ما أفاد العلامة الحموي: أنّ الرواية[4] لعلّها: "لَم يعصموا" من العصمة فسقطت الميم من قلم النساخ أي: فتتابع الناس في النقل من دون نقد، والله تعالى أعلم. ١٢

---

(١) أي: لو كان فلان نبياً ما كنتُ أصدّق به.

(٢) أي: أنا رسول.

(٣) أي: أنا أوصل الخبر.

(٤) "غمز عيون البصائر"، الفنّ الثالث، كتاب الحدود والتعزير، باب الردّة.

ولو قال: اگرفلاں پیغمبراست حق خویش ازوی بستانم[1] لا يكون كفراً كذا في "فتاوى قاضي خان". ولو قال: محمد درویشک بود[2]، أو قال: جامه پیغمبر ریمناک بود[3]، أو قال: قد كان طويل الظّفر فقد قيل: يكفر مطلقاً، وقد قيل: يكفر إذا قال على وجه الإهانة، ولو قال للنّبيّ عليه الصّلاة والسّلام: ذلك الرّجل قال كذا وكذا فقد قيل: إنّه يكفر، ولو شتم رجلاً اسمه محمّدٌ، أو أحمد، أو كُنيته أبو القاسم، وقال له: يا ابن الزانية! وہرکہ خدایرا باین اسم، أو باین کنیہ بندہ است[4] فقد ذكر في بعض المواضع أنّه إذا كان ذاكراً للنّبيّ صلّى الله عليه وسلّم يكفر كذا في "المحيط". ولو قال: كلّ معصية كبيرةٌ إلاّ معاصي الأنبياء فإنّها صغائر لم يكفر ومن قال: إنّ كلّ عمدٍ كبيرةٌ وفاعله فاسقٌ، وقال مع ذلك إنّ معاصي الأنبياء كانت عمداً فقد كفر؛ لأنّه شتمٌ، وإن قال: لم تكن معاصي الأنبياء عمداً، فليس بكفرٍ كذا في "اليتيمة".

الرّافضيّ إذا كان يسبّ الشّيخين ويلعنهما -والعياذ بالله- فهو كافرٌ، وإن كان يفضّل عليّاً كرّم الله تعالى وجهه على أبي بكرٍ رضي الله تعالى عنه لا يكون كافراً إلاّ أنّه مبتدعٌ.

والمعتزليّ مبتدعٌ إلاّ إذا قال باستحالة الرّؤية، فحينئذٍ هو كافرٌ كذا في "الخلاصة". ولو قذف عائشة رضي الله تعالى عنها بالزّنا كفر بالله، ولو قذف سائر نسوة النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم لا يكفر ويستحقّ اللّعنة، ولو قال: عمر

(١) أي: آخذ حقّي من فلان ولو كان نبيّاً.

(٢) أي: محمد كان درويشاً.

(٣) أي: كانت ملابس الرسول قذرة.

(٤) أي: وكلّ شخص هو عبد الله. بهذا الاسم وهذه الكنية.

وعثمان وعليٌّ رضي الله عنهم لم يكونوا أصحاباً لا يكفر ويستحقّ اللّعنة كذا في "خزانة الفقه". من أنكر إمامة أبي بكرٍ الصّدّيق رضي الله عنه، فهو كافرٌ، وعلى قول بعضهم هو مبتدعٌ وليس بكافرٍ والصّحيح أنّه كافرٌ، وكذلك من أنكر خلافة عمر رضي الله عنه في أصحّ الأقوال كذا في "الظّهيريّة".

ويجب إكفارهم بإكفار عثمان وعليٍّ وطلحة وزبيرٍ وعائشة رضي الله تعالى عنهم، ويجب إكفار الزّيديّة كلّهم في قولهم بانتظار نبيٍّ من العجم ينسخ دين نبيّنا وسيّدنا محمّدٍ صلّى الله عليه وسلّم كذا في "الوجيز" للكردريّ.

ويجب إكفار الرّوافض في قولهم برجعة الأموات إلى الدّنيا، وبتناسخ الأرواح وبانتقال روح الإله إلى الأئمّة وبقولهم في خروج إمام باطن وبتعطيلهم الأمر والنّهي إلى أن يخرج الإمام الباطن وبقولهم: إنّ جبريل عليه السّلام غلط في الوحي إلى محمّدٍ صلّى الله عليه وسلّم دون عليّ بن أبي طالبٍ رضي الله عنه، وهؤلاء القوم خارجون عن ملّة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدّين كذا في "الظّهيريّة".

---

[٤٥] **قوله:** (والصحيح: أنّه كافر): والصحيح أنّه ليس بكافر. ١٢

[٤٦] **قوله:** (ويجب إكفارهم بإكفار عثمان... إلخ): بل لا يكفرون. ١٢

[٤٧] **قوله:** (وبقولهم في خروج إمام باطن): هذا مجرّداً ليس بكفر كما يدلّ عليه إفرازه التعطيل كفر قطعاً. ١٢

ثُمّ رأيتُ في "الطريقة المحمدية" نقل المسألة عن "التتارخانية" ولفظه: (وبقولهم بخروج إمام باطن وتعطيلهم الأمر والنهي... إلخ)، فهذا هو الصواب، وح لا شكّ في الإكفار ولا ارتياب. ١٢

في إكراه "الأصل": إذا أُكرِهَ الرّجلُ على أنْ يشتم محمّداً صلّى الله عليه وسلّم، فهذا على ثلاثة أوجهٍ:

أحدها: أن يقول: لم يخطر ببالي شيء وإنّما شتمتُ محمّداً كما طلبوا منّي وأنا غير راضٍ بذلك، ففي هذا الوجه لا يكفر، وكان كما لو أُكرِهَ على أن يتكلّم بالكفر، فتكلّم به وقلبه مطمئنٌّ بالإيمان.

الوجه الثّاني: أن يقول: خطر ببالي رجلٌ من النّصارى اسمه محمّدٌ، فأردتُ بالشّتم ذلك النّصرانيّ، وفي هذا الوجه لا يكفر أيضاً.

الوجه الثّالث: أن يقول: خطر ببالي رجلٌ من النّصارى اسمه محمّدٌ فلم أشتم ذلك النّصرانيّ وإنّما شتمتُ محمّداً صلّى الله عليه وسلّم، وفي هذا الوجه يكفر في القضاء، وفيما بينه وبين ربّه.

ومن قال: جنّ النبيّ صلّى الله عليه وسلّم، يكفر، ومن قال: أغمي على النبيّ عليه السّلام لا يكفر كذا في "المحيط". ولو قال الرّجل: لو لم يأكل آدم الحنطة لَما صِرنا أشقياء يكفر كذا في "الخلاصة". ومن أنكر المتواتر فقد كفر، ومن أنكر المشهور يكفر عند البعض، وقال عيسى بن أبان: يُضلّل ولا يُكفّر، وهو الصّحيح. ومن أنكر خبر الواحد لا يكفر غير أنّه يأثم بترك القبول هكذا في "الظّهيريّة".

إذا تمنّى الرّجل لنبيٍّ من الأنبياء أن لا يكون نبيّاً، قالوا: إن أراد به أنّه لو لم يُبعث نبيّاً لا يكون خارجاً عن الحكمة لا يكفر، وإن أراد به الاستخفاف والعداوة كان كافراً كذا في "فتاوى قاضي خان". ولو قال: "اگر مرا پیغمبر صلی اللہ

---

[٤٨] **قوله:** (فيما بينه وبين ربّه):

وهو حقّ واضح. ١٢

عليه وسلم مردک خواند فرونگذارم[1] لا يكفر، ولو قال: بازخوانم[2] لا يكفر كذا في "الظّهيريّة" ولو قال رجلٌ مع غيره: كان رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يحبّ كذا بأن قال: مثلاً كان يحبّ القرع، فقال: ذلك الغير أنا لا أحبّه، فهذا كفرٌ، وهكذا روي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أيضاً، وبعض المتأخّرين قالوا: إذا قال ذلك على وجه الإهانة كان كُفراً، وبدونه لا يكون كفراً. رجلٌ قال مع غيره: إنّ آدم عليه السّلام نسج الكرباس پس ماہمہ جولاہہ بچگان باشیم[3] فهذا كفرٌ. رجلٌ قال لغيره: كلّما كان يأكل رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يلحس أصابعه الثّلاث، فقال ذلك الرّجل: ایں بے ادبی است[4] فهذا كفرٌ. إذا قال: چہ نغز رسمی است دہقان راکہ طعام خورند ودست نشویند[5] قال: إن كان تهاوناً بالسّنّة يكفر، ولو قال: ایں چہ رسم است سبلت بست کردن ودستار بزیر گلو آوردن"[6] فإن قال ذلك على سبيل الطّعن في سنّة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فقد كفر كذا في "المحيط".

---

[٤٩] **قوله:** (ولو قال: بازخوانم لا يكفر كذا في "الظّهيريّة"):

أقول: ولم يظهر لي وجه نجاته من الكفر؛ فإنّه قد عزم على أن يشتم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بهذا اللفظ والشتم كفر، والعزم على الكفر كفر قطعاً. الظاهر أنّ العبارة هاهنا: "يكفر" من دون "لا" ولذا فصله من الصورة الأولى. ١٢

[٥٠] **قوله:** (وبدونه لا يكون كفراً): هو الصحيح. ١٢

---

(١) أي: إن قال لي الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم: يا رجيل!، لا أسامحه.

(٢) أي: ولو قال، أردّها عليه.

(٣) أي: فحينئذ نحن أولاد النساج.

(٤) أي: هذا سوء أدب.

(٥) أي: ما أحسن عادة الفلاحين يأكلون الطعام ولا يغسلون أيديهم.

(٦) أي: ما هذه العادة تقصير الشارب وإرخاء الطيلسان تحت الرقبة.

اگر در روز عاشورا یکی را گویند کہ سرمہ کن کہ سرمہ کردن دریں روز سنت است او گوید کار زنان ومخنثان بود کافر گردد[1]. وفي "التخيير": رجلٌ تكلّم بكلامٍ فقال له آخر: دروغ میگوید اگرہمہ پیغمبر است[2] يلزمه الكفر، وكذلك لو قال: سخن وی نگروم اگرہمہ پیغمبر است[3] رجلٌ قال لآخر: گران خوی است اگرہمہ پیغمبر است[4]، أو قال: اگر مرسل است یاہمہ فرشتہ مقرب است گران جان است[5] كفر في الحال. رجلٌ أراد أن يضرب عبده فقال له رجلٌ: لا تضربه، فقال: اگر محمد مصطفیٰ گوید مزن نہلم[6]، أو قال: اگر از آسمان بانگ آید کہ مزن ہم بزنم[7] يلزمه الكفر. قال رضي الله تعالى عنه: سألت صدر الإسلام جمال الدّين عمّن قرأ حديثاً من أحاديث النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم فقال رجلٌ: ہمہ روز خلشا خواند[8] قال: إن أضاف ذلك إلى القارئ لا إلى النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم ينظر إن كان حديثاً يتعلّق بالدّين وأحكام الشّرع يكفر، وإن كان حديثاً لا يتعلّق به

---

[٥١] **قوله:** (کار زنان ومخنثان بود کافر گردد):

إن قاله مع تسليم كونه سنة، أمّا إن أراد به إنكار كونه سنة فلا. ١٢

[٥٢] **قوله:** (مزن ہم بزنم يلزمه الكفر):

والصحيح أنّه لا يكفر إلاّ أن يريد الاستخفاف. ١٢

---

(١) أي: إذا قيل لرجل في يوم عاشوراء: تكحل؛ لأنّ التكحل في هذا اليوم سنة، فقال: هذا فعل النساء والمخنّثين، يصير كافراً.

(٢) أي: يكذب ولو كان نبيّاً.

(٣) أي: لا أصدّق كلامه ولو كان نبيّاً.

(٤) أي: ثقيل الطبع ولو كان نبيّاً.

(٥) أي: هو ثقيل ولو كان مرسلاً أو ملكاً مقرباً.

(٦) أي: إن كان محمد المصطفى يقول لي: لا تضربه، لا أتركه.

(٧) أي: إن كان يأتي صوت من السماء بأن لا تضربه، أضربه أيضاً.

(٨) أي: كلّ يوم يقرأ وحلاً.

لا يكفر، وتحمل مقالته على أنّ إرادته قراءة غيره أولى. رجلٌ قال: بحرمت جوانك عربي[1] يعني: النبيّ صلّى الله عليه وسلّم يكفر. رجلٌ قال: پیغمبر وقتی بودکه پیغمبر بودووقتی بودکه نبود[2] أو قال: أنا لا أدري أنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم في القبر مؤمنٌ أم كافرٌ، يكفر. وفي "غرر المعاني": سئل عمّن قال لزوجته: "خلاف مگو"[3]، فقالت المرأة: پیغمبران خلاف گفتند[4] قال: کلمه کفراست توبه کند ونکاح تازه کند[5]، كذا في التتارخانيّة". إذا قال لغيره: رؤيتي إيّاك كرؤية ملك الموت، فهذا خطأٌ عظيمٌ وهل يكفر هذا القائل؟ فيه اختلاف المشايخ، بعضهم قالوا: يكفر، وأكثرهم على أنّه لا يكفر كذا في "المحيط". وفي "الخانيّة": وقال بعضهم: إن قال ذلك لعداوة ملك الموت يصير كافراً، وإن قال لكراهة الموت لا يصير كافراً. ولو قال: روی فلان دشمن میدارم چوں روی ملک الموت[6] أكثر المشايخ على أنّه يكفر. وفي "التّخيير": لو قال: لا أسمع شهادة فلان، وإن كان جبرائيل وميكائيل يكفر. رجلٌ عاب مَلَكاً من الملائكة كفر.

[٥٣] **قوله:** (إذ قال لغيره: رؤيتي إيّاك كرؤية ملك الموت فهذا (إلى) لا يكفر كذا في "المحيط"): وهو الحقّ. ١٢

[٥٤] **قوله:** (لا يصير كافراً): وهو واضح الصواب. ١٢

[٥٥] **قوله:** (أكثر المشايخ على أنّه يكفر): والراجح لا. ١٢

(١) أي: بحرمة الصبيّ العربيّ.

(٢) أي: للنبي وقت يصير فيه نبيّاً ووقت لا يصير.

(٣) أي: لا تقولي خلاف الواقع.

(٤) أي: الأنبياء قالت الخلاف.

(٥) أي: قال: هي كلمة كفر، فيلزمها أن تتوب وتجدد النكاح.

(٦) أي: أكره رؤية فلان مثل رؤية ملك الموت.

رجلٌ قال: أعطني ألف درهمٍ حتّى أبعث ملك الموت ليرفع روح فلانٍ ليقتله، هل يكفر هذا القائل؟ قال رضي الله عنه: قال أبو ذرٍّ: الاستخفاف بالملكِ كفرٌ. رجلٌ قال لآخر: *من فرشتہ توءم*[1] في موضع كذا أعينك على أمرك فقد قيل: إنّه لا يكفر، وكذا إذا قال مطلقاً: أنا ملكٌ بخلاف ما إذا قال: أنا نبيٌّ كذا في "التتارخانيّة".

رجلٌ تزوّج امرأة، ولم يحضر الشّهود قال: *خدا را ورسول را گواه کردم*، أو قال: *خدائے را وفرشتگان را گواه کروم*[2] كفر، ولو قال: *فرشتہ دست راست را گواه کردم وفرشتہ دست چپ را گواه کردم*[3] لا يكفر كذا في "الفصول العماديّة"[4].

ومنها ما يتعلّق بالقرآن

من قال بخلق القرآن فهو كافرٌ كذا في "الفصول العماديّة". إذا أنكر الرّجل آية من القرآن، أو تسخّر بآيةٍ من القرآن، وفي "الخزانة": أو عاب، كفر

---

[٥٦] **قوله**: (أو قال: *خدائے را وفرشتگان را گواه کروم* كفر):

والحقّ لا وقد ورد في الحديث[5]: ((اللّهم إنّي أصبحتُ أشهدك وأشهد حملة عرشك وملائكتك وجميع خلقك)). ١٢

ومنها ما يتعلّق بالقرآن

[٥٧] **قوله**: (من قال بخلق القرآن فهو كافر): والصحيح لا. ١٢

---

(١) أي: أنا ملَكُك.

(٢) أي: أشهدتُ الله والرسول أو قال: جعلتُ الله والملائكة شهوداً.

(٣) أي: جعلتُ ملك اليد اليمنى شاهداً وجعلتُ ملك اليد اليسرى شاهداً.

(٤) انظر لتفصيل هذه المسألة "المسألةَ الأولى" من "**الفتاوى المصطفوية**".

(٥) أخرجه أبو داود في "سننه"، كتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح، والترمذي في "سننه"، كتاب الدعوات، باب ما جاء في عقدة التسبيح.

كذا في "التّتارخانيّة". إذا أنكر الرّجل كون المعوّذتين من القرآن لا يكفر وقال بعض المتأخّرين: يكفر لانعقاد الإجماع بعد الصّدر الأوّل على أنّهما من القرآن

[٥٨] **قوله:** (وقال بعض المتأخرين: يكفر لانعقاد الإجماع بعد الصدر الأوّل... إلخ): وهاهنا قول ثالث وهو: أنّه إن كان عالماً لا يكفر، وإن كان جاهلاً لا خبرة له بالخلاف يكفر، قيل: وهذا هو الذي يميل القلب إليه. ١٢

أقول: ظهر بحمد الله تعالى بل أنّ الحقّ التكفير مطلقاً فإنّ كونهما من القرآن من ضروريات الدين لا شكّ ولَم ينقل عن أحد من الصدر الأوّل إنكاره إلاّ ما يحكى عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه مع إجماع الروايات المشهورة عنه على كونهما من القرآن، فالصواب بطلان النسبة إليه رضي الله تعالى عنه وعلى التنزيل، فله أجوبة ذكرت في "الإتقان"[١]، وعليك بـ"فواتح الرحموت"، ففيه ما يغني ويشبع، والحمد لله. ١٢

---

(١) وقال النووي في شرح المهذب: أجمع المسلمون على أن المعوذتين والفاتحة من القرآن، وأن من جحد منها شيئاً كفر، وما نقل عن ابن مسعود باطل ليس بصحيح. وقال ابن حزم في "كتاب القدح المعلى تتميم المحلى". هذا كذب على ابن مسعود وموضوع، وإنّما صحّ عنه قراءة عاصم عن زر عنه، وفيها المعوذتان والفاتحة. وقال ابن حجر في "شرح البخاري": قد صح عن ابن مسعود إنكار ذلك، فأخرج أحمد وابن حبان عنه أنّه كان لا يكتب المعوذتين في مصحفه. وأخرج عبد الله بن أحمد في "زيادات المسند" والطبراني وابن مردويه من طريق الأعمش عن أبي إسحاق عن عبد الرحمن بن يزيد النخعي قال: كان عبد الله بن مسعود يحك المعوذتين من مصاحفه ويقول: إنهما ليستا من كتاب الله. وأخرج البزار والطبراني من وجه آخر عنه أنه كان يحك المعوذتين من المصحف ويقول: إنما أمر النبي صلى الله عليه وسلم أن يتعوذ بهما، وكان عبد الله لا يقرأ بهما، أسانيدها صحيحة. قال البزار: ولم يتابع ابن مسعود على ذلك أحد من الصحابة، وقد صح أنه صلى الله عليه وسلم قرأهما في الصلاة. قال ابن حجر: فقول من قال إنّه كذب عليه مردود، والطعن في الروايات الصحيحة بغير مستند لا يقبل، بل الروايات صحيحة والتأويل محتمل. قال: وقد أوله القاضي وغيره على إنكار الكتابة كما سبق. قال: وهوتأويل حسن... إلخ.

والصّحيح هو الأوّل؛ لأنّ الإجماع المتأخّر لا يرفع الاختلاف المتقدّم كذا في "الظّهيريّة". إذا قرأ القرآن على ضرب الدّفّ والقصب فقد كفر. رجلٌ يقرأ القرآن فقال رجلٌ: *ایں چہ بانگ طوفان است*[1]، فهذا كفرٌ كذا في "المحيط".

ولو قال: قرأتُ القرآن كثيراً فما رفعت الجناية عنّا يكفر كذا في "الخلاصة". من قال لغيره: قل هو الله أحدٌ *رابوست باز کردی*[2]، أو قال: ألم نشرح *راگریبان گرفتہ*[3]، أو قال لمن يقرأ يس عند المريض: *یس دردہان مردہ منہ*[4]، أو قال لغيره: *ای کوتاہ تراز*[5] ﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ﴾ [الكوثر: ١]، أو قال لمن يقرأ القرآن ولا يتذكّر كلمة: ﴿وَٱلْتَفَّتِ ٱلسَّاقُ بِٱلسَّاقِ﴾ [القيامة: ٢٩]، أو ملأ قدحاً، وجاء به وقال: ﴿وَكَأْسًا دِهَاقًا﴾ [النبأ: ٣٤]، أو قال: ﴿فَكَانَتْ سَرَابًا﴾ [النبأ: ٢٠] بطريق المزاح، أو قال عند الكيل والوزن: ﴿وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾ [المطففين: ٣] بطريق المزاح، أو قال لغيره *دستار "الم نشرح" بستہ*[6]، يعني أبديت العلم، أو جمع أهل موضعٍ، وقال: ﴿فَجَمَعْنَٰهُمْ جَمْعًا﴾ [الكهف: ٩٩]، أو قال:

---

[٥٩] قوله: (*بانگ طوفان است* فهذا كفر كذا في "المحيط"):

أقول: الحقّ لا إن أراد الإنكار على القارئ أو على صوته أو قراءته لها، وإن أراد الإنكار على القرآن فواضح أنّه يكفر. ١٢

---

(١) أي: ما هذا الصوت الذي كالطوفان.

(٢) أي: قلبتُ جلد "قل هو الله أحد".

(٣) أي: تعلقت بخناق "ألم نشرح".

(٤) أي: لا تضع يس في فم الميت.

(٥) أي: يا أقصر من إنّا أعطيناك.

(٦) أي: لففتُ عمامة ألم نشرح.

﴿وَحَشَرۡنَٰهُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡهُمۡ أَحَدٗا﴾ [الكهف: ٤٧]، أو قال لغيره: كيف تقرأ والنّازعات نزعاً بنصب العين، أو برفعها وأراد به الطّنز، أو قال لرجلٍ أقرع: أشتمك فإنّ الله تعالى قال: ﴿كَلَّاۖ بَلۡۜ رَانَ﴾ [المطففين: ١٤]، أو دعا إلى الصّلاة بالجماعة فقال: أنا أصلّي وحدي إنّ الله تعالى قال: ﴿إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنۡهَىٰ﴾ [العنكبوت: ٤٥]، أو قال لغيره: تفشيله يجوز، فإنّ التّفشيل يذهب بالرّيح قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَنَٰزَعُواْ فَتَفۡشَلُواْ وَتَذۡهَبَ رِيحُكُمۡ﴾ [الأنفال: ٤٦]، كفر في هذه الصّور كلّها، إذا قال لغيره: *خانه جنان پاک کرده که چون*[1]: ﴿وَٱلسَّمَآءِ وَٱلطَّارِقِ﴾ [الطارق: ١]، قيل: يكفر، وقال الإمام أبو بكر بن إسحاق رحمه الله تعالى: إن كان القائل جاهلاً لا يكفر، وإن كان عالماً يكفر، إذا قال: ﴿قَاعٗا صَفۡصَفٗا﴾ [طه: ١٠٦] *شده است*[2]، فهذه مخاطرةٌ عظيمةٌ، وإذا قال لباقي القدر: "والباقيات الصّالحات"، فهذه مخاطرةٌ عظيمةٌ أيضاً، وإذا قال: القرآن أعجميٌّ كفر. ولو قال: في القرآن كلمةٌ عجميّةٌ ففي كفره نظر، هكذا ذكر أبو القاسم المفسّر رحمه الله تعالى كذا في "الفصول العماديّة". في "خزانة الفقه": لو قيل: لِم لا تقرأ القرآن؟ فقال: *بيزار شدم از قرآن*[3] يكفر، وفي "رسالة صدر الصّدور" و"رسالة قاضي القضاة" كمال الملّة والدّين: *اگر مردى سورتى از قرآن ياد دارد وآن سورة بسيارى خواند ديگرى گويد كه اين سورة را زبون گرفته كافر گردد*[4]. وفي "التّخيير": رجلٌ نظم القرآن بالفارسيّة يقتل؛ لأنّه كافرٌ كذا في "التّتارخانيّة".

---

(١) أي: نظفتُ البيت مثل والسماء والطارق.

(٢) أي: صار قاعاً صفصفاً.

(٣) أي: زعلت من القرآن.

(٤) أي: إن كان رجل يحفظ سورة من القرآن، ويقرأها كثيراً، فقال له آخر: ضعفت هذه السورة، يصير كافراً.

ومنها ما يتعلّق بالصّلاة والصّوم والزّكاة

لو قال لمريضٍ: صلِّ، فقال: والله! لا أصلّي أبداً، ولم يصلِّ حتّى مات يكفر، وقول الرّجل: لا أصلّي يحتمل أربعة أوجهٍ: **أحدها**: لا أصلّي لأنّي صلّيتُ، **والثّاني**: لا أصلّي بأمرك، فقد أمرني بها من هو خيرٌ منك، **والثّالث**: لا أصلّي فسقاً مجانة، فهذه الثّلاثة ليست بكفرٍ. **والرّابع**: لا أصلّي؛ إذ ليس يجب عليّ الصّلاة، ولم أؤمر بها يكفر، ولو أطلق وقال: لا أصلّي لا يكفر لاحتمال هذه الوجوه، إذا قيل له: صلِّ، فقال: **قلتبان بود كه نماز كند وكار بر خويشتن دراز كند**[1]، أو قال: **ديراست كه بيكار نكرده ام**[2]، أو قال: **كه تواند كه اين كار بسر برد**[3]، أو قال: **خردمند دركاري نبايد كه بسر نتواند برد**[4]، أو قال: **مردمان از بهر ما ميكنند**[5]، أو قال: **نماز ميكنم چيزي بر سر نمي آيد**[6]، أو قال: **تو نماز كردي چه بر سر آوردي**[7]، أو قال: **نماز كرا كنم مادر وپدر من مرده اند**[8]، أو قال: **نماز كرده ونا كرده يكي است**[9]، أو قال: **چندان نماز كردم مرا دل بگرفت**[10]، أو قال: **نماز چيزي نيست كه اگر بماند كنده شود**[11]، فهذا كلّه كفرٌ كذا في

---

(١) أي: الذي يصلّي ويطيل الشغل على نفسه يصير معرّساً.

(٢) أي: لي مدة لم احل عن الشغل.

(٣) أي: من يقدر على ان يفي بهذا الامر.

(٤) أي: لا يليق بالعاقل ان يكون في عمل لا يمكنه إتمامه.

(٥) أي: الناس يصلون لأجلنا.

(٦) أي: أصلّي وما تحصل نتيجة .

(٧) أي: أنت صليت فما الذي نتج لك.

(٨) أي: أصلّي لمن أبي وأمي ماتا.

(٩) أي: الصلاة وعدم الصلاة سواء.

(١٠) أي: صليت حتى ملّ قلبي

(١١) أي: ليست الصلاة شيئاً إذا تركت تتعفن.

"خزانة المفتين". اگر يکی را گويند بيا تا نماز کنيم برای آن حاجت بس او گويد من بسيار نماز کردم ہيچ حاجت من روا نشد وآن بروجہ استخفاف وطنز گويد کافر گردد[1] كذا في "التتارخانيّة". ولو قال فاسقٌ للمصلّين: بيا بيد مسلمانی بہ بينيد[2]، ويشير إلى مجلس الفسق يكفر، إذا قال: خوش کاريست بی نمازی[3]، فهو كفرٌ، وكذا إذا قال رجلٌ: صلّ حتّى تجد حلاوة الطّاعة، أو قال بالفارسيّة: نماز کن تا حلاوت نماز کردن بيابی[4]، فقال له ذلك الرّجل: تو مکن تا حلاوت بی نمازی بہ بينی[5] يكفر، وإذا قيل لعبدٍ: صلّ، فقال: لا أصلّي؛ فإنّ الثّواب يكون للمولى يكفر، إذا قيل لرجلٍ: صلّ، فقال: إنّ الله نقص من مالي، فأنا أنقص من حقّه فهو كفرٌ.

رجلٌ يصلّي في رمضان لا غير ويقول: اين خود بسيار است[6]، أو يقول: زياده می آيد[7]؛ لأنّ كلّ صلاة في رمضان تساوي سبعين صلاة يكفر، إذا صلّى إلى غير القبلة متعمّداً، فوافق ذلك القبلة قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى: هو كافرٌ، وبه أخذ الفقيه أبو اللّيث رحمه الله تعالى، وكذا إذا صلّى بغير طهارةٍ، أو صلّى مع الثّوب النّجس، ولو صلّى بغير وضوءٍ متعمّداً يكفر، قال الصّدر الشّهيد رحمه الله تعالى: وبه نأخذ، وفي "كتاب التّحرّي": إذا تحرّى، ووقع تحرّيه على جهةٍ، فترك تلك الجهة، وصلّى إلى جهةٍ أخرى، روي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى

---

(١) أي: إذا قيل لرجل: تعال نصلّ من أجل تلك الحاجة، فقال لهم: أنا صليت كثيراً فلم تنتظم لي حاجة أبداً، وقال هذا على وجه الطنز والاستخفاف يصير كافراً.

(٢) أي: تعالوا وانظروا الإسلامية.

(٣) أي: عدم الصلاة شغل طيب.

(٤) أي: عين ما قبلها.

(٥) أي: لا تصل أنت حتى تجد حلاوة عدم الصلاة.

(٦) أي: هذا كثير.

(٧) أي: هذا زيادة.

أنّه قال: أخشى عليه الكفر لإعراضه عن القبلة، واختلف المشايخ رحمهم الله تعالى في كفره، قال شمس الأئمّة الحلوانيّ: الأظهر أنّه إذا صلّى إلى غير القبلة على وجه الاستهزاء والاستخفاف يصير كافراً، ولو ابتلي إنسانٌ بذلك لضرورةٍ بأن كان يصلّي مع قومٍ، فأحدث، واستحيا أن يظهر وكتم ذلك وصلّى هكذا، أو كان بقربٍ من العدوّ فقام وصلّى، وهو غير طاهرٍ. قال بعض مشايخنا رحمهم الله تعالى: لا يصير كافراً إلاّ أنّه غير مستهزئٍ، ومن ابتلي بذلك لضرورةٍ، أو لحياءٍ ينبغي أن لا يقصد بالقيام قيام الصّلاة، ولا يقرأ شيئاً، إذا حنى ظهره لا يقصد الرّكوع ولا يسبّح حتّى لا يصير كافراً بالإجماع، وإذا صلّى على ثوبٍ نجسٍ قال بعضهم: لا يصير كافراً، ولو اقتدى بصبيٍّ أو مجنونٍ، أو امرأةٍ، أو جنبٍ، أو محدث وصلّى الوقتيّة، وعليه فائتةٌ، وهو ذاكرها لا يصير كافراً في قولهم جميعاً كذا في "المحيط".

قال: الصّلاة فريضةٌ لكن ركوعها وسجودها لا، لا يكفر؛ لأنّه يؤوّل، وإن أنكر فرضيّة الرّكوع والسّجود مطلقاً يكفر حتّى إذا أنكر فرضيّة السّجدة الثّانية يكفر أيضاً لردّه الإجماع والتّواتر، ولو قال: اگر کعبہ قبلہ نبودی وبیت المقدس قبلہ بودی من نماز بکعبہ کردمی وبہ بیت المقدس نکردمی[1]، وفي "تجنيس الملتقط": ولو قال: اگر فلان قبلہ گردد روی سوی او نکنم[2]، أو قال: اگر فلان ناحیہ کعبہ گردد روی سوی او نکنم[3]. وفي "التّخيير": رجلٌ قال: قبلہ دواست[4]، يعني: الكعبة وبيت المقدس كفر، كذا في

---

(١) أي: إن لم تكن الكعبة وكان بيت المقدس هو القبلة كنت أصلي على الكعبة ولا أصلي على بيت المقدس.

(٢) أي: إن كان فلان يصير قبلة لا أوجه وجهي نحوه.

(٣) أي: إن كان فلان يصير ناحية الكعبة لا أوجه وجهي نحوه.

(٤) أي: القبلة اثنان.

"الينابيع". قال إبراهيم بن يوسف: لو صلّى رياء فلا أجر له، وعليه الوزر وقال بعضهم: يكفر، وقال بعضهم: لا أجر له ولا وزر، وهو كأن لم يصلّ، وفي "مصباح الدّين": سئل أبو حفصٍ الكبير عن رجلٍ أتى المشركين، وقد ترك صلاة، أو صلاتين فإن كان تعظيماً لهم كفر، وليس عليه قضاء الصّلاة، وإن أتى بفسقٍ لم يكفر، وقضى ما ترك، وفي "اليتيمة": سئل عمّن أسلم، وهو في دارنا، ثمّ بعد شهرٍ سئل عن الصّلوات الخمس، فقال: لا أعلم أنّها فرضت عليّ، قال: كفر إلاّ أن يكون في حدثان ما أسلم كذا في "التّتارخانيّة".

رجلٌ قال للمؤذّن حين أذّن: كذبتَ يصير كافراً كذا في "فتاوى قاضي خان". في "التّخيير" مؤذّنٌ أذّن فقال رجلٌ: *اين بانگ غوغاست*[1] يكفر إن قال على وجه الإنكار. وفي "الفصول": ولو سمع الأذان، فقال: هذا صوت الجرس، يكفر كذا في "التّتارخانيّة". إذا قيل لرجلٍ: أدّ الزّكاة، فقال: لا أؤدّي، يكفر قيل: مطلقاً، وقيل: في الأموال الباطنة لا يكفر، وفي الأموال الظّاهرة يكفر، وينبغي أن يكون فصل الزّكاة على الأقاويل التي مرّت في الصّلاة كذا في "الفصول العماديّة". ولو قال: ليت صوم رمضان لم يكن فرضاً، فقد اختلف المشايخ في كفره، والصّواب: ما نقل عن الشّيخ الإمام أبي بكرٍ محمّد بن الفضل رحمه الله تعالى: إنّ هذا على نيّته إن نوى أنّه قال ذلك من أجل أن لا يمكنه أداء حقوقه لا يكفر، ولو قال عند مجيء شهر رمضان: *آمد آن ماه گر*[2]، إن قال: جاء الضّيف الثّقيل يكفر، إذا قال عند دخول رجب: *بعقابها اندرافتاديم*[3] إن قال ذلك تهاوناً بالشّهور المفضّلة يكفر، وإن أراد به التّعب لنفسه لا يكفر، وينبغي

---

(١) أي: هذا صوت غوغا.

(٢) أي: جاء ذلك الشهر الثقيل.

(٣) أي: وقعنا في العقوبات.

أن يكون الجواب في المسألة الأولى على هذا الوجه. رجلٌ قال: روزه ماه رمضان زود بگراید[1] فقد قيل: إنّه يكفر، وقال الحاكم عبد الرّحمن: لا يكفر، ولو قال: چنداز ين روزه که مرادل بگرفت[2] فهذا كفرٌ، ولو قال: هذه الطّاعات جعلها الله عذاباً علينا إن تأوّل ذلك لا يكفر، وكذا لو قال: لو لم يفرض الله هذه الطّاعات كان خيراً لنا لا يكفر إن تأوّل ذلك كذا في "المحيط". اگر گويد مرا نماز نمى سازد يا حلال نمى سازد يا نماز از بهرچه کنم که زن ندارم وبچه ندارم يا گويد نماز را بر طاق نهادم[3]، يكفر في جميع هذه الصّور كذا في "خزانة المفتين".

ومنها ما يتعلّق بالعلم والعلماء

في "النّصاب" من أبغض عالماً من غير سببٍ ظاهرٍ خيف عليه الكفر، إذا قال لرجلٍ مصلحٍ: ديداروى نزد من چنان است که ديدار خوک[4] يخاف عليه الكفر كذا في "الخلاصة". ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً، أو فقيهاً من غير سببٍ، ويكفر بقوله لعالمٍ: ذكر الحمار في است علمك يريد علم الدّين كذا في "البحر الرّائق". جاهلٌ قال: آنها که علم مى اموزند داستانهااست که مى اموزند[5]، أو قال: باداست انچه ميگويند[6]، أو قال: تزوير است، أو قال: من علم حيله را منكرم[7] هذا كلّه كفرٌ كذا في "المحيط". رجلٌ يجلس على مكان مرتفعٍ، ويسألون منه مسائل بطريق

(١) أي: صيام شهر رمضان يهجم سريعاً.

(٢) أي: كم من هذا الصيام الذي مللت منه.

(٣) أي: الحلال لا يصلح لي أو أصلي لأيّ شيء حيث لم يكن لي امراة ولا ولد أو قال: وضعت الصلاة على الرفّ.

(٤) أي: رؤيته عندي مثل رؤية الخنزير.

(٥) أي: العلوم التي يتعلمونها هي حكايات.

(٦) أي: ذلك الشيء الذي يقولونه: هواء، أو قال: تزويراً.

(٧) أي: أنا منكر لعلم الحيلة.

الاستهزاء، ثمّ يضربونه بالوسائد، وهم يضحكون يكفرون جميعاً، وكذا لو لم يجلس على المكان المرتفع. رجلٌ رجع عن مجلس العلم فقال له رجلٌ آخر: *از كنشت آمدی*[1] يكفر وكذا لو قال: *مرا با مجلس علم چكار*[2]، أو قال: من يقدر على أداء ما يقولون؟ يكفر كذا في "الخلاصة". *اگر گوید علم را در کاسه ودر کیسه نتوان کرد یا گوید علم اچه کنم مراسیم باید بجیب اندر*[3] يكفر هكذا في "العتّابيّة". ولو قال: *مرا چندان مشغولی زن وفرزند هست که بمجلس علم نمی رسم*[4] فهذا مخاطرةٌ عظيمةٌ إن أراد به التّهاون بالعلم.

وفي "مجموع النّوازل": وإذا قال لعالمٍ: *شو علم را بکاسه اندر فگن*[5] يكفر، وإذا كان الفقيه يذكر شيئاً من العلم، أو يروي حديثاً صحيحاً، فقال آخر: *ایں هیچ نیست درده*[6]، أو قال: *ایں سخن بچه کار آید درم باید که امروز حشمت مردم راست علم کرا بکار آید*[7]، فهذا كفرٌ. إذا قال: *فساد کردن به از دانشمندی کردن*[8]، فهذا كفرٌ. امرأةٌ قالت: *لعنت بر شوی دانشمند باد*[9] تكفر. رجلٌ قال: *فعل دانشمندان همانست وفعل کافران همان*[10] يكفر، قيل: هذا إذا أريد به جميع الأفعال، فيكون تسوية بين الحقّ والباطل، وإذا خاصم فقيهاً في حادثة وبيّن الفقيه له وجهاً شرعيّاً، فقال ذلك

---

(١) أي: جئتُ من الكنيسة.

(٢) أي: أيّ شغل لي في مجلس العلم.

(٣) أي: لا يمكن وضع العلم في الإناء ولا في الكيس، أو قال: ما أصنع بالعلم اللازم لي دراهم في جيبي

(٤) أي: عندي من مشغولية المرأة والولد ما يمنعي من الذهاب إلى مجلس العلم.

(٥) أي: اذهب واطرح علمك في إناء.

(٦) أي: ليس هذا موجوداً في القرية.

(٧) أي: أو قال: ينفع لأيّ شيء هذا الكلام اللازم الدراهم التي هي اليوم حشمة الناس والعلم ينع من.

(٨) أي: الفساد أحسن من العالمية.

(٩) أي: على الزوج العالم اللعنة.

(١٠) أي: فعل العلماء مثل فعل الكفار.

المخاصم: ایں دانشمندی مکن که پیش نرود[1] يخاف عليه الكفر. إذا قال لفقيه: ای دانشمندک، أو قال: ای علویک[2] لا يكفر إن لم يكن قصده الاستخفاف بالدّين. حكي: أنّ فقيهاً وضع كتاباً في دكّان رجلٍ، وذهب، ثم مرّ على ذلك الدكّان فقال له صاحب الدكّان: دستره فراموش کردی[3]، فقال الفقيه: مر بدکان تو کتاب است دستره نی[4]، فقال صاحب الدكّان: درود گر به دستره چوب می برد وشما بکتاب حلق مردمان[5] فشكا الفقيه في ذلك إلى الشّيخ الإمام أبي بكرٍ محمّد بن الفضل فأمر بقتل ذلك الرّجل كذا في "المحيط".

سئل عبد الكريم وأبو عليٍّ السّغديّ عمّن كان يغيظ امرأته ويدعوها إلى طاعة الله وينهاها عن معصيته فقالت: من خدای چه دانم وعلم چه دانم خویشتن را بدوزخ نهاده ام[6] فقالا: كفرت، كذا في "الفصول العماديّة". رجلٌ قيل له: طلاّب العلم يمشون على أجنحة الملائكة، فقال: ایں باری دروغ است[7] كفر. رجلٌ قال: قیاس إبي حنيفة رحمه الله تعالى حق نيست[8]، يكفر كذا في "التتارخانيّة". رجلٌ قال: قصعةٌ من ثريدٍ خيرٌ من العلم، كفر ولو قال: خيرٌ من الله، لا يكفر كذا في "الفصول العماديّة".

---

(١) أي: لا تفعل هذه العالمية فإنّها لا تنفع.

(٢) أي: يا عليوي.

(٣) أي: نسيتُ المنجل.

(٤) أي: فقال الفقيه: لي في دكانك كتاب لا منجل.

(٥) أي: الحصّاد يقطع الحشيش بالمنجل وأنتم تقطعون حلوق الناس بالكتاب.

(٦) أي: من أين أعرف الله ومن أين أعرف العلم وضعتُ نفسي في النار.

(٧) أي: هذا كذب.

(٨) أي: قياس أبي حنيفة رحمه الله تعالى ليس بحق.

رجلٌ قال لخصمه: اذهب معي إلى الشّرع، أو قال بالفارسيّة: بامن بشرع رو[1] وقال خصمه: پياده بيارتا بروم بي جبر نروم[2] يكفر؛ لأنّه عاند الشّرع، ولو قال: بامن بقاضي رو[3]، وباقي المسألة بحالها لا يكفر، ولو قال: بامن شريعت واين حيلها سود ندارد[4]، أو قال: پيش نرود[5]، أو قال: مرا دبوس هست شريعت چكنم[6]، فهذا كلّه كفرٌ ولو قال: آن وقت كه سيم ستدى شريعت وقاضى كجا بود[7]، يكفر أيضاً، ومن المتأخّرين من قال: إن عنى به قاضي البلدة لا يكفر، وإذا قال الرّجل لغيره: حكم الشّرع في هذه الحادثة كذا، فقال ذلك الغير: من برسم كار ميكنم نه بشرع[8] يكفر عند بعض المشايخ رحمهم الله تعالى. وفي "مجموع النّوازل": قال رجلٌ لامرأته: ما تقولين أيش حكم الشّرع فتحشّت حشاء عالياً؟ فقالت: اينك شرع را[9] فقد كفرت وبانت من زوجها كذا في "المحيط". رجلٌ عرض عليه خصمه فتوى الأئمّة، فردّها، وقال: چه بار نامه فتوى آورده[10]، قيل: يكفر؛ لأنّه ردّ حكم الشّرع، وكذا لو لم يقل شيئاً لكن ألقى الفتوى على الأرض، وقال: اين چه شرع است[11]

---

(١) أي: هات لي رسول الشرع لأذهب لا أذهب بلا جبر.

(٢) أي: اذهب معي إلى الشرع.

(٣) أي: اذهب معي للقاضي.

(٤) أي: لا تنفع الشريعة ولا هذه الحيل معي.

(٥) أي: أو قال: لا تتمّ.

(٦) أي: أو قال: ما أصنع بالشريعة أنا عندي دبوس.

(٧) أي: أين كانت الشريعة والقاضي لما أخذتُ الدراهم.

(٨) أي: أنا أفعل بالرسم لا بالشرع.

(٩) أي: هاك للشرع.

(١٠) أي: ما هذا الفرمان الفتوى التي أتيت بها.

(١١) أي: ما هذا الشرع.

كفر. رجلٌ استفتى عالماً في طلاق امرأته، فأفتاه بالوقوع، فقال المستفتي: من طلاق ملاق چہ دانم مادر بچگان باید کہ بخانہ من بود[1] أفتى القاضي الإمام عليٌّ السغديّ بكفره كذا في "الفصول العماديّة". إذا جاء أحد الخصمين إلى صاحبه بفتوى الأئمّة فقال صاحبه: ليس كما أفتوه، أو قال: لا نعمل بهذا كان عليه التّعزير كذا في "الذّخيرة".

ومنها ما يتعلّق بالحلال والحرام وكلام الفسقة والفجّار وغير ذلك

من اعتقد الحرام حلالاً، أو على القلب يكفر، أمّا لو قال لحرامٍ: هذا حلالٌ لترويج السّلعة، أو بحكم الجهل لا يكون كفراً، وفي "الاعتقاد": هذا إذا كان حراماً لعينه، وهو يعتقده حلالاً حتّى يكون كفراً، أمّا إذا كان حراماً لغيره، فلا، وفيما إذا كان حراماً لعينه إنّما يكفر إذا كانت الحرمة ثابتة بدليلٍ مقطوعٍ به، أمّا إذا كانت بأخبار الآحاد، فلا يكفر كذا في "الخلاصة".

قيل لرجلٍ: حلالٌ واحدٌ أحبّ إليك أم حرامان؟ قال: أيّهما أسرع وصولاً، يخاف عليه الكفر وكذلك إذا قال: مال باید خواہ حلال خواہ حرام[2] ولو قال: تا حرام یابم گرد حلال نگردم[3] لا يكفر، ولو تصدّق على فقيرٍ بشيءٍ من مال الحرام يرجو الثّواب يكفر، ولو علم الفقير بذلك فدعا له، وأمّن المعطي فقد كفرا. قيل: لرجلٍ كلّ من الحلال، فقال ذلك الرّجل: الحرام أحبّ إليّ يكفر، ولو قال مجيباً له: درین جہان یک حلال خوار بیار تا اورا سجدہ کنم[4] يكفر. قال لغيره: كل الحلال

(١) أي: أنا لا أعرف طلاق وملاق أنا يلزم لي أمّ أولاد تكون لي في البيت.

(٢) أي: اللازم لي مال سواء كان حلالاً أو حراماً.

(٣) أي: ولو قال: ما دمتُ واجد الحرام لا أحوم حول الحلال.

(٤) أي: هات لي في هذه الدنيا رجلاً يأكل من الحلال لأسجد له.

فقال: مرا حرام شايد[1] يكفر كذا في "المحيط". ولدّ فاسقٌ شرب الخمر، فجاء أقاربه ونثروا الدّراهم عليه كفروا ولو لم ينثروا لكن قالوا: مبارك باد[2] كفروا أيضاً، ولو قال: حرمة الخمر لم تثبت بالقرآن، يكفر. رجلٌ قال: تبت ومع ذلك تشرب الخمر لماذا لا تتوب؟ قال: كسى از شير مادر شكيبد[3] لا يكفر؛ لأنّ هذا استفهامٌ، أو تسويةٌ بين الخمر واللّبن في الحبّ، وفي كتاب الحيض للإمام السّرخسيّ: لو استحلّ وطء امرأته الحائض يكفر، وكذا لو استحلّ اللّواطة من امرأته وفي "النّوادر": عن محمّدٍ رحمه الله تعالى: لا يكفر في المسألتين هو الصّحيح. رجلٌ شرب الخمر فقال: شادى مرآنراست كه بشادى ماشاداست وكم وكاست مرآنرا كه بشادى ماشاد نيست[4] يكون كفراً كذا في "فتاوى قاضي خان". وإذا شرع في الفساد، وقال لأصحابه: بيائيد تاكى خوش بزيم[5] يكفر، وكذا لو اشتغل بالشّرب، وقال: مسلمانى آشكارا ميكنم، أو قال: مسلمانى آشكار شد[6] يكفر. قال واحدٌ من الفسقة: اگر آزين خمر اپاره بريزد جبريل عليه السلام بپر خويش بردارد ش[7] يكفر. قيل لفاسقٍ: إنّك تصبح كلّ يومٍ تؤذي الله، وخلق الله قال: خوش مى آرم[8] يكفر قال: للمعاصي: اين نيز راهى است ومذهبى[9] يكفر كذا في "المحيط"، وفي "تجنيس النّاطفيّ": والأصحّ أنّه

---

(١) أي: يصلح لي الحرام.

(٢) أي: مبارك له.

(٣) أي: هل يصبر الإنسان عن لبن الأمّ.

(٤) أي: الفرح لمن يفرح لفرحنا والخيبة والنقصان لمن ليس يفرح لفرحنا.

(٥) أي: تعالوا لنعيش عيشاً طيباً.

(٦) أي: أظهر الإسلامية، أو قال: ظهرتُ الإسلامية.

(٧) أي: إن وقعت قطرة من هذا الخمر فجبريل عليه السلام يرفعها بجناحه.

(٨) أي: أفعل طيباً.

(٩) أي: هذا أيضاً طريق ومذهب.

لا يكفر كذا في "التّتارخانيّة". رجلٌ ارتكب شيئاً من الصّغائر، فقيل له: تُب إلى الله، فقال: *من چه كرده ام تا توبه بايد كرد*[١] يكفر كذا في "المحيط".

من أكل طعاماً حراماً، وقال عند الأكل: بسم الله، حكى الإمام المعروف بمشتمليٌّ: أنّه يكفر، ولو قال عند الفراغ: الحمد لله، قال بعض المتأخّرين: لا يكفر، *واتفاق است اگر قدح بگيرد وبسم الله گويد وبخورد كافر گردد وهمچنين بوقت مباشرت زنا يا بوقت قمار كعبتين بگيرد وبگويد بسم الله كافر شود*[٢] كذا في "الفصول العماديّة". ولو أنّ رجلين تشاجرا فقال أحدهما: لا حول ولا قوّة إلاّ بالله، فقال: *لا حول بكار نيست*[٣]، أو قال: *لا حول را چكنم*[٤]، أو قال: لا حول لا يغني من جوعٍ، أو قال: *لا حول را بكاسه اندر ثريد نتوان كرد*[٥]، أو قال: *بجاى نان سود ندارد*[٦] كفر في هذه الوجوه كلّها كذا في "الظّهيريّة".

وكذلك إذا قال عند التّسبيح والتّهليل، وكذلك إذا قال: سبحان الله، فقال الآخر: *سبحان الله را تو آب بروى*، أو قال: *پوست باز كردى*[٧] فهذا كفرٌ. إذا قال لآخر: قل لا إله إلاّ الله، فقال: لا أقول، فقال بعضَ المشايخ: هو كفرٌ، وقال بعضهم: إن عنى به "أنّي لا أقول بأمرك" لا يكفر وقال بعضهم: بكفره مطلقاً،

---

(١) أي: ما الذي فعلته حتى تلزمني التوبة.

(٢) أي: والتفاق على أنّه إن أمسك القدح وقال: بسم الله، وشربه يصير كافراً، وهكذا إن بسمل وقت مباشرة الزنا، أو حال لعب القمار عند إمساك الكعبتين، فإنّه يصير كافراً.

(٣) أي: لا تنفع "لا حول".

(٤) أي: أو قال: ما أصنع بلا حول.

(٥) أي: لا يمكن جعل لا حول ثريداً في القصعة.

(٦) أي: أو قال: لا حول لا تنفع في محلّ الخبز.

(٧) أي: أذهبت حسن سبحان الله، أو قال: قلبت جلدها.

ولو قال: بگفتن این کلمہ چہ بر سر آوردی تا من گویم[1] يكفر. رجلٌ عطس مرّاتٍ فقال له رجلٌ: بحضرته يرحمك الله مرّة بعد مرّة، فعطس مرّة أخرى، فقال له ذلك الرّجل: بجان آمدم ازین یرحمک الله گفتن[2]، أو قال: دلتنگ شدمارا[3]، أو قال: ملول شديم[4]، فقد قيل: لا يكفر في الجواب الصّحيح كذا في "المحيط". سلطانٌ عطس، فقال آخر: يرحمك الله فقال له الآخر: لا تقل للسّلطان هكذا يكفر هذا القائل كذا في "الفصول العماديّة".

ومنها ما يتعلّق بيوم القيامة وما فيها

من أنكر القيامة، أو الجنّة أو النّار، أو الميزان أو الصّراط، أو الصّحائف المكتوبة فيها أعمال العباد يكفر، ولو أنكر البعث فكذلك، ولو أنكر بعث رجلٍ بعينه لا يكفر، كذا ذكر الشّيخ الإمام الزّاهد أبو إسحاق الكلاباذي رحمه الله تعالى كذا في "الظهيريّة". عن ابن سلامٍ رحمه الله تعالى في من يقول: لا أعلم أنّ اليهود والنّصارى إذا بُعثوا هل يعذّبون بالنّار؟ أفتى جميع مشايخنا ومشايخ بلخٍ: بأنّه يكفر كذا في "العتابيّة". يكفر بإنكار رؤية الله تعالى عزّ وجلّ بعد دخول الجنّة وبإنكار عذاب القبر وبإنكار حشر بَني آدم لا غيرهم،

ومنها ما يتعلّق بيوم القيامة وما فيها

[٦٠] قوله: ولو أنكر بعث رجل بعينه لا يكفر:

أقول: قد عُلمَ ضرورةً من الدين أنّ الأوّلين والآخرين مجموعون إلى يوم القيامة ﴿وَحَشَرْنَٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا﴾ [الكهف: ٤٧]، فلا شكّ في كفره. ١٢

---

(١) أي: ما الذي فعلته بذكر هذه الكلمة حتى أقولها.

(٢) أي: زهقت من قول يرحمك الله هذه.

(٣) أي: أو قال: حصل لنبا ضيق صدر.

(٤) أي: أو قال: ملّلنا.

ولا بقوله: إنّ المثاب والمعاقب الرّوح فقط، كذا في "البحر الرّائق". رجلٌ قال لآخر: گناه مکن جہان دیگر ہست فقال: ازان جہان کہ خبر داد[1] كفر. رجلٌ له دينٌ على آخر، فقال: اگر ندہی قیامت رابستانم[2]، فقال: قیامت برمی تابد[3]، إن قال تهاوناً بيوم القيامة كفر. رجلٌ ظلم على رجلٍ، فقال المظلوم: آخر قیامت ہست[4]، فقال الظّالم: فلان خربقیامت اندر[5]، يكفر كذا في "التّتارخانيّة". رجلٌ قال لمديونه: أعط دراهمي في الدّنيا، فإنّه لا دراهم في القيامة فقال: ده دیگری بمن ده وبانجہان باز خواه أو بازدہم[6] يكفر هكذا أجاب الفضليّ وكثيرٌ من أصحابنا رحمهم الله تعالى، وهو الأصحّ ولو قال: مرابامحشرچہ کار[7]، أو قال: لا أخاف القيامة يكفر كذا في "الخلاصة". إذا قال لخصمه آخذ منك حقّي في المحشر، فقال خصمه: تودران انبوہی مراکجایابی[8] فقد اختلف المشايخ في كفره وذكر في فتاوى أبي اللّيث أنّه لا يكفر كذا في "المحيط".

[٦١] **قوله:** (ولا بقوله: إنّ المثاب والمعاقب الروح فقط):

أقول: بل يكفر قطعاً؛ لإنكاره المتواترات القاطعة. ١٢

---

(١) أي: لا تذنب فإنّ هناك داراً أخرى، فقال: من أخبر عن تلك الدار.

(٢) أي: إن لم تعطه آخذه في القيامة.

(٣) أي: فقال: القيامة هاهي تلمع.

(٤) أي: القيامة موجودة.

(٥) أي: فقال الظالم: فلان الحمار في القيامة.

(٦) أي: أعطني عشرة أخرى واطلبها في تلك الدنيا أو أردّها عليك.

(٧) أي: ما لي أنا وللمحشر.

(٨) أي: من أين تجدني في لك الجمعية.

ولو قال: ہمہ نیکوئی بدین جہاں باید بدان جہاں ہرچہ خواہی باش[(١)]، يكفر كذا في "الفصول العمادية". قال رجلٌ لزاهد: بنشین تاز بہشت ازان سو نیفتی[(٢)] قال أكثر أهل العلم: إنّه يكفر، قيل لرجلٍ: اترك الدّنيا لأجل الآخرة، قال: أنا لا أترك النّقد بالنّسيئة قال: يكفر. في نسخة الحجواني قال: ہرکہ باینجہاں بی خرد بود بانجہاں چوں کیسہ دریدہ بود[(٣)] قال الشّيخ الإمام أبو بكرٍ محمّد بن الفضل رحمه الله تعالى: هذا طنزٌ وهزؤٌ بأمر الآخرة، فيوجب كفر القائل كذا في "المحيط". لو قال: باتو در دوزخ روم لیکن اندر نیایم[(٤)] كفر كذا في "الخلاصة". اگر گوید در قیامت تا چیزی بر رضوان نبری در بہشت نگشاید کافر گردد[(٥)] كذا في "العتّابيّة". رجلٌ قال للآمر بالمعروف: چہ غوغا آمد[(٦)] إن قال: ذلك على وجه الردّ والإنكار يخاف عليه الكفر. رجلٌ قال لآخر: بخانہ فلان رو وا ورا امر معروف کن[(٧)]، فقال ذلك الرّجل: وجہ مرا او چہ کردہ است[(٨)]، أو قال: مرا از وجہ آزاراست[(٩)]، أو قال: من عافیت گزیدہ ام مرا بایں فضولی چہ کار[(١٠)] فهذه الألفاظ كلّها كفرٌ كذا في "الفصول العماديّة". إذا قال: فلان را مصیبت رسید[(١١)]،

---

(١) أي: كلّ الطيبات تلزم في هذه الدنيا وفي تلك الدنيا كن كيف شئت.

(٢) أي: اقعد لئلا تقع في الناحية الثانية من الجنة.

(٣) أي: كلّ من كان في هذه الدنيا عديم العقل فهو في تلك الدنيا كمن مزق كيسه.

(٤) أي: أذهب معك إلى النار لكن لا أدخلها.

(٥) أي: إذا قال: إن لم ترسل في القيامة لرضوان شيئاً لا يفتح لك باب الجنّة يصير كافراً.

(٦) أي: ما هذه الغوغاء.

(٧) أي: اذهب إلى دار فلان ومُره بالمعروف.

(٨) أي: ما الذي فعله معي

(٩) أي: أو قال: ما الأذية التي حصلت لي منه.

(١٠) أي: أو قال: أنا اخترت العافية ما لي وهذا الفضول.

(١١) أي: أصابت فلاناً مصيبة.

أو قال للمعزّى: بزرگ مصیبتی رسید ترا[١] فبعض مشايخ بلخٍ رحمهم الله تعالى قالوا: يكفر القائل، وبعض المشايخ قالوا: إنّه ليس بكفرٍ لكنّه خطأٌ عظيمٌ وبعضهم قالوا: ليس بكفرٍ ولا خطإٍ وإليه مال الحاكم عبد الرّحمن والقاضي الإمام أبو عليٍّ النّسفيّ، وعليه الفتوى.

ولو قال للمعزّى: ہرچہ از جان وی بکاسب بر جان تو زیادت باد[٢] يخشى القائل الكفر، أو قال: زیادت کناد[٣]، فهذا خطأٌ وجهلٌ وكذلك: از جان فلاں بکاست وبجان تو پیوست[٤]، ولو قال: وی مرد وجاں بتو سپرد[٥] يكفر. رجلٌ برئ من مرضه، فقال رجلٌ آخر: فلان خر باز فرستاد فهذا كفرٌ، إذا مرض الرّجل واشتدّ مرضه ودام، فقال المريض: إن شئت توفّني مسلماً، وإن شئت توفّني كافراً يصير كافراً بالله مرتدّاً عن دينه، وكذا الرّجل إذا ابتلي بمصيباتٍ متنوّعةٍ، فقال: أخذتَ مالي وأخذتَ ولدي وأخذتَ كذا وكذا، فماذا تفعل، وماذا بقي لم تفعله وما أشبه هذا من الألفاظ، فقد كفر كذا في "المحيط".

ومنها ما يتعلّق بتلقين الكفر والأمر بالارتداد وتعليمه والتشبّه بالكفّار وغيره من الإقرار صريحا وكناية

إذا لقّن الرّجل رجلاً كلمة الكفر، فإنّه يصير كافراً، وإن كان على وجه اللّعب وكذا إذا أمر رجلٌ امرأة الغير أن ترتدّ وتبين من زوجها يصير هو كافراً هكذا روي عن أبي يوسف، وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: أنّ من أمر

---

(١) أي: أصابتك مصيبة عظيمة.

(٢) أي: كلّ ما نقص من عمره يكون زيادة في أجلك.

(٣) أي: أو قال: زاد بصيغة الدعاء.

(٤) أي: نقص من عمر فلان واتصل بأجلك.

(٥) أي: مات وترك الروح لك.

رجلاً أن يكفر كان الآمر كافراً كفر المأمور أو لم يكفر. قال أبو اللّيث: إذا علّم الرّجل رجلاً كلمة الكفر يصير كافراً إذا علّمه، وأمره بالارتداد، وكذا في من علّم المرأة كلمة الكفر إنّما يصير هو كافراً إذا أمرها بالارتداد كذا في "فتاوى قاضي خان". قال محمّدٌ رحمه الله تعالى: إذا أُكرِهَ الرّجل أن يتلفّظ بالكفر بوعيد تلفٍ، أو ما أشبه ذلك فتلفّظ به، فهذا على وجوه: **الأوّل**: أن يتكلّم بالكفر وقلبه مطمئنٌّ بالإيمان ولم يخطر بباله شيءٌ سوى ما أكره عليه من إنشاء الكفر، وفي هذا الوجه لا يحكم بكفره لا في القضاء ولا فيما بينه وبين ربّه، **الوجه الثّاني**: أن يقول خطر ببالي أن أخبر عن الكفر في الماضي كاذباً، فأردت ذلك، وما أردت كفراً مستقبلاً جواباً لكلامهم وفي هذا الوجه يحكم بكفره قضاء حتّى يفرّق القاضي بينه وبين امرأته، **الوجه الثّالث**: إذا قال: خطر ببالي أن أخبر عن الكفر في الماضي كاذباً إلاّ أنّي ما أردتُ ذلك يعني الإخبار عن الكفر في الماضي كاذباً، وإنّما أردتُ كفراً مستقبلاً جواباً لكلامهم، وفي هذا الوجه يكفر في القضاء وفيما بينه وبين ربّه. وإذا أكره أن يصلّي إلى هذا الصّليب، فصلّى، فهو على ثلاثة، أوجه أمّا إن قال: لم يخطر ببالي شيءٌ، وقد صلّيتُ إلى الصّليب مكرهاً، وفي هذا الوجه لا يكفر لا في القضاء

---

[٦٢] **قوله**: (وكذا من علّم المرأة كلمة الكفر إنّما يصير هو كافراً إذا أمرها بالارتداد): لأنّه حينئذ يصير راضياً بكفر، وهذا كلّه على قول من يرى الرضى بكفر الغير كفراً، وأمّا على قول من لا يراه كفراً لا يكفر الآمر والمعلّم اهـ، "جامع الفصولين".

أقول: في الإطلاق وقفة وينبغي التفصيل، فإن كان الآمر............ لأنّه يعدّ الكفر خفيفاً ولا يبالي كفر قطعاً، وليراجع "الإعلام"، والله أعلم. ١٢

ولا فيما بينه وبين ربّه، وأمّا إن قال: خطر ببالي أن أصلّي لله، ولم أصلّ للصّليب وفي هذا الوجه لا يكفر أيضاً لا في القضاء ولا فيما بينه وبين ربّه، وأمّا إن قال: خطر ببالي أن أصلّي لله فتركتُ ذلك وصلّيتُ للصّليب، وفي هذا الوجه يكفر في القضاء وفيما بينه وبين ربّه كذا في "المحيط". ولو قيل لمسلمٍ: اسجد للملك وإلاّ قتلناك فالأفضل أن لا يسجد كذا في "الفصول العماديّة".

إذا أطلق الرّجل كلمة الكفر عمداً لكنّه لم يعتقد الكفر، قال بعض أصحابنا: لا يكفر، وقال بعضهم: يكفر، وهو الصّحيح عندي كذا في "البحر الرّائق". ومن أتى بلفظة الكفر، وهو لم يعلم أنّها كفرٌ إلاّ أنّه أتى بها عن اختيارٍ يكفر عند عامّة العلماء خلافاً للبعض، ولا يعذر بالجهل كذا في "الخلاصة". الهازل، أو المستهزئ إذا تكلّم بكفرٍ استخفافاً واستهزاء ومزاحاً يكون كفراً عند الكلّ، وإن كان اعتقاده خلاف ذلك. الخاطئ إذا أجرى على لسانه كلمة الكفر خطأً بأن كان يريد أن يتكلّم بما ليس بكفرٍ فجرى على لسانه كلمة الكفر خطأً لم يكن ذلك كفراً عند الكلّ كذا في "فتاوى قاضي خان".

يكفر بوضع قلنسوة المجوس على رأسه على الصّحيح إلاّ لضرورة دفع الحرّ والبرد وبشدّ الزنّار في وسطه إلاّ إذا فعل ذلك خديعة في الحرب وطليعة للمسلمين وبقوله: المجوس خيرٌ ممّا أنا فيه يعني فعله، وبقوله: النّصرانيّة خيرٌ من المجوسيّة لا بقوله: المجوسيّة شرٌّ من النّصرانيّة، وبقوله: النّصرانيّة خيرٌ من اليهوديّة، وبقوله لمعامله: الكفر خيرٌ ممّا أنت تفعل، عند بعضهم مطلقاً، وقيّده الفقيه أبو اللّيث بأن قصد تحسين الكفر لا تقبيح معاملته وبخروجه إلى نيروز المجوس لموافقته معهم فيما يفعلون في ذلك اليوم وبشرائه يوم النّيروز شيئاً لم يكن يشتريه قبل ذلك تعظيماً للنّيروز لا للأكل والشّرب وبإهدائه

ذلك اليوم للمشركين ولو بيضة تعظيماً لذلك لا بإجابة دعوة مجوسيٍّ حلق رأس ولده وبتحسين أمر الكفّار اتّفاقاً حتّى قالوا: لو قال: ترك الكلام عند أكل الطّعام حسنٌ من المجوس، أو ترك المضاجعة حالة الحيض منهم حسنٌ، فهو كافرٌ كذا في "البحر الرّائق".

رجلٌ ذبح لوجه إنسانٍ في وقت الخلعة، أو اتّخذ الجوزابت وما أشبه ذلك قال الشّيخ الإمام أبو بكرٍ رحمه الله تعالى: هو كفرٌ والمذبوح ميتةٌ لا يؤكل قال الشّيخ الإمام إسماعيل الزّاهد: إذا ذبح البقر، أو الإبل في الجوزات لقدوم الحاجّ، أو للغزاة قال جماعةٌ من العلماء: يكون كفراً كذا في "فتاوى قاضي خان". امرأةٌ شدّت على وسطها حبلاً وقالت: هذا زنّارٌ تكفر كذا في "الخلاصة". رجلٌ قال لغيره بالفارسيّة: *گبرکی به ازین کارکه تو میکنی*[1] قالوا: إن أراد تقبيح ذلك الفعل لا يكفر كذا في "فتاوى قاضي خان". رجلٌ قال: *کافری کردن به از خیانت کردن*[2] أكثر العلماء على أنّه يكفر كذا في "المحيط" وبه أفتى أبو القاسم الصّفّار رحمه الله تعالى هكذا في "الخلاصة".

رجل ضرب امرأة فقالت المرأة: لست بمسلمٍ فقال الرّجل: هبي أنّي لستُ بمسلمٍ، قال الشّيخ الإمام أبو بكرٍ محمّد بن الفضل رحمه الله تعالى: لا يصير كافراً بذلك، وقد حكي عن بعض أصحابنا: أنّ رجلاً لو قيل له: ألست بمسلمٍ فقال: لا، يكون ذلك كفراً كذا في "فتاوى قاضي خان". قالت امرأةٌ لزوجها ليس لك حميّةٌ ولا دين الإسلام ترضى بخلوتي مع الأجانب، فقال الزّوج: ليس لي حميّةٌ ولا دين الإسلام فقد قيل: إنّه يكفر. رجلٌ قال لامرأته:

---

(١) أي: المجوسية أحسن من هذا الأمر الذي تفعله.

(٢) أي: الكفر أحسن من الخيانة.

يا كافرة يا يهوديّة يا مجوسيّة فقالت: همچنینم أو قالت: همچنینم طلاق وده مرا[1]، أو قالت: اگر ہمچنیں نیمی باتو نباشمی[2]، أو قالت: ہمچنیں نیمی باتوصحبت نداری[3]، أو قالت: تومرا نداری[4] كفرت ولو قال: اگر من چنینم مرامدار[5] لا يكفر وقد قيل: يكفر أيضاً، والأوّل أصحّ وبه كان يفتي القاضي الإمام جمال الدّين رحمه الله تعالى وعلى هذا إذا قالت المرأة لزوجها: يا كافر يا يهوديّ يا مجوسيّ، فقال الزّوج: همچنینم از من بیرون آی[6]، أو قال: اگر ہمچنیں نیمی ترا نداری[7]، فقد كفر، ولو قال: اگرچنینم بامن مباش[8]، فهو على الاختلاف والصّحيح أنّه لا يكفر ولو قال: یگراه کہ چنینم بامن مباش[9] فالأظهر أنّه يكفر، وقد قيل بخلافه أيضاً، ولو قال لأجنبيّ: يا كافر يا يهوديّ، فقال: همچنینم بامن صحبت مدار[10]، أو قال: اگر ہمچنین نیمی باتوصحبت نداری[11] إلى آخر ما ذكرنا من الألفاظ، فهو على ما قلنا بين الزّوجين كذا في "المحيط".

---

(١) أي: أنا هكذا، أو قالت: أنا هكذا أعطني الطلاق.

(٢) أي: أو قالت: إن لم أكن هكذا ما كنت بقيت معك.

(٣) أي: أو قالت: إن لم أكن هكذا ما كنت صاحبتك.

(٤) أي: أو قالت: لا تمسكني.

(٥) أي: إن كنت هكذا فلا تمسكني.

(٦) أي: أنا هكذا اخرجي من عندي.

(٧) أي: أو قال: إن لم أكن هكذا ما كنت أمسكتك.

(٨) أي: إن كنت هكذا فلا تكوني معي.

(٩) أي: افرضي أنّي هكذا لا تكوني معي.

(١٠) أي: أنا هكذا فلا تصاحبني.

(١١) أي: أو قال: إن لم أكن هكذا ما كنت أصاحبك.

رجلٌ أراد أن يفعل فعلاً فقالت له امرأته: اگرآن كاركنى كافرباشى[1]، ففعل ذلك الفعل، ولم يلتفت إليها لا يكفر، ولو قال: لامرأته يا كافرة! فقالت المرأة: لا بل أنت، أو قالت لزوجها: يا كافر، فقال الزّوج: بل أنت لم يقع بينهما فرقةٌ هكذا ذكر الفقيه أبو اللّيث رحمه الله تعالى في "فتاواه". قالت لزوجها: چون مغ جنحت آكنده شده[2]، فقال الزّوج: پس چندين گاه بامغ باشيده[3]، أو قال: بامغ جرا باشيده[4] فهذا من الزّوج كفرٌ ولو قال الزّوج لها: يامغرانج[5]، فقالت: بس جندين كاه مغرانج راداشته[6]، أو قالت: مغرانج راجرا داشته[7] هذا كفرٌ منها ولو قال لمسلمٍ أجنبيٍّ: يا كافر، أو لأجنبيّةٍ: يا كافرة، ولم يقل المخاطب شيئاً، أو قال لامرأته: يا كافرة، ولم تقل المرأة شيئاً، أو قالت المرأة لزوجها: يا كافر ولم يقل الزّوج شيئاً، كان الفقيه أبو بكرٍ **الأعمش البلخيّ يقول:** يكفر هذا القائل وقال غيره من مشايخ بلخٍ رحمهم الله تعالى: لا يكفر. والمختار للفتوى في جنس هذه المسائل أنّ القائل بمثل هذه المقالات إن كان أراد الشّتم ولا يعتقده كافراً لا يكفر، وإن كان يعتقده كافراً فخاطبه بهذا بناء على اعتقاده أنّه كافرٌ يكفر كذا في "الذخيرة". امرأةٌ قالت لولدها: اى مغ بچه، أو اى كافربچه، أو اى يهودبچه[8] قال أكثر العلماء: لا يكون هذا كفراً، وقال بعضهم: يكون كفراً، ولو قال الرّجل

---

(١) أي: إن فعلت هذا الفعل فأنت كافر.

(٢) أي: غلافك صار ملآن مثل المجوس.

(٣) أي: فقال الزوج: فحينئذ مكثت مدّة طويلة مع المجوسي.

(٤) أي: أو قال: لم مكثت مع المجوسي.

(٥) أي: يا مجوسية.

(٦) أي: فقالت حينئذ: قد أمسكتَ المجوسية هذه المدّة الطويلة.

(٧) أي: أو قالت: لم أمسكت المجوسية.

(٨) أي: يا ابنَ المجوسي، أو يا ابن الكافر، أو يا ابن اليهودي.

هذه الألفاظ لولده اختلفوا فيه أيضاً، والأصحّ أنّه لا يكفر إن لم يرد بِها كفر نفسه كذا في "فتاوى قاضي خان". ولو قال لدابّته: *اِی کافر خداوند*[1] لا يكفر بالاتّفاق، إذا قال لغيره: يا كافر يا يهوديّ يا مجوسيّ، فقال: لبّيك، يكفر وكذلك إذا قال: *آری همچنین گیر*[2] يكفر، ولو قال: *توئی خودا*[3]، ولم يقل شيئاً وسكت لا يكفر إذا قال لغيره: *بیم بود کہ کافر شدمی*[4]، أو قال: خشيت أن أكفر، لا يكفر، ولو قال: *چندان برنجانیدی کہ کافر خواستم شدن*[5] يكفر، رجلٌ قال: *ایں روزگار مسلمانی ورزیدن نیست روزگار کافری است*[6]، قيل: يكفر، قال صاحب "المحيط": وأنّه ليس بصوابٍ عندي، وفي "واقعات النّاطفيّ": مسلمٌ ومجوسيٌّ في موضعٍ فدعا رجلٌ المجوسيّ، فقال: يا مجوسيّ فأجابه المسلم قال: إن كانا في عملٍ واحدٍ لذلك الدّاعي، فتوهّم المسلم أنّه يدعوه لأجل ذلك العمل لم يلزمه الكفر، وإن لم يكونا في عملٍ واحدٍ خيف عليه الكفر. مسلمٌ قال: أنا ملحدٌ يكفر، ولو قال: ما علمت أنّه كفرٌ لا يعذر بهذا رجلٌ تكلّم بكلمةٍ زعم القوم أنّها كفرٌ، وليست بكفرٍ على الحقيقة، فقيل له: كفرت وطلقت امرأتك، فقال: *کافر شدہ گیر*

---

[٦٣] **قوله**: (ولو قال: ما علمت أنّه كفر لا يعذر بِهذا):

أقول: لكن صرّح في "الغمز" وغيره: أنّ الفتوى على أنّ الجهل عذر في المكفّرات إلاّ أن يقال: إنّ هذا مما لا يجهل ولا يقبل، فليتأمّل. ١٢

---

(١) أي: يا دابة الكافر.

(٢) أي: نعم افرض هكذا.

(٣) أي: بل أنت.

(٤) أي: خشيت أن أكفر.

(٥) أي: آذيتني كثيراً حتى أردتُ أن أكون كافراً.

(٦) أي: هذا الزمن ليس زمن الاشتغال بالإسلامية بل زمن الكافرية.

وزن طلاق شده گیر[1] يكفر وتبين منه امرأته كذا في "الفصول العماديّة". وفي "اليتيمة": سألت والدي عن رجلٍ قال: أنا فرعون، أو إبليس فحينئذ يكفر كذا في "التّتارخانيّة". رجلٌ وعظ فاسقاً، وندبه إلى التّوبة، فقال له: از پس ایں ہمہ کلاہ مغان برسر نہم[2] يكفر. قالت امرأةٌ لزوجها: كافر بودن بہتر از باتو بودن[3] تكفر. إذا قال: ہرچہ مسلمانی کردہ ام ہمہ بکافران دادم اگر فلاں کار کنم وفلاں کار کرد[4] لا يكفر، ولا تلزمه كفّارة اليمين. امرأةٌ قالت: كافرم اگر چنیں کار کنم[5] قال الشّيخ الإمام أبو بكرٍ محمّد بن الفضل رحمه الله تعالى: تكفر، وتبين من زوجها للحال، وقال القاضي الإمام عليٌّ السّغديّ: هذا تعليقٌ ويمينٌ، وليس بكفر.

ولو قالت لزوجها: إن جفوتني بعد هذا، أو قالت: إن لم تشتر لي كذا لكفرت، كفرت في الحال كذا في "الفصول العماديّة". رجلٌ قال: كنتُ مجوسيّا إلاّ أنّي أسلمت على سبيل التّمثيل ولم يعتقد ذلك حكم بكفره قاله شمس الأئمّة الحلوانيّ رحمه الله تعالى. إذا سجد لإنسانٍ سجدة تحيّة لا يكفر كذا في "السّراجيّة". وفي "الخزانة": لو قال المسلم: خدای عزوجل مسلمانی از تو بستاند[6]،وقال الآخر: آمين يكفران جميعاً. رجلٌ آذى رجلا فقال: من مسلمانم

---

[٦٤] قوله: (هذا تعليق ويمين، وليس بكفر):
وهو الحقّ الذي لا يحلّ العدول عنه ولا مساغ لغيره أصلاً. ١٢

---

(١) أي: افرض أنّي صرتُ كافراً وأن امرأتي طلقت.
(٢) أي: بعد هذا كلّه أضع على رأسي قلنسوة المجوس.
(٣) أي: الكفر أحسن من معاشرتك.
(٤) أي: كلّ ما فعلته من أمور الإسلام أعطيته كلّه للكفار إن فعلت ذلك الأمر وفعله.
(٥) أي: أنا كافرة إن فعلت كذا.
(٦) أي: الله تعالى يسلب منك الإيمان.

مرامرنجان(١)، فقال المؤذى: خواہی مسلمان باش خواہی کافر(٢) يكفر وكذا لو قال: اگر كافرباش مراچہ زیاں(٣) يلزمه الكفر كذا في "التتارخانيّة".

كافرٌ أسلم وأعطاه النّاس أشياء، فقال مسلمٌ: كاشكی وی کافر بودی تا مسلمان شدی ومردمان اوراچیزی دادی(٤)، أو تمنّى ذلك بقلبه، فإنّه يكفر هكذا حكي عن بعض المشايخ. رجلٌ تمنّى أن لم يحرّم الله الخمر لا يكفر ولو تمنّى أن لم يحرّم الله الظّلم والزّنا وقتل النّفس بغير الحقّ فقد كفر؛ لأنّ هذه الأشياء لم تكن حلالاً في وقتٍ ما ففي الفصل الأوّل تمنّى ما ليس بمستحيلٍ، وفي الفصل الثّاني تمنّى ما هو مستحيلٌ، وعلى هذا لو تمنّى أن لم تكن المناكحة بين الأخ والأخت حراماً لا يكفر؛ لأنّه تمنّى ما ليس بمستحيلٍ، فإنّه كان حلالاً في الابتداء، والحاصل أنّ ما كان حلالاً في زمانٍ، ثمّ صار حراماً، فتمنّى أن لم يكن حراماً لم يكفر. مسلمٌ رأى نصرانيّة سمينة، فتمنّى أن يكون هو نصرانيّاً حتّى يتزوّجها يكفر كذا في "المحيط". رجلٌ قال لغيره: مرا بحق یاری دہ(٥)، فقال ذلك الغير: بحق

[٦٥] **قوله:** (وقال الآخر: آمين، يكفران جميعاً):

الحقّ تكفر المؤمّن إن كان هو المدعو عليه دون الداعي. ١٢

[٦٦] **قوله:** (خواہی مسلمان باش خواہی کافر يكفر): والصواب لا. ١٢

[٦٧] **قوله:** (لو قال: اگر کافرباشی مراچہ زیان يلزمه الكفر): والحقّ لا. ١٢

[٦٨] **قوله:** (هكذا حكي عن بعض المشايخ): ولعلّ الأصحّ لا. ١٢

---

(١) أي: أنا مسلم لا تؤذيني.

(٢) أي: فقال المؤذي: كن مسلماً إن أردتَ أو كافراً.

(٣) أي: لو صرتَ كافراً فما الضرر عليّ.

(٤) أي: يا ليته! كان كافراً حتى يسلم فتعطيه الناس أشياء.

(٥) أي: ساعدني بحقّ.

ہر کس یاری دہد من ترابناحق یاری دہم[1]، يكفر كذا في "الفصول العماديّة". رجلٌ قال لمن ينازعه: أفعل كلّ يومٍ عشرة أمثالك من الطّين، أو لم يقل: من الطّين، فإن عنى به من حيث الخلقة يكفر، وإن عنى به ضعفه لا يكفر وقعت في زماننا من هذا الجنس واقعةٌ أنّ رستاقيّاً قال: قد خلقت هذه الشّجرة فاتّفق أجوبة المفتين أنّه لا يكفر؛ لأنّه يراد بالخلق في هذا المقام عادة الغرس حتّى لو عنى حقيقة الخلق يكفر.

قال رجلٌ: رہی وارکار کنیم وآزادوار بخوریم[2] فقد قيل: هذا خطأٌ من الكلام، وهو كلام من يرى الرّزق من كسبه إذا قال: تافلان برجاست[3]، أو قال: تا مرا این بازوی زرین برجاست مرا روزی کم نباید[4] قال بعض مشايخنا: يكفر، وقال بعضهم: يُخشى عليه الكفر، قال: درویشی بد بختی است[5]، فهو خطأٌ عظيمٌ. قال لآخر: یک سجده خدا را کن ویک سجده مرا[6] فقيل: لا يكفر هذا القائل. سئل أبو بكرٍ القاضي عمّن كان يلعب بالشّطرنج، فقالت له امرأته: لا تلعب بالشّطرنج فإنّي سمعت العلماء قالوا: من يعمل بالشّطرنج فهو من أعداء الله، فقال الزّوج بالفارسيّة: ای دون که

---

[٦٩] قوله: (من ترا بناحق یاری دہم يكفر):

والحقّ لا فإنّ غايته عدة ذنب، لو أوقفه لَم يكفر، فكيف بمجرّد الوعد. ١٢

[٧٠] قوله: (وقال بعضهم: يُخشى عليه الكفر): والحقّ لا ولا. ١٢

---

(١) أي: فقال ذلك الغير: كلّ إنسان يعاون مع الحقّ أنا أساعدك بدون حقّ.

(٢) أي: نشتغل مثل العبيد ونأكل مثل الأحرار.

(٣) أي: ما دام فلان مستمرّاً.

(٤) أي: أو قال: ما دام هذا الذراع الذهبيّ مستمرّاً لي لا ينقص رزقي.

(٥) أي: الفقر سوء بخت.

(٦) أي: اسجد لله سجدة ولي سجدة.

من دشمن خدايم شكيبم ونيارام[1] فقال للسّائل: هذا أمرٌ صعبٌ على قول علمائنا ينبغي أن تبين امرأته، ثمّ يجدّد النّكاح، وقال غيره: لا يكفر. سئل عبد الكريم عن رجلٍ ينازع قوماً فقال الرّجل: من ازده مغ ستمگاره ترم[2]، أو قال: من ازده مغ بترم[3] قال: لا يكفر، وعليه التوبة والاستغفار. سئل عن رجلٍ: قيل له: يايكدرم بده تا بعمارت مسجد صرف كنم يا بمسجد حاضر شو بنماز[4]، فقال: من نه مسجد آيم ونه درهم وهم مرا با مسجد چه كار[5]، وهو مصرٌّ على ذلك قال: لا يكفر، ولكن يعزّر كذا في "المحيط". يكفر بقوله عند رؤية الدّائرة التي تكون حول القمر يكون مطرٌ مدّعياً علم الغيب كذا في "البحر الرّائق". إذا قال نجوميٌّ: زنت بچه نهاده است[6]، ويعتقد ما قال كفر كذا في "الفصول العماديّة".

لو صاحت الهامّة، فقال: يموت المريض، أو قال: بار گران خواهد شدن[7]، أو صاح العقعق، فرجع من السّفر، اختلف المشايخ في كفره كذا في "الخلاصة". سئل الإمام الفضليّ عمّن قال لآخر: يا أحمر، فقال ذلك الرّجل: خلقني الله من سويق التفّاح، وخلقك من الطّين، والطّين ليس كذلك هل يكفر؟ قال: نعم. وسئل عن رجلٍ قال قولاً منهيّاً عنه، فقال له رجلٌ: إيش تصنع قد لزمك الكفر، قال: إيش أصنع إذا لزمني الكفر هل يكفر؟ قال: نعم. سئل عمّن يقرأ

---

(١) أي: يا دنيئة أنا عدوّ الله لا أصبر ولا أرتاح.

(٢) أي: أنا أظلم من عشر من المحوس.

(٣) أي: أو قال: أنا أقبح من عشرة من المحوس.

(٤) أي: إمّا أن تعطي درهماً لنصرفه في عمارة المسجد، وإمّا أن تحضر بالمسجد للصلاة.

(٥) فقال: أنا لا آتي المسجد ولا أعطي درهماً أيّ شغل لي بالمسجد.

(٦) أي: امرأتك وضعت.

(٧) أي: سيقع حمل ثقيل.

الزّاي مقام الصّاد وقرأ أصحاب الجنّة مقام أصحاب النّار قال: لا تجوز إمامته ولو تعمّد يكفر. في "الجامع الأصغر" قال عليٌّ الرازيّ: أخاف على من يقول: بحياتي وحياتك، وما أشبه ذلك الكفر، وإذا قال: الرّزق من الله ولكن از بنده جنبش خواہد[1]، فقد قيل: "هذا شركٌ. رجلٌ قال: أنا بريء من الثّواب والعقاب، فقد قيل: إنّه يكفر.

وفي "النّوازل" لو قال: ہرچہ فلان گوید بکنم واگر ہمہ کفر گوید[2] يكفر. رجلٌ قال بالفارسيّة: از مسلمانی بیزارم[3]، أو قال ذلك بالعربيّة، فقد قيل: إنّه يكفر. حكي أنّ في زمن المأمون الخليفة سئل فقيهٌ عمّن قتل حائكاً چہ واجب شود فقال: تغاریت واجب شود، فأمر المأمون بضرب الفقيه حتّى مات وقال: هذا استهزاءٌ بحكم الشّرع والاستهزاء بأحكام الشّرع كفرٌ كذا في "المحيط".

اگر درویشی را گوید مدبر وسیاہ گلیم شدہ است[4] فهذا كفرٌ هكذا في "العتابيّة". من قال لسلطان زماننا: عادلٌ يكفر بالله، كذا قال الإمام علم الهدى أبو منصورٍ الماتريديّ رحمه الله تعالى، وقال بعضهم: لا يكفر، ولو قال لواحدٍ من الجبابرة: ای خدای[5] يكفر، ولو قال: ای بارخدای[6] أكثر المشايخ على أنّه لا يكفر، وهو المختار كذا في "الخلاصة". في "أصول الصفّار": سئل عن الخطباء الذين يخطبون على المنابر يوم الجمعة ما قالوا في ألقاب السّلاطين: العادل الأعظم

(١) أي: يحتاج إلى الحركة من العبد.

(٢) أي: كلّ ما قاله فلان أفعله ولو قال كفراً.

(٣) أي: مللتُ من الإسلام.

(٤) أي: إذا قال لفقير صار مدبّراً وعديم البخت.

(٥) أي: يا إلهَ.

(٦) أي: يا ربٌّ.

شاهنشاه[1] الأعظم مالك رقاب الأمم سلطان أرض الله مالك بلاد الله معين خليقة الله هل يجوز على الإطلاق والتّحقيق أم لا؟ قال: لا؛ لأنّ بعض ألفاظه كفرٌ وبعضه معصيةٌ وكذبٌ، وأمّا شاهنشاه فمن خصائص أسماء الله بدون وصف الأعظم ولا يجوز وصف العباد بذلك، وأمّا مالك رقاب الأمم، فهو كذبٌ محضٌ، وأمّا سلطان أرض الله وأخواتها على الإطلاق، فهو كذبٌ محضٌ، كذا في "التّتارخانيّة".

قال الإمام أبو منصورٍ رحمه الله تعالى: إذا قبّل أحدٌ بين يدي أحدٍ الأرض، أو انحنى له، أو طأطأ رأسه لا يكفر؛ لأنّه يريد تعظيمه لا عبادته، وقال غيره من مشايخنا رحمهم الله تعالى: إذا سجد واحدٌ لهؤلاء الجبابرة، فهو كبيرةٌ من الكبائر، وهل يكفر؟ قال بعضهم: يكفر مطلقاً، وقال أكثرهم: هذا على وجوهٍ إن أراد به العبادة يكفر، وإن أراد به التّحيّة لم يكفر، ويحرم عليه ذلك، وإن لم تكن له إرادة كفر عند أكثر أهل العلم، أمّا تقبيل الأرض، فهو قريبٌ من السّجود إلاّ أنّه أخفّ من وضع الخدّ والجبين على الأرض كذا في "الظّهيريّة". يكفر باعتقاد أنّ الخراج ملك السّلطان كذا في "البحر الرّائق".

وفي "رسالة الصّدر المرحوم": اگر یکی بجای کسی بدی کند واو گوید من این بدی از تو دانم نه از حکم خدای کافر گردد[2]. وفي "رسالته" أيضاً: در مجموع نوازل آورده است اگر یکی بوقت خلوت یعنی بوقت پوشیدن شه وبوقت تهنیه از برای پوشیدن تشریف در رضاء او قربانی کند کافر شود واین قربانی مردار باشد وخوردن آن روا نبود وآنکه در زمان ما شائع شده است وبیشتری از عورات مسلمانان بدان

---

(١) انظر لتفصيل هذه المسألة رسالةَ الإمام أحمد رضا خان رحمة الله تعالى عليه: **"فقه شهنشاه وأنّ القلوب بيد المحبوب بعطاء الله"**، في "الفتاوى الرضوية"، ج٢١.

(٢) أي: إذا فعل رجل سيئة في حقّ آخر، فقال: أنا أعلم أنّ هذه السيئة منك، وليست من حكم الله يصير كافراً.

مبتلااند است که بوقت آنکه ابله کودکان رابیرون می آید که آنراجدری میکویند بنام آن ابله صورتی کرده اندو آنرامی.پرستند وشفای کودکان ازاو میخواهند واعتقاد میکنند آن سنگ مراین کودکان راشفامیدهد این عورات بدین فعل وبدین اعتقاد کافر میشوند وشوهران ایشان که بدین فعل رضامنداند نیز کافر کردند ودیگر ازین جنس انست که .برسرآب میروند وآن آب رامی.پرستند و.نیـتی که دراند گوسپند .برسرآب ذبح میکنند این .پرستندگان آب وذبح کنندگان گوسپند کافر میشوندو وگوسپند مردار گردد[1] خوردن روانبورد وهمچنین که زرخانها صورت میکنند چنانچه معبود.پرستیدن کبران است آنرمی بوقت زادن کودک بشنگرف نقش میکنند وروغن میریـ.ـند وآنرابنام بتی که آنرابهانی میخوانندمی .پرسند ومانند این هرچه میکنند بدان کافر میشوند واز شوهران خود مباینه میشوند[2]

اگر گوید درین روزکار تا خیانت نکنم ودروغ نگویم رور غیکذرد و .یا گوید تادر خرید وفروخت دروغ نکوئی ناتی نیابی که بخوری ویا یکی راگوید جراخیانت میکنی ویا جرا دروغ میکوئی گوید از ینها جارة نیست بدین

(١) انظر لتفصيل هذه المسألة رسالةَ الإمام أحمد رضا خان رحمة الله تعالى عليه: "سبل الأصفياء في حكم الذبح للأولياء"، في "الفتاوى الرضوية"، ج ٢٠.

(٢) أي: أورد في "مجموع النوازل": قال: إذا ذبح رجل قرباناً عند خلوة السلطان أو في وقت التهنئة يصير كافراً، ويكون هذا القربان نجساً ولا يجوز أكله، والذي شاع في زماننا وكثير من نساء المسلمين مبتليات بذاك هو أنّهنّ في وقت طلوع الجدرى للأطفال يفعلن صورة باسم ذلك الجدرى ويعبدنها أو يطلبن منها شفاء الأولاد ويعتقدن أنّ ذلك الحجر يشفي هذه الأطفال فتلك النساء يصرن كافرات بِهذا الفعل وهبذا الاعتقاد وبرضا أزواجهنّ بِهذا الفعل يصيرون كفاراً، ومن هذا القبيل أنّهنّ يذهبن إلى عين ماء ويعبدن ذلك الماء ويذبحن على ذلك الماء شاة بالنية التي أضمرنها فهاتيك العابدات للماء والذابحات يصرن كافرات وتكون الشاة نجسة ولا يحلّ أكلها ومثل ذلك أنّهن يتخذن صورة في البيوت ويعبدنها مثل عبادة المجوس وعند وضع المولود ينقشنها بالزنجفر ويقطرن عليها الزيت ويعبدنها باسم الصنم الذي يقال له بها لي وكلّما فعلن شيئاً مثل هذا يصرن كافرات وبين به من أزواجهنّ.

همه لفظها کافر شود[١]. اگر مردی را گویند دروغ مگوی او گوید این سخن راست تر است از کلمه لا اله الا الله محمد رسول الله کافر شود اگر کسی بخشم شود دیگری گوید کافری به ازین کار کافر گردد واگر مردی سخنی گوید که آن منهی بود و دیگر گوید چه میگوئی بر تو کفر لازم میگردد او گوید چه کنی ار مرا کفر لازم آید کافر شود[٢]، كذا في "التّتارخانيّة".

من خطر بقلبه ما يوجب الكفر إن تكلّم به، وهو كارهٌ لذلك، فذلك محض الإيمان، وإذا عزم على الكفر، ولو بعد مائة سنةٍ يكفر في الحال كذا في "الخلاصة". رجلٌ كفر بلسانه طائعاً، وقلبه مطمئنٌّ بالإيمان يكون كافراً ولا يكون عند الله مؤمناً كذا في "فتاوى قاضي خان". ما كان في كونه كفراً اختلافٌ فإنّ قائله يؤمر بتجديد النّكاح وبالتّوبة والرّجوع عن ذلك بطريق الاحتياط، وما كان خطأً من الألفاظ، ولا يوجب الكفر، فقائله مؤمنٌ على حاله، ولا يؤمر بتجديد النّكاح والرّجوع عن ذلك كذا في "المحيط". إذا كان في المسألة وجوهٌ توجب الكفر، ووجهٌ واحدٌ يمنع، فعلى المفتي أن يميل إلى

[٧١] **قوله:** (من خطر بقلبه ما يوجب الكفر إن تكلّم به وهو كاره فذلك محض الإيمان): الصواب: "إن لَم يتكلّم به" كما في غيره من الكتب، والله تعالى أعلم. ١٢

قاضي محمّد عبد الرحيم بستوي غفر له القويّ [دامت بركاتهم العالية].

(١) أي: لو قال رجل: ما دمتُ لم أخن في هذا الزمان ولم أقل كذباً لا يمضي اليوم، أو قال: إن لم تقل كذباً في البيع والشراء لا تجد خبزاً تأكله أو قال لآخر: لأيّ شيء تخون، أو لأيّ شيء تكذب، فقال: لا بدّ من هؤلاء يصير كافراً بهذه الألفاظ كلّها.

(٢) أي: إذا قيل لرجل: لا تكذب، فقال: هذا اللفظ أصدق من كلمة لا إله إلاّ الله محمد رسول الله، يصير كافراً. إذا قال رجل لأخر في حال غضبه: الكافرية أحسن من هذا الأمر، يصير كافراً. إذا تكلّم رجل بلفظ منهي عنه، فقال آخر: لا تقل؛ فإنّه يلزمك الكفر، فقال: هو ما تصنع إذا لزمني الكفر، يصير كافراً.

ذلك الوجه كذا في "الخلاصة". في "البزّازيّة" إلاّ إذا صرّح بإرادة توجب الكفر، فلا ينفعه التّأويل حينئذ كذا في "البحر الرّائق". ثمّ إن كانت نيّة القائل الوجه الّذي يمنع التّكفير، فهو مسلمٌ، وإن كانت نيّته الوجه الّذي يوجب التّكفير لا تنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتّوبة والرّجوع عن ذلك وبتجديد النّكاح بينه وبين امرأته كذا في "المحيط". وينبغي للمسلم أن يتعوّد ذكر هذا الدّعاء صباحاً ومساءً، فإنّه سبب العصمة عن هذه الورطة بوعد النبي صلّى الله عليه وسلّم والدّعاء هذا: **"اللّهم إنّي أعوذ بك من أن أشرك بك شيئاً وأنا أعلم وأستغفرك لما لا أعلم"**، كذا في "الخلاصة".

فهرس الموضوعات

الموضوع — الصفحة

JANNATI KAUN?